١١٧٤٣ع ٦٧١

تصحیح تاریخ

[illegible]

کتبخانه وقف منصبیه میرزا [illegible]

۱۱۷۳

فانظر کیف کان عاقبة المفسدین

حصۂ اول

تصحیح تاریخ

فن تاریخ کا آئینہ۔ علم تاریخ کا فوٹو جس مین اس فن کی ابتدا۔ اور پھر اوسکا نشو و نما۔ اس خوبی سے بیان کیا گیا ہو کہ اسلامی دنیا مین جتنی تاریخین آجتک تصنیف ہوئین۔ سب پر ایک سرسری نظر پڑجاے۔ اور پھر اسطرح حق نظر آئے کہ ذرہ برابر شک نہ رہے۔

عالیجناب تقدس مآب فخر الحکماء الاعلام صدر العلماء الکرام الحاج آقا السید **علی اظہر** صاحب قبلہ دامت برکاتہ نے اسکو مخصوص اصلاح کیلئے تصنیف فرمایا تھا کہ اصلاح کے ساتھہ شایع ہو چونکہ ایک عرصہ سے یہ کتاب مستطاب نایاب تھی۔ لہذا اصلاح پرنٹنگ کمپنی نے اپنے اہتمام سے اسکو

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن چھپوایا

تصحیح تاریخ

جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
محمد و آلہ الطیبین الطاھرین و لعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین

اما بعد تاریخ سے دلچسپی ایک ایسی فطری چیز ہے کہ بچے تک جب کوئی بات سنتے ہیں تو اسکی تاریخ پوچھتے ہیں۔ کب ہوا کیونکر ہوا۔ یہی سبب ہے کہ ہر قوم میں ایک تاریخ ہے۔ اور بہت شوق سے اسکو سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اسی نیچرل شوق کے افراط نے کہانیاں کہلوائیں۔ فسانے بنوائے جواب ناول نکلتے ہیں۔

اگر تواریخ کی تاریخ لکھی جائے کہ کیسے جاری ہوئی اور کیونکر اسکی ابتدا ہوئی اور کب سے اس نے ایک فن کی صورت اختیار کی تو بہت طول ہوگا اور اسکی ضرورت بھی نہیں۔ مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ جسطرح کہانیوں کا تعلق بچوں سے ہے اور فسانہ و ناول کا شوق نوجوانوں کو اسیطرح اصل تواریخ کا مشغلہ یا اسکے شوق کا سلسلہ انھیں بزرگوں کو تھا اور ہے جنکو علمی کتابوں سے یا علمی مضامین سے تعلق نہ ہو یا اسکی قابلیت نہ رکھتے ہوں۔ یہی سبب ہے کہ علما صاحب فن نے ادھر بہت کم توجہ کی اور کی بھی تو امور اہم کی فراغت کے بعد جسکے دو سبب ہیں ایک یہ کہ تاریخ کا لکھنا نہ ایسی ذہن کی جودت چاہتا ہے نہ عقل کی ذکاوت و فطنت بلکہ سلسلہ وار واقعات عالم کا اس زبان میں لکھدینا جس زبان میں وہ تاریخ لکھی جاتی ہے۔ ایسی تصنیف کو اسکی بھی ضرورت نہیں کہ ہر آن ہر لحظہ ہر روز

کے جزئیات کو لکھے۔ یا ہر نئے امر کی ابتدا و انتہا کو سلسلہ وار لکھے ورنہ آجتک کوئی تاریخ ہی نہیں بلکہ اس سلسلہ کو وہی واقعات درکار ہیں جو مشہور ہوں اور قابل لحاظ مثل اسکے کہ فلاں ملک فتح ہوا۔ زلزلہ آیا۔ طوفان اٹھا۔ قحط پڑا۔ فلاں حاکم معزول ہوا۔ فلاں منصوب ہوا ایسے ہی امور سے اسکی بحث ہوتی ہے۔ اس کے اسباب جزئی و کلی سے کبھی مورخ کو سروکار نہیں بلکہ اپنے معلومات کے مطابق اسکو لکھدینا چاہئیے عام اس سے کہ وہ غلط ہو یا صحیح یا اسمیں اشتباہ ہو یا دوسرا امر۔ اور زیادہ تر تعلق اس تواریخ کا سلاطین و امرا سے ہوتا ہے اور انکے حالات سے نہ کسی امر معقولی سے نہ علوم ہندسی و فلاسفی سے جس کا ایک ایک مسئلہ علما کے شبانہ روزی کے خواب و خور کو حرام کر دیتا ہے اور عمر نوح کو اپنے طول و عمق میں مستغرق سمجھتا ہے تو جن علما کے دل ایسے ایسے جانکاہ فنون و علوم متعلق ہوں وہ کیونکر ادھر متوجہ ہو سکتے ہیں کیا شیخ الرئیس بو علی سینا علوم حکمیہ کو چھوڑ کر ادھر توجہ کر سکتے تھے؟ یا محقق طوسی اقلیدس و مجسطی کے مقابلہ میں اسکو پسند کر سکتے تھے اسیطرح کل علما کو سمجھو خواہ وہ محدث ہوں یا فقیہ یا متکلم۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مورخ بہ حیثیت مورخ وہ شخص ہے جسکو با ایمان و دیانتدار و صداقت شعار ہونا چاہیے نہ کسی کی مدح سرائی سے اسکو غرض ہو نہ کسی کی ہجو بیہودہ سے مطلب نہ تعصب بیجا سے حمایت بیجا کو راہ دے۔ ایسا بے لوث ہو کہ ہر شخص اسپر اعتماد کر سکے انگریزی مثل کے مطابق اسکی سعی کی قسم کھائی جائے مگر تاریخ نویسی کا زمانہ اور زمانہ کی رفتار اور رفتار کی صورت مجبور کرتی ہے کہ اپنی ایمانداری و دیانتداری کے خلاف لکھو موجودہ حکمران کی مدح سرائی کرو اسکے دشمنوں کی مذمت۔ یہ تو اس زمانہ کا تقاضا ہے جس کی تاریخ لکھی گئی۔ اس پر مورخ کا ذاتی تعصب۔ طرفداری تیل پر آگ کا کام دیتی ہے۔ جس سے شاید ہی کوئی مورخ بچا ہو خواہ وہ اہل اسلام سے ہو یا عیسائی یا ہندو۔ یہی وجہ ہے کہ نیک نہاد عالموں نے نہ کبھی اس طرف توجہ کی نہ کوئی تاریخ لکھی اگر لکھی بھی تو سلطنت نے اسکی اشاعت روک دی تلف کر دیا تا زمانہ کے ہاتھوں برباد ہو گئی یا دیگر حوادث پیش آئے۔ یا اس عہد کا [illegible]

تک ایک ہزار تین سو کتابیں فن تاریخ میں تصنیف ہوئیں دیکھو کتاب کشف الظنون
عن اسامی الکتب والفنون صفحہ ۱۶۵ جلد اول مطبوعہ مصر

میں اس تعداد کو حصری تعداد نہیں سمجھتا کیونکہ کسی ایک شخص کا ہر کتاب پر مطلع ہونا۔ واقف ہونا قریب قریب محال ہے۔ مگر اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس فن سے کتنی دلچسپی لی ہے اور کتنا ادھر توجہ کی ہے جسپر انگریز مورخ اس احسان کے شکرگذار ہیں اور مثل دیگر فنوں کے اس فن خاص میں بھی مسلمانوں کو اپنا محسن سمجھتے ہیں اور فی الحقیقت مسلمانوں ہی کی بدولت اس فن کا وجود ہوا جس سے آج سارا عالم مستفید ہوتا ہے مگر واہ رے اس زمانہ کے مسلمان کہ اپنی موجودہ دولت کی خبر نہیں رکھتے پرائے گھروں سے بھیک مانگتے ہیں اور انہیں کے رنگ آمیز بیانوں پر ایمان لاتے ہیں جو سر سے پیر تک تعصب سے بھرے ہیں

ہم اپنے مقصد سے دور چلے گئے ہیں جسکی معافی چاہتے ہیں کیونکہ ہماری بحث یہاں عربی فارسی کی تواریخ میں محدود ہے جو ان انگریزی تواریخ کی بھی اصل ہے انھیں تواریخ کے ترجمہ سے وہ مورخ کہلاتے ہیں اور لوگ انکو مستند سمجھتے ہیں۔

قبل اسکے کہ ہم اپنی تواریخ پر تنقیدی ریمارک کریں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس زمانہ میں جو ذریعے خبر رسانی کے واقعات کے دریافت کر سکتے تھے وہ ایسے محدود ذریعے تھے کہ جن میں غلطی ہونا اور دھوکا کھانا ضروری تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں نہ ریل تھی نہ ٹیلیگراف تھا نہ ڈاکخانہ کا ایسا انتظام تھا کہ آج کی خبر کل مل جائے نہ کوئی رپورٹر کا محکمہ تھا نہ اخبارات تھے جو تمام دنیا کی خبریں چھاپیں اور مشتہر کریں بلکہ محض حافظہ پر مدار تھا یا زبانی روایتوں پر ان کا مدار تھا کہ ان سے سنا انہوں نے سنا اور لکھ دیا۔ امیر دور و دراز ملکوں کی خبر رکھتا ہے۔ واقعات کا مسلسل بیان کرتا ہے۔ حد یہ کہ بھی خبر دیتا ہے زیادہ تر ان خبروں کو بیان کرنے والے وہی لوگ ہیں جنکو سلطنت سے لشکر سے وزارت سے تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ وہ جانچ پڑتال اس فن میں نہیں کی گئی جو حد شوق ہو [illegible]

الا شاذ و نادر ان امور کی تصدیق آج کل کے نام لکھا جاتا ہے سے بہت اچھی طرح
ہوتی ہے جو آپ لوگ روزمرہ دیکھتے ہیں کہ کتنے ذرایع و وسایل پر اخبار رسانی میں
یہ حالتیں پیش آتی ہیں کہ روٹر کا تار آج اور آیا ہے کل اسکے خلاف روم۔ روس
چین جاپان کی جنگوں کو کچھ زمانہ بھی گذرا روم و یونان کا قصہ تو کل بلکہ آج کا ہے
کہ کتنے اختلافات بیان روزمرہ شایع ہوییں سرحدی لڑائیوں میں بھی آپ اخباروں
میں دیکھتے ہیں کہ کتنی غلط خبریں روزمرہ ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ کہاں کی کس زمانہ کی
حالت ہے کہ ہر شخص کو صداقت و راستی کا دعوے ہے روٹر کا محکمہ ہے جو خاص اسی خبر رسانی
کے لیے قایم ہے اخباروں کے نامہ نگار ہر جگہ موجود ہیں جو اسی کا مشاہدہ پاتے ہیں اور
صرف کثیر زر خطیر خرچ کرکے اخبار رسانی کرتے ہیں تو پھر پہلے زمانہ کے اخبار و تواریخ
کے اختلاف بیانی میں کیونکر شک ہو سکتا ہے

گو یہ میرا بیان محض بے تعصبی اور صداقت بلکہ فطرت پر مبنی ہے جیسے کسیطرح
مفر نہیں ہے اور ناگزیر امر ہے مگر میں ایک ایسے محقق کی راے اپنے ثبوت میں پیش کرتا ہوں
جسکے قبول کرنے میں کسیکو عذر نہ ہو۔

زیادہ تر ضرورت اس مطلب کے توضیح کی یہ ہے کہ زمانہ کے انقلاب نے ہم کو یہ دن
دکھایا ہے کہ مذہبی کتابوں سے ہم دست بردار ہوں۔ قرآن کو چوم کر طاق پر رکھدیں
حدیث کو محض غلط سمجھیں کہ علمانے وضع کیا ہے۔ صرف تواریخ پر ایمان لائیں۔
اسیکو اپنا دین۔ ایمان و مذہب سمجھیں۔ تو جب ہمارا مدار تواریخ پر ہے تو اُس کی
جانچ پر تال بھی کرنا چاہیئے جس سے غلطی سے محفوظ رہیں اور واقعات کے بیان میں
غلطی نکریں کہ غیروں کے روبرو شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ واقعہ
جب ہوگا تو ایک ہی ہوگا دو نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک ہی واقعہ میں مختلف تاریخیں کیوں بنیں۔ جس کی تین ہی غرض ہو سکتی
ہے (۱) پہلے مورخ نے واقعہ کے بیان میں کوئی غلطی کی ہے جس کی اصلاح دوسرا مورخ
کرتا ہے (۲) پہلے مورخ نے کچھ کوتاہی کی جسکو دوسرا پورا کرتا ہے کہ یہ امور متعلق واقعہ

فروگذاشت ہوئے (۳) یا یہ کہ اُس نے اپنے وقت تک بیان کیا ہم اسکے بعد کے واقعات بیان کرتے ہیں بہرحالت ایک ہی تاریخ کافی نہیں ہوسکتی جب تک دوسرا مورخ تحقیق کرکے ایک نئی تاریخ نہ لکھے جس سے یہ کل غرضیں پوری ہوں۔ پھر یہ مسلسل سلسلہ چلا جائے۔

جب تاریخ کی بنیاد ہی ہمکو یہ بتا رہی ہے کہ تواریخ کی ضرورت یوں ہی پڑی اور اسی عنوان سے یہ سلسلہ قایم ہوا تو کس تاریخ کو کہہ سکتے ہیں یہی ہمارا دین ہے۔ ہر نیا مورخ پہلے مورخ کے بیان کو جب کافی نہیں سمجھتا یا اس کو تحقیق کا محتاج سمجھتا ہے۔ تو ہم تاریخ دانی کے مدعی ہو کر اس قدیمی مذہب سے کیونکر نکل سکتے ہیں

ان مطالب کو جس خوبصورتی سے علامہ ابن خلدون عبدالرحمن مغربی نے بیان کیا ہے کمتر کسی نے بیان کیا ہوگا۔ اسیوجہ سے یہ تاریخ ابن خلدون آجکل کی تاریخی دنیا میں فرسٹ کلاس سمجھی جاتی ہے۔ اور کمتر کوئی کتاب کسی محقق کی اسکے بیان سے خالی ہوگی۔ علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ موسوم بہ العبر وديوان المبتداء والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں جو مصر میں چھپی ہے (ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون) فن تاریخ نہایت ہی عمدہ فن ہے جسمیں نے انتہا فوائد ہیں جس کی نہایت عمدہ غایت ہے اسی فن سے ہمکو گذشتوں کے حالات معلوم ہوتی ہیں۔ اُن کے اخلاق کی اطلاع ہوتی ہے۔ انبیا کی سیرتیں۔ سلاطین کے دولت وسیاست کی حالتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جس سے عبرت ونصیحت اور ان کی تقلید کی ہدایت ہو کہ دین ودنیا میں ان کی پیروی کریں۔

اس فن تاریخ کو انواع واقسام کے ماخذ ومعارف کی ضرورت ہے جس سے ہم خبروں کو نقل کریں۔ اسیر حسن نظر تثبت واستقلال غور وفکر بھی درکار ہے جس سے صحیح باتیں معلوم ہوں اور لغزشوں سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ اگر خبر بھی

صرف نقل پر اعتماد کیا جائے اور عادات قواعد سیاست ملک کی آبادی و حالت وغیرہ امور پر لحاظ نہ کیا جائے تو یقیناً بہت سی غلطیاں ہوں گی۔ اسی سبب سے مورخین محدثین مفسرین اور دیگر ائمہ نقل کو جنکے علوم کی بنا ناقلین کے اقوال پر ہے۔ نقل حکایات و وقایع میں بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔ کیونکہ اُن کا اعتماد محض نقل پر تھا۔ نہ غلط صحیح میں کچھ تمیز کیا۔ نہ اصول و قواعد کی پابندی کی نہ عادات زمانہ پر خیال کیا نہ رسم و رواج پر۔ نہ ملک کی حالت پر نہ اصول حکمت پر۔ نہ عالم کے طور و طریقہ پر نہ بجائے خود غور و فکر سے کام لیا اسی وجہ سے راہ حق سے دور ہوئی۔ اوہام و اغلاط میں مبتلا ہوئے خصوصاً جہاں مال کا یا لشکر کا حساب کیا وہاں کچھ بھی ان امور کا خیال نہ رہا۔ حالانکہ یہ ایسا موقع ہے کہ اس میں غلطی ہونا ضروری ہے جسکی حفاظت بھی لازم ہے کہ اصول و قواعد سے مطابق کر لیں۔ چنانچہ مسعودی[1] و دیگر مورخین نے لشکر بنی اسرائیل کی مردم شماری میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تیہ میں انکا شمار کیا تو ۶ لاکھ سے زاید تھے۔

اس تعداد میں وہ لوگ نہیں داخل ہیں جن کا سن بیس برس سے کم تھا یا بار برداری کے کام میں تھے۔ بلکہ یہ تعداد اون لوگوں کی ہے جو لڑنے بھڑنے والے جنگی سپاہی تھے۔

---

[1] مسعودی کا نام ابو الحسن [illegible] بن حسین بن علی مسعودی ہے جو بڑے پایہ کا مستند مورخ ہے صاحب کشف الظنون نے جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ میں لکھا ہے جسکے ساتھ [illegible] کو بھی اتفاق ہے مگر خود صاحب کشف الظنون نے جلد اول میں یہ نام تحریر کیا ہے ابو الحسن علی بن محمد حسینی مسعودی دیکھو صفحہ ۵۹ جو صریحی غلطی ہے۔ چنانچہ تاریخ کامل کے حاشیہ پر مروج الذہب مسعودی [illegible] ہے یہی نام ابو الحسن علی بن حسین مسعودی لکھا ہے۔

مسعودی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مورخ کا نسب حضرت عبد اللہ بن مسعود تک پہونچتا ہے جو صحابی رسول اللہ تھے اور [illegible] فقیہ [illegible] امام ابو حنیفہ کی فقہ کا دارومدار [illegible] کی فقہ پر ہے [illegible] حضرت ابن مسعود [illegible] رسول

[illegible]

(۱) ان مورخین نے یہ تعداد تو لکھدی مگر اسپر نہ غور کیا کہ مصر و شام کی وسعت کتنی

بقیہ نوٹ صفحہ ۶ طریقہ سے قرآن کی قرات جاری تھی اسکے بعد سے بعض بعض مفسرین
کی تفسیروں میں البتہ انکی قرات کا پتہ پایا جاتا ہے لیکن امام یافعی نے مراۃ الجنان میں لکھا ہے
سنہ ۳۰۹ھ میں ایک قرآن انکی قرات کا باقی تھا جو بحکم شیخ ابو حامد تلف کردیا گیا۔

اس جلیل القدر مورخ مسعودی کی عظمت و جلالت اسی عبارت سے ظاہر ہے جو علامہ صلاح الدین
اپنی تاریخ فوات الوفیات میں لکھتے ہیں کہ اس مسعودی کا شمار دراصل علمائے بغداد میں ہے مگر
زیادہ قیام ان کا مصر میں رہا وکان اخباریا علامۃ صاحب غرائب و ملح و نوادر بڑی مورخ تھے۔ علامہ
وقت تھے۔ لطیفہ گوئی بذلہ سنجی میں فرد تھے۔ اور علامہ سبکی طبقات فقہائے شافعیہ میں لکھتے ہیں کہ علی
بن حسین بن علی مسعودی کی تصنیفات سے ہے۔ مروج الذہب۔ ذخائر العلوم۔ کتاب الاستذکار لما
مر فی سالف الاعصار۔ تاریخ فی اخبار الامم۔ اخبار الخوارج۔ المقالات فی اصول الدیانات۔ الرسائل وغیرہ
کہ کم عمری میں وفات کی ۳۴۶ھ ہجری۔ کتاب مروج الذہب اصل میں خلاصہ ہے کتاب اخبار الزمان کا
ان تینوں تاریخوں کا مصنف وہی مسعودی ہے۔ اصل کتاب اخبار الزمان کمیاب ہے اس میں مصنف
نے کل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے اور صحابہ کے بعد جتنے لوگ طبقہ علما میں گذرے تابعین و تبع تابعین
سب کو لکھا ہے۔ کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۶۵ نواب صدیق حسن خاں ابجد العلوم میں لکھتے ہیں کہا
علامہ زینتی نے اگر فن تاریخ میں توغل کرنا چاہتے ہو تو کتاب مروج الذہب و اخبار الزمان مسعودی
کا مطالعہ کرو صفحہ ۷۶۵ ۔۱۲ راقم

؎۲ علامہ مسعودی نے تو ۶ لاکھ لکھا ہے مگر علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے مصر
سے کوچ کیا ہے تو انکی تعداد ۶ لاکھ بیس ہزار تھی۔

تاریخ کامل صفحہ ۴۶ جلد اول۔ اور کتاب الخروج توریت میں ہے اور بنی اسرائیل نے رعمسیس
سے سکات تک پیادہ پا سفر کیا۔ ان کے مرد سوا لڑکوں کے ۶ لاکھ کے قریب تھے اور ایک
اور ایک دوسری بڑی گروہ مل جل کر انکے ساتھ گئی توراۃ مقدس صفحہ ۱۲ مطبوعہ مرزاپور

؎۳ یہاں خود علامہ ابن خلدون بھی چوک گئے کیونکہ ملک شام ابھی تک بنی اسرائیل کے قبضہ
میں نہیں آیا تھا۔ عمالقہ وہاں حکمران تھے صرف مصر ہی تک بحث کو محدود کرنا چاہیے جس سے

اس تعداد کثیر کے لئے رسد کیونکر بہم پہونچسکتی ہے۔ ان کی خبر گیری نگرانی کیونکر ہوسکتی ہے۔ پھر یہ لوگ صف آرا کیونکر ہوے معرکہ آرائی کیونکر ہوئی۔ زمین کی وسعت ان کی بود و باش ہی کے لئے کافی نہ تھی چہ جائیکہ لشکر کی حیثیت سے الگ الگ پڑاو ڈالتے الگ الگ خیمے کھڑے کرتے لڑتے پھرتے۔

(۲) شاہان فارس کا ملک ان کی دولت ان بنی اسرائیل سے کہیں بڑی تھی کہ عراقین۔ خراسان۔ ماوراءالنہر وغیرہ تک انہیں کی سلطنت تھی شاہنشاہ کہے جاتے جس کا ایک چھوٹا سا گورنر بخت نصر تھا جسنے بنی اسرائیل کے تمام ملکوں کو تباہ و برباد کر کے بیت المقدس تک کو خراب کیا جو انکی عبادت گاہ تھی۔ با ایں ہمہ شاہان فارس کا بھی لشکر کبھی اس تعداد کو نہیں پہونچا جو بنی اسرائیل کے لشکر کی تعداد بیان کی جاتی ہے کیونکہ جنگ قادسیہ سے بڑھ کر کوئی جنگ سلاطین فارس کو پیش نہیں آئی جس میں شاہان فارس نے بڑی کوشش سے لشکر جمع کیا تھا اسکی انتہائی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار تھی اور خدمتگار ملازمین کمسریٹ وغیرہ ملاکر دو لاکھ

سچ پوچھو تو یہ تعداد بھی مبالغہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ والی روایت[لہ] سے اسیقدر ثابت ہے کہ رستم (جو شاہ فارس کا قادسیہ میں کمانڈر انچیف تھا)

بقیہ نوٹ صفحہ ۷ حضرت موسی بنی اسرائیل کو لے کر نکلے ہیں اور میدانوں میں بیابانوں گھوم رہے ہیں۔ چنانچہ خود مسعودی ناقل ہیں کہ حضرت ہارون کی وفات کے تین برس بعد ملک شام کیطرف حضرت موسی گئے ہیں صفحہ ۶۵ مروج الذہب

لہ مورخین کو غور کرنا چاہیے کہ ابن خلدون سا محقق مورخ۔ مورخین کے بیانوں کو اس روایت کے ذریعہ سے لغو ٹھہراتا ہے جو معمولی روایت ہے کیونکہ نہ اسمیں قول خدا ہے نہ قول رسول بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں بیانوں کی حیثیت واحد ہے کیونکہ تاریخی واقعات کی بنیاد بھی انہیں لوگوں کے بیانپر ہے جو چشم دید یا سماعی خبروں سے بیان کرتے ہیں اور یہی

کلمان مین کل ساٹھ ہزار فوج تھی جس سے سعد بن ابی وقاص سردار لشکر اسلام کا مقابلہ ہوا۔ غرض جب ایسے شہنشاہ فارس کی فوج ایسی سخت ضرورت کے وقت جس سے بڑھکر کوئی معرکہ اسکو پیش نہ آیا۔ کل ساٹھ ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار یا بہمہ وجوہ دو لاکھ تھی۔ تو بنی اسرائیل کے لشکر چھ لاکھ ہونا کس عقل سے قبول کیا جاسکتا ہے حالانکہ نہ اونکی سی سلطنت تھی نہ ویسا ملک ۔ نہ ویسی آبادی تہی نہ وہ ذریعے وسیلے انکو حاصل تھے جو شاہان فارس کے قبضہ اقتدار مین تھے۔

(۳) اگر ہم اسکو قبول کرلین کہ بنی اسرائیل کا لشکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ مین چھ لاکھ تہا تو لازم تہا کہ دور دراز ملکون تک انکی حکومت ہوتی۔ بلاد کثیرہ انکے تحت حکومت ہوتے۔ کیونکہ فتوحات کا مدار لشکر کی کثرت پر ہے۔ دولت کی وسعت حامیون مددگارون کے افراط پر موقوف ہے۔ حالانکہ بنی اسرائیل کی حکومت صرف چار مقام مین تہی ملک شام کے دو شہرون مین آردن و فلسطین۔ اور ملک حجاز کے دو قصبون مین مدینہ۔ خیبر۔ تو جس قوم کی فوج چھ لاکھ ہو کیا اُسکی حکومت چار ہی قصبہ مین ہوگی

(۴) اب اسکو بھی دیکھو کہ حضرت موسیٰ مین اور حضرت اسرائیل (یعقوب) مین کتنا تفاوت ہے کل چار پشتون کا فرق ہے۔ موسیٰ۔ عمران۔ یصہر۔ قاہت۔ لاوی۔ یعقوب اسرائیل جیسا کہ توراۃ مقدس مین ہے۔ اور فاصلہ بہی اسرائیل و موسیٰ کے درمیان کل ایکسو

بقیہ نوٹ صفحہ ۹۔ روایت کی بہی ہی۔ فرق اسقدر ہی کہ جو بیان بحیثیت روایت کیا گیا ہی۔ اُسکی تصحیح و تنقید مین زیادہ غور و تامل کیا گیا ہی ناقل کی چال چلن دیانت گفتاری نیک کرداری دیکھی گئی ہی۔ اور تاریخی حیثیت مین اتنی تحقیقات نہین ہوئی نہ اسکی چہان بین کیگئی کہ بیان کرنیوالا کس پایہ کس شان کا تہا۔ (مؤلف) ۱ ابن خلدون نے اسپر نہین غور کیا کہ جنگ قادسیہ کے دس پندرہ برس پہلے شاہان فارس کو ایک سخت جنگ سے مقابلہ کرنا پڑا تہا جسمین قیصر روم سے جنگ ہوئی تہی اور شاہان فارس فتحیاب ہوئے تھے جسمین بہت سی فوج تلف ہوئی اور اُسیوقت سے اس سلطنت مین اضمحلال بہی پیدا ہوا (۲) تورات مقدس مین یہ بہی ہی [۴۳۰] اور بنی اسرائیل کی جو مصر کے باشندے تھے بود و باش چار سو تیس برس تک ہی کتاب الخروج صفحہ [۱۲] اور اگر مورخین کا بیان لیا جائے تو وہ صرف حضرت ہارون اور موسیٰ کی عمر ایکسو بیس برس

تبیس برس کا گذرا ہے کیونکہ خود مسعودی ناقل ہے کہ حضرت یعقوب اپنے فرزندون سمیت جو مصر مین داخل ہوئے تھے تو کل ستر آدمی تھے یہی لوگ بنی اسرائیل کہے جاتے ہین۔

اسکے بعد فراعنہ اور قبطیوں کا انپر تشدد رہا ہے جنمین ہزارون جانین تلف ہوئین جسکے بعد حضرت موسیٰ کیساتھ یہ لوگ مصر سے باہر ہوئے۔ اس داخلہ و خارجہ مین صرف اکیسو بیس برس کا زمانہ صرف ہوا[۱] تو پھر کس عقل سے کوئی قبول کرسکتا ہے کہ ۷۰ آدمی کی اولاد چار ہی نسلون مین اتنی ترقی کرے کہ اکیسو بیس برس مین چھ لاکھ سے بھی زیادہ ہوجائے[۲]

(۵) یہ تاویل بھی نہین چل سکتی کہ یہ تعداد شاید حضرت سلیمان کے فوج کی ہو کہ مورخون نے غلطی سے حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کردیا۔ کیونکہ حضرت سلیمان مین اور اسرائیل مین کل گیارہ پشتون کا تفاوت ہے اس گیارہ پشتونکے تفاوت مین بھی اتنی ترقی ناممکن ہے کہ چھ لاکھ ہوجائے

---

[۱] چار پشتونکا دعویٰ صرف حضرت موسیٰ کی نسبت البتہ صحیح ہو سکتا ہے مگر کل بنی اسرائیل کی بابت مشکل ہے ۱۲

[۲] افسوس ہے کہ اس محقق مورخ نے جو غلطیان جنی ہین مورخین کی اوسمین خود بھی بہت سی غلطی کی ہے کیونکہ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل مین لکھتے ہین کہ سنہ ۲۰۰ھ مین بنی عباس کی جو مردم شماری ہوئی تو ۳۳ ہزار زن و مرد اس خاندان کے شمار مین آئی (دیکھو صفحہ ۱۰۰ جلد ۶ کامل) ہس جب ایک شخص کی نسل نے دوسو برس مین اتنی ترقی کی تو ۷۰ آدمی کی نسل کا ۲۱۰ برس مین اتنی ترقی کرنا کیا مشکل ہے۔ کیونکہ اگر اس مردم شماری کا اوسط نکالا جائے تو ۷۰ آدمی کی نسل دوسو برس مین ۲۳ لاکھ ۱۰ ہزار ہوتی ہے۔ اب اوسمین سے اگر ۸۰ برس نکال لیے جائین تو ایک ثلث سے کچھ زیادہ کم ہو جائیگا۔ ترقی و تنزل نسل مین کثرت مال و دولت کو بہت بڑا دخل ہے جس سے ہر طرح کے اسباب عیش مہیا ہو سکتے ہین۔ دیکھو بنی عباس کی سلطنت سنہ ۱۳۲ سے شروع ہوئی اور ۶۸ برس مین اس نسل نے اتنی ترقی کی بنی اسرائیل کی دولت خود حضرت یعقوب ہی کے زمانہ مین حضرت یوسف سے شروع ہوئی تہی پھر ان ستر آدمیونکی نسل کا اتنا ترقی کرنا کیا دشوار ہے اسکے علاوہ پہلے زمانہ کے قوی اور اس زمانہ کے قوی مین بھی بہت کچھ فرق ہے۔ ملک کی آب ہوا مین بھی فرق ہے۔ ہماری غرض اس ریمارک سے یہ نہین ہے کہ ہم ابن خلدون کی اس تقریر کے مخالف ہین۔ بلکہ یہ دکھانا ہے کہ خود یہ مورخ بھی اتنی تحقیق کے ساتھ غلطی سے نہین بچ سکا پھر کس منہ سے ہم کہہ سکتے ہین کہ اصل چیز تاریخ ہے۔ ۱۲ مولف

اگر ان امور کو روز مرہ کے واقعات سلطنتی ترقی و تنزلی سے ملائیں تو یقیناً معلوم ہوگا
کہ اون مورخین کا بیان محض غلط ہے۔ اور کسی طرح درست نہیں۔ حالانکہ یہود ونکی صحیح تاریخ
سے اسیقدر ثابت ہے کہ حضرت سلیمان کی فوج بارہ ہزار تہی اور چودہ سو گہوڑے تھے جو
در دولت پر بندہے رہتے۔ یہ زمانہ حضرت سلیمان کا وہ زمانہ ہے جسمین دولت بنی اسرائیل
پورے شباب پر تھی کہ ایسی عظمت بنی اسرائیل کو کبھی بہی نہ نصیب ہوئی چہ جائے زمانہ
حضرت موسیٰ۔ کہ نہ ابہی سلطنت قائم ہوئی تھی نہ دولت نے صورت پکڑی تہی۔ فرعون
کے ظلم و تشدد سے بہاگے تھے مصر سے نکلکر بیابانون مین گھوم رہے تھے نہ کوئی ملک فتح ہوا
تھا نہ کوئی ایسا شہر ہاتھ آیا تہا۔
یہی حال تمامی مورخین کا ہی جب وہ لشکر اسلام کی تعداد بیان کرتے ہین غلط[1] لکھڈالتے ہین
کچھ نہین سوچتے کیا لکھتے ہین نہ شہرونکی وسعت کا خیال رہتاہے نہ آبادی کی حالت کا۔ اسیطرح
جب خراج آمدنی۔ مالگذاری سلاطین کی لکھتے ہین۔ یا امرا و روسا کے خرچونکو بیان کرتے ہین یا
مالدارونکی مالداری کا ذکر کرتے ہین تو اتنا مبالغہ کرتے ہین جسکی کوئی حد و انتہا نہین ہوتی۔ یہ
سب اس غرض سے ہے کہ لوگونکو عجیب و غریب قصہ سنائین اور نئی نئی باتین بتائین حالانکہ
اگر سلاطین کا دفتر دیکھو۔ یا مہاجنون مالدارونکی بہیان کہولو۔ امرا و روسا کے حالات کی
تحقیقات کرو تو ان مورخین کے بیان کا بیسوان حصہ بھی صحیح نہ نکلیگا۔ ان سب باتون کا
سبب یہی ہے کہ ہر آدمی کو نئی باتونکے سننے کا شوق ہی عجیب و غریب باتونپر فریفتہ ہوتے ہین

[1] اگر حال یہ کہ مورخین ان امور پر جو بطور اصول کے اس مورخ نے بیان کیئے غور کرین اور تاریخی واقعات
مین اسطرح کی چھان بین کرین۔ تو بہت سے اغلاط سے اونکو نجات مل سکتی ہے اور تاریخ پر ایمان لانیوالے
حضرات کا ایمان ضرور متزلزل ہوگا جس سے وہ سمجھینگے افیونی کی پینک پر ہم ایمان لاتے ہین ۱۲ مترجم جس مصیبت
پر یہ مورخ رو رہا ہے وہ اُس زمانہ کی مصیبت ہے جبکہ اسلامی احکام جاری تھے اسلامی خلفا و سلاطین
کا بازار گرم تھا روک ٹوک رہتی تہی علما کملا تمام دنیا مین پھیلے تھے۔ اونی اونی بات پر تفسیق ہوتی جرح و قدح
ہوتی نشست و برخواست اوسکی موقوف ہوتی کفر کا فتوی جاری ہوتا۔ اسوقت ان مورخین کے وہ
خیالات تھے۔ پہر اس زمانہ کا کیا کہنا کہ نہ اسلامی حکومت ہے نہ شرعی احکام کا رواج جتنا ما مقید زیادہ ہے

جھوٹی سی زبان پر پہاڑ اٹھا لو - اسکا کوئی خوف نہین لوگ ہملو دروغ گو کہین گے یا مفتری بنائینگے بے سمجھے بوجھے لکھدیتے ہین -

ان مورخین کی یہ حالت ہے کہ نہ اونکو تحقیق سے غرض ہے نہ تنقید سے مطلب - نہ غلطی کی پروا ہے نہ خطا و لغزش کا خوف نہ کسی بیان مین اونکو واسطہ کی ضرورت ہے نہ بیان کرنیوالونکی سچائی راستگوئی نیک نیتی سے غرض - نہ بحث ہے نہ تفتیش نہ غور ہے نہ فکر - بے لگام گھوڑے کیطرح کذب وافترا کے میدان مین دوڑتے ہین قول خدا کے مطابق وہ لوگ خدا کی آیتون سے تمسخر کرتے ہین اور جھوٹی حدیثونکو کھیل کو دسے خریدتے ہین کہ خدا کی راہ سے گمراہ ہین،،

یہ تو ایک واقعہ ہے جسمین مورخین نے اتنی غلطی کی اب دوسرا واقعہ سنئے جسپر تمامی مورخین کا اجماع ہے اور سبھنے بالاتفاق لکھا ہے یہ واقعہ قوم تبع کا ہے جنکی یمن اور جزیرہ عرب مین حکومت رہی ہے -

انکی نسبت مورخین کا بیان ہے کہ یہ لوگ یمن سے نکلکر افریقہ و بربر تک فتوحات کرتے چلے گئے جو بلاد مغرب مین ہے - انہین سلاطین سے افریقش نامے ایک بہت بڑا بادشاہ گذرا ہے - جسکا زمانہ حضرت موسیٰ کے قریب تھا - اسنے ملک افریقہ کو فتح کیا اسی مناسبت سے افریقہ اوس ملک کا نام ہوا - اور بربر تک اپنی حکومت پہونچائی بلکہ بربر کا نام بربر اسیوجہ سے پڑا کہ وہ لوگ باتین کر رہے تھے - اوسپر افریقش نے کہا کہ ماھذہ البربرہ - یہ کیا بربرا رہے ہین - جبھی سے اون لوگونکا یہ نام ہوگیا - اون لوگون نے جب وہان سے کوچ کیا تو کچھ لوگون نے قبائل حمیر سے

بقیہ حاشیہ ص ۱۱ ونا ہی اوسکی قدر و منزلت ہے جسقدر جھوٹھ بکے اوسیقدر اوسکو فروغ ہے - سر پر ترکی ٹوپی ہو کچھ انگریزی جانتا ہو کچھ عشقیہ مضامین لکھ لیتا ہو نظم مین نہین نثر مین کچھ انگریزی محاورات کچھ اوسکے طرز کا تتبع ہو پھر کیا ہی جھوٹا سے جھوٹا قصہ بنائے فسانہ لکھنا شروع کرے ماہانہ ناول نکالے وہی محقق ہے وہی مورخ - روز بروز اسکے فسانونکا شوق ذوق بڑھتا جاتا ہے اور وہ بجائے خود بو علی سینا بن رہا ہے - ایسے ایسے قصہ گو اپنے کو محقق سمجھین مورخ کہلائین تاریخ پر ایمان لائین خدا کی شان افسوس ہزار افسوس !!!

لوگونکے اختلاط و آمیزش سے پیدا ہوئین - اسیوجہ سے طبری[1] جرجانی مسعودی ابن کلبی - سہیلی سب کے سب قائل ہین کہ صنہاجہ و کتامہ حمیر کے قبیلہ سے ہین - حالانکہ بربر کے علماء نسب بالکل اس سے انکار کرتے ہین جو بہت صحیح و درست ہے -

---

[1] طبری وہ مورخ ہے کہ تاریخی دنیا مین اپنا نظیر نہین رکھتا اگر اسکی لائف لکھی جائے تو ایک دفتر تیار ہو - انساب سمعانی مین ہے کہ اسکی کنیت ابو جعفر اور نام محمد ہے نسب نامہ انکا یہ ہے محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری - ولادت انکی قصبہ آمل مین ہے جو مضافات طبرستان سے ہے جو ممالک محروسہ ایران مین داخل ہے باپ کی نسبت اسقدر ثابت ہے کہ بہت مالدار تھے اور کچھ اراضی کے مالک تھے جس سے طبری کی خبرگیری زمانہ طالب العلمی مین اور اوسکے بعد بھی کرتے - طبری کا قیام بعد فراغ اکثر شہر بغداد مین تھا تکمیل علوم بلکہ علمی عروج کے بعد

ایکدفعہ اپنے وطن بھی گئے تھے مگر اوس زمانہ مین تمامی طبرستان مین تشیع پھیل چکا تھا - اسی خیال سے اونہون نے کچھ قیام کے بعد وہانکی سکونت ترک کردی - بغداد چلے آئے اور تادم مرگ یہین رہے - یاقوت حموی نے گیارہ بارہ ورق مین انکی لائف لکھی ہے جسکا ایک جملہ یہ ہے " اسلام مین جتنے علوم کی جامعیت انمین تھی کسی مین نہین " انکی تاریخ دنیا مین اون نادر چیزون سے ہے جنکی نظیر نہین - خالص اہل سنت والجماعت سے تھے کہ خلفاء اربعہ کی امامت کے قائل تھے - مثل ائمہ اربعہ یہ بھی مجتہد تھے - اور اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے تھے کسی مذہب کا ہو جبکہ عقلی دلیلون سے اوسکا قول باطل ٹھہرے مثل مسئلہ قدر وغیرہ کے سمعانی لکھتے ہین کہ یہ بھی ائمہ علماء سے ہین جنکے فتوی اور اجتہاد پر لوگ عمل کرتے اور مثل ائمہ اربعہ انکی تقلید کرتے ابو حامد اسفرائنی فرماتے ہین کہ اگر انکی تفسیر کی جستجو مین کوئی ملک چین تک کا سفر کرے تو اس سفر پر ناز نہین کر سکتا -

طبری نے اپنے شاگردون سے کہا کہ تفسیر کی نقل کروگے - اونہون نے پوچھا کتنا حجم ہوگا - کہا ۳۰ ہزار ورق شاگردون نے کہا اتنے مین تو ہماری عمرین تمام ہوجائینگی تب ۳ ہزار ورق مین اوسکو مختصر کیا - پھر ایکدفعہ تاریخ کی بابت کہا اسکی نقل لوگے - پوچھا کتنا حجم ہوگا - کہا ۳۰ ہزار ورق شاگردون نے پھر وہی جواب دیا کہ اتنے مین عمرین ختم ہوجائینگی - اوسپر طبری نے کہا انا للہ کیا ہمتین تم سب کی

امام نووی فرماتے ہین طبری کا شمار امام ترمذی و امام نسائی کے درجہ مین ہے کہ بہت سے شیوخ بخاری و مسلم سے اونہون نے ہی حدیث کی سماعت کی۔ انکی تاریخ و تفسیر مشہور ہے۔ علی بن عبید اللہ سمسار ناقل ہین کہ طبری نے چالیس برس تک روزانہ ۴۰ ورق لکہا ہے (لہذا اس حساب سے طبری کی کتابت ۵ لاکہہ ۶۰ ہزار ورق ہوئی) علامہ ذہبی کہتے ہین کہ شاگردان طبری نے حساب لگایا ہے کہ مصنفات طبری کا حساب یون ہو سکتا ہے اگر روز بلوغ سے تا روز وفات روزانہ دس ورق لکہتے تو اسکی لکہائی پوری ہوتی انکی تصنیفات سے کتاب التفسیر کتاب التاریخ کتاب القرات کتاب اختلاف العلما کتاب تاریخ الصحابہ والتابعین کتاب احکام شرایع الاسلام جو خاص انکی اجتہادات مین ہے کتاب الخفیف اوسیکا مختصر کتاب التبصیر فی اصول الدین کتاب تہذیب الآثار جسمین خلیفہ اول سے لیکر عشرہ مبشرہ اور اہل بیت تک جتنی روایتین منسوب ہین سبکو لکہا ہے اور اوسکی سند وغیرہ پر پوری بحث کی مگر ناتمام رہی۔ اور کتاب الوسیط جسکی کتاب الطہارۃ ۱۵۰۰ ایک ہزار پانچ سے ورق مین ہے اور کتاب المحاضر والسجلات۔ اور جب سنا کہ ابن ابی داؤد نے کچہہ کلام کیا ہے حدیث خم غدیر کے بارہ مین تو کتاب الفضائل تصنیف کی اور اس حدیث کی صحت کو پورے طور پر ثابت کیا جسپر امام ذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ مین لکہتے ہین کہ مین نے ابن جریر کی ایک جلد اس حدیث غدیر کے بارہ مین دیکہی جسکے دیکہنے سے مجہے دہشت معلوم ہوئی کہ اتنی اسناد سے یہ حدیث وارد ہے۔

علامہ سیوطی کو بہت افسوس ہے کہ طبری کو ہمارے علما نے مجددین مین کیون نہ داخل کیا اسیوجہ سے انکو تیسری صدی کا مجدد قرار دیا بلکہ کتاب منتہی العقول مین لکہتے ہین جسمین ہر علم کی انتہا ایک عالم کے ذریعہ ثابت کی ہے

امر بالمعروف نہی عن المنکر	عمر فاروق	کتابت قرآن	عثمان بن عفان	علم قضا	علی بن ابی طالب
علم الفرائض	زید بن ثابت	علم الفقہ	معاذ بن جبل	علم التفسیر	ابن عباس
اظہار علم قرآن	نافع	علم السنۃ	امام مالک	علم غریب	امام ابو حنیفہ
علم فقہ السنۃ	امام شافعی	حفظ احادیث	امام احمد بن حنبل	تعبیر و تصوف	فضیل
علم التصوف	جنید	زہد	ابراہیم بن ادہم	[illegible]	سری سقطی
صحت کتب	امام بخاری				

علم تاریخ — طبری — شعر — متنبی — علم الاسما — آدمؑ

تکلم — موسیٰؑ — روحانیت — عیسےٰؑ روح اللہ — فضل — محمدؐ مصطفےٰ

علم لدنی — خضر — جمال — یوسفؑ

کہ سب آپکے نائب تھے

(میرے خیال مین اگر علامہ سیوطی انبیاؑ کو مقدم کرتے تو خوب تھا۔)

جہان بہت سے مسائل ہین طبری نے دیگر آئمہ سے مخالفت کی ہے روایت تلک الغرانیق العلی مین بہی مخالفت کی ہے اور اسکو رد کیا ہے کہ محض غلط ہے اسیطرح وضو غسل مین رجلین کے بارہمین بہی انہون نے کل ائمہ کی مخالفت کر کے مسح رجلین کا فتوی دیا جو بہت مشہور ہے چنانچہ امام نووی اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکہا ہے کہ فقہاء مسلمین سے محمد بن جریر طبری قائل ہین مسح قدمین کے امام زرقانی لکہتے ہین کہ امام الائمہ ابن خزیمہ کہتے ہین میری دانست مین روے زمین پر طبری سے بڑہکر کوئی عالم نہین گذرا سیوطی لکہتے ہین کہ یہی اون دس مجتہدون سے ہین جنکا فتوی پانچسو برس تک جاری رہا مگر ابن فرحون کہتے ہین کہ طبری کی تقلید چوتہی صدی کے بعد سے متروک ہوگئی کتاب الاعلام مین ہے کہ جب معتز عباسی کے بیٹے عبداللہ کی بیعت بخلافت ہوئی تو طبری نے پوچہا کہ اوسکا وزیر کون ہوا کہا محمد بن داؤد۔ پہر پوچہا قاضی کون ہوا کہا ابو المثنیٰ۔ اسکے سننے کے بعد دیر تک سر جہکاے رہے پہر کہا یہ خلافت نہین چلیگی وجہ پوچہی تو کہا زمانہ ادبار کا ہے یہ سب صاحب فضل وکمال ہین اپنے اپنے رسوخ کے خواہان اس زمانہ کے مطابق اونکی ریاست نہین ہوسکتی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند روز بعد وہ خلافت سے معزول کر دیا گیا۔

طبری کی تاریخ پہلے ملک جرمن مین چہپی پہر اوسکی نقل سے مصر مین چہاپا چہاپی گئی اور [illegible] علامہ یافعی لکہتے ہین تاریخہ

اصح التواریخ واثبتہا یعنی کل تاریخون مین یہی تاریخ صحیح ترین تواریخ ہے اصح الکتب کا لقب سوا صحیحین کے اور کسی کتاب کو نہین حاصل ہے جسپر اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کہا جاتا ہے مگر ہان یہ تاریخ طبری بہی اوسی درجہ اور پایہ کی ہے جسکو اصح التواریخ کا خطاب ملا ہے [illegible] اسکی عظمت کی [illegible] [illegible] ایک [illegible] حرف کو [illegible] اسکو [illegible] کرانا اور [illegible] چہپوایا

[illegible]

واامراض نے اس دریاے ناپید اکنار کو زیر خاک پنہان کر دیا۔ ولادت طبری کی ۲۲۴ھ مین بمقام آمل ہوئی اور ۸۶ برس کی عمر پاکر ۲۸ شوال کو ۳۱۰ھ مین وفات کیا رنگ انکا گندم نما تہا بدن لاغر قد دراز فصاحت وگویائی مین طاق کبہی خضاب نہین لگایا گر مرتے وقت تک داڑہی کے اکثر بال سیاہ تہے انکو حنابلہ (مقلدین امام احمد ابن حنبل جنکی کچہ یادگار آج کل اہلحدیث ہین) بہت ستایا تہا۔ وجہ اس برہمی کی یہ تہی کہ بفرمایش خلیفہ مکتفی باللہ انہون نے فقہ مین کتاب العلما لکہی۔ تو کل آئمہ کے اقوال لکہے مگر امام احمد بن حنبل کا کوئی قول نہ لکہا۔ کیونکہ اونکے بارہ مین انکا یہ اعتقاد تہا کہ امام احمد محدث ہین نہ فقیہ اسی وجہ سے وہ سب برہم ہوگئے۔ چونکہ شہر بغداد مین اس فرقہ کا بہت زور رہا جو چاہتے کر ڈالتے انکے پاس لوگونکی آمدورفت بند کر دی تہی۔ کسیکو آنے نہین دیتے چنانچہ مختصر تاریخ خطیب مین ہے کہ انکے مرنے پر بہی حنابلہ نے کسیکو اجازت نہ دی کہ انکے جنازہ مین کوئی شریک ہو باینہمہ بہت سے لوگ آگئے اور کئی مہینہ تک رات دن انکی قبر پر نماز جنازہ ہوا کی۔ اپنے ہی گھر مین جو محلہ رحبہ ابن یعقوب مین تہا دفون ہوے۔ اسپر بہی جب حنابلہ کا غصہ فرو نہوا تو انکو رافضی کا خطاب دیا جو آخری انتقام تہا (دیکہو تتمہ المختصر ابن وردی)

ہاے! علما کی باخودہا کی نفسانیت نے کیا کیا فتنے نہ دنیا مین پیدا کیے جسکا آخری نتیجہ اضمحلال ہمارا ہے اس مختصر نوٹ مین اتنی کتابین داخل ہین جنکی اصلی عربی عبارتین ہمارے پیش نظر ہین۔

(۱) معجم

(۲) مختصر تاریخ خطیب بغداد — یحیی بن عیسی بن جزلہ	(۳) طبقات شافعیہ کبری — تاج الدین عبد الوہاب سبکی	(۴) معجم یاقوت (۵) انساب سمعانی
(۶) روض المناظر — زین الدین محمد بن شحنہ	(۷) تہذیب الاسماء واللغات — محی الدین نووی	(۸) طبقات شافعیہ — تقی الدین ابن قاضی
(۹) تذکرة الحفاظ — ذہبی	(۱۰) تتمہ المختصر — ابن وردی	(۱۱) عبر — ذہبی
(۱۲) طبقات الحفاظ — سیوطی	(۱۳) تنبیہ — سیوطی	(۱۴) منتہی العقول — سیوطی
(۱۵) مرآة الجنان — یافعی	(۱۶) طبقات المفسرین — داودی	(۱۷) فیض القدیر — مناوی
(۱۸) الاعلام — قطب الدین احمد مکی	(۱۹) کتاب الجنہ — نواب صدیق حسن خان	

...کا یہ اعتراض دربارہ صنہاجہ و کتامہ (طبری۔ جرجانی۔ مسعودی۔
ابن کلبی۔ سہیلی) پر نہ کسی دلیل قوی سے ہے جسکو اونہون نے لکھا ہو۔ نہ کسی آیت و حدیث کی بنیاد پر بلا
صرف یہ زور ہے کہ تمام بربر کے علمائے انساب اس واقعہ کے منکر ہین نہین مانتے کہ صنہاجہ و کتامہ
حمیر کے قبیلہ کے اختلاط سے پیدا ہوئے۔

یہ اعتراض یا انکار مناظرہ کے اس اصول پر ہے کہ منکر کو دلیل کی حاجت نہین۔ بینہ مدعی پر ہے جس سے
بار ثبوت اونہین مورخین کے ذمہ ہے جو اسکے مدعی ہین۔

ابن خلدون خود بھی اونہین علمائے اہل مغرب سے ہین جنکی نسل مین وہ اختلاط بیان کیا جاتا ہے
اسی وجہ سے بہت ہی بے پروائی کے ساتھ مورخین کے اقوال کو اونہون نے رد کر دیا کہ اہل
البیت ادری بما فی البیت گھر والا جو حال جانیگا بیگانہ کیا جان سکتا ہے۔؟

علامہ طبری کی جلالت قدر۔ کثرت اطلاع۔ تبحر علم۔ کو دیکھو اونکے مورخ۔ محدث۔ محقق۔ مفسر
مجتہد ہونے کا خیال کرو اور پھر اس قوی اعتراض کو دیکھو تو تم خود نتیجہ نکال لوگے تحقیق اور
تبحر سے کثرت معلومات کثرت تصانیف اور تبحر۔ دونون مین لزوم نہین۔

یہ بھی سمجھو گے کہ جب وقایع نویسی مین ایسے کملا غلطی سے نہین بچے ہین تو دوسرا کوئی کیا
بچ سکتا ہے جسکو ان علما کے عبارت سمجھنے کی بھی پوری لیاقت نہو۔

تیسرا چوتھا واقعہ قبل اسلام کا ذالاذعار بادشاہ ارم ذات العماد ہے جسپر علامہ ابن خلدون
نے بہت سے اعتراضات کرکے مورخین کی لغویت و غلط بیانی ثابت کی ہے۔ اسکے بعد علامہ
ابن خلدون خاص اسلامی واقعات پر آکر۔ یہ ریمارک کرتے ہین۔

وہ کہ انہین حکایات واہیہ سے یہ حکایت ہے جسکو تمامی مورخین نے نسبت رشید و برامکہ مین نقل کیا
ہے کہ ہارون رشید خلیفہ جیسا شراب کا عاشق تھا۔ ویسا ہی اسکا یہ بھی منشا تھا کہ اوسکی بہن عباسہ
اور اوسکا وزیر جعفر ابن یحیی بن خالد جو اوسکا غلام تھا جلسہ شراب خواری مین پاس رہین شراب
پلائین۔ اسی دلی آرزو بر لانے کیلئے ہارون نے عباسہ اپنی بہن کا عقد اپنے وزیر جعفر سے
کر دیا کہ دونون باجود باشرعی محرم نہین۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ اس نکاح کا اثر صرف
اوسی صحبت تک رہے جو بزم شراب ہو اسکے بعد پھر دونون مین وہی حرمت جاری ہو جو

حسن وجمال پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ لہذا ایسے ایسے حیلے نکالے کہ آخر وصل جعفر حاصل کیا گیا نشہ شراب مین صحبت ہوئی جس سے حمل بھی رہا۔ اس واقعہ کی خبر جب ہارون رشید کو ملی تو اسنے خاندان برامکہ نیست ونابود کر ڈالا"

یہ واقعہ لکھکر علامہ ابن خلدون فرماتے ہین "یہ بہیات ہیہات ایسی باتونکو عباسہ سے کیا واسطہ اوسکا منصب دینی دنیوی۔ اوسکی جلالت قدر خاندانی عزت جلالت عظمت ایسی نہتھی جو ان امور کی اودھر نسبت کیجائے؟

عباسہ حضرت عبداللہ بن عباس کی پوتی ہے کہ چار ہی پشتونکا فاصلہ ہے عبداللہ بن عباس تک علی ابوالخلفا محمد سجاد۔ المنصور۔ المہدی۔ عباسہ خواہر ہارون رشید۔

یہ عباسہ خلیفہ کی بہن ہے خلیفہ کی بیٹی ہے محفوف ہے ساتھہ ملک عزیز وخلافت نبوۃ وصحبت رسول کے اوس خاندان والاشان سے ہے جو لوگ امام ملت مانے جاتے ہین جنکے گہر ملائکہ کا نزول ہوتا نور وحی سے منور رہتا۔ کوئی پہلو اوسکا نہین نکلتا جو عرب کی سادگی سے علحدہ ہو یا دین کے قیود سے خارج ہو بزم عیش وعشرت محفل طرب ونشاط سے اوسکو کیا مطلب۔ فحش وبیہودگی سے کیا واسطہ!!

ہزار افسوس! اگر اس خاندان مین اسطرح کے لہو ولعب فحش وعیش وعشرت کی باتین ہونگی تو پھر عصمت۔ عفت۔ طہارت کہان پائی جائیگی؟ اگر ایسے گھرانہ مین نیک چلنی تقوی طہارت صفائی صلاح سداد نہ ملیگی تو دنیا مین ان باتون کا کہان پتہ ملیگا بھلا کیونکر ممکن ہے کہ ایسے خاندان عالی کا وصل وپیوند جعفر برمکی سے ہو کیا وہ عرابی شرافت جو خاص قریش کے اعلی ترین قبائل سے ہو اور عم رسول کی نسل سے ایک عجمی کی بدولت خراب ہوجائیگی مانا کہ اس دولت بنی عباس کی بدولت اوسکا درجہ بلند ہوا عزت ملی قدر ومنزلت نے ترقی کی۔ مگر پھر بھی غلام ہے۔ اوس سے ایسی شاہزادی کو کو لنسا ربط ہے؟

کیا ہارون رشید ایسا پست ہمت ذلیل وخوار تہا جو اس رشتہ کو پسند کرتا کہ اپنی ساری

ہمتی ایسی باتوں کو گوارا کرسکتی ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی منصف مزاج عاقل دیندار صرف اسی بات کو خیال کرے کہ عباسہ شاہزادی ہے اور ایسی شاہزادی کہ دوسری کوئی شاہزادی اوسکی ہمسر نہیں تو فوراً اس واقعہ کی تکذیب کریگا اور کسی طرح نہ قبول کریگا کہ اوسکا عقد اوس غلام زادہ سے ہوا جسنے اسی خاندان کی بدولت ساری عزت پائی کہاں ہارون رشید کی وہ قدر و منزلت کہاں عباسہ کی وہ عزت و جلالت کہاں معمولی لوگوں کی ذلالت؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک یہ سب بیان مورخین کا محض غلط ہی افسانہ ہے صحت و راستی سے کوئی واسطہ نہیں۔ برامکہ کی تباہی بربادی اونہیں کی شرارتوں سے ہوئی کہ تمام سلطنت پر محیط تھے ہر صیغہ پر وہی حاوی تھے۔ خراج دفتر سفارت وزارت حجابت خزانہ سب پر اونہیں کا تسلط تھا کہ ادنیٰ ادنیٰ امور میں ہارون اونکا محتاج ہوتا۔ اور بغیر اونکے کوئی کام سلطنت کا چل نہیں سکتا تھا ۲۵ آدمی اسی خاندان کے صرف دار الخلافت میں امیر و رئیس بنے تھے کہ کوئی سررشتہ اونسے خالی نہ تھا۔ خود ہارون رشید اس جعفر کے باپ یحییٰ کو یا ابت کہتا۔

رعایا۔ برایا لشکر و سا امرا اسکے سب انہیں لوگوں کو خلیفہ اور مالک مستقل سمجھتے۔ قصیدے کہے جاتے تعریفیں ہوتیں ہارون کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ انہیں اسباب سے ہر شخص اس خاندان کا دشمن ہوگیا تھا جس سے سارے حالات انکے ہارون پر منکشف ہوئے اور اوسنے سمجھ لیا جبتک انکا قلع قمع نہو گا میری سلطنت نہیں رہ سکتی۔ لہذا ہارون نے ان سب کو ہلاک کیا اور اس خاندان کو مٹا دیا۔

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر ۔۔۔ اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

میں تو ابھی اسی علامہ محقق ابن خلدون کے ساتھ صف ماتم پر بیٹھا کبھی خلافت پر کبھی برامکہ کی حالت پر نوحہ خوان تھا کبھی اسلامی مورخونکے نام پر رو رہا تھا کہ نہ انہوں نے اصل واقعہ پر غور کیا نہ خاندان بنی عباس کی جلالت و شرافت پر خیال دوڑایا

ہے ہاشمی ہے رسول اللہ کی چچا کی پوتی پروتی ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن کی چوتھی ہی پشت ہے۔

آن باتونکو بالائے طاق رکھکر ان مورخون نے وہ وہ باتین جوڑ دین جو معمولی عورتون مین بھی مشکل سے پائی جاتین کیونکہ عورتونکی شرم وحیا خلقی ہے۔

چہ جائیکہ عباسہ اسکی مرتکب ہو کہ جعفر کو شراب پلا کر بدمست کرکے حالت نشہ مین لذت وصال حاصل کرے۔ کہ یکایک میرے ایک لائق دوست نے حال کا چھپا ہوا ناول جسکا نام ہی جعفر وعباسہ ہے میرے سامنے پیش کیا کہ حضرت آپ تو یہ لکھ رہے ہین اور اس زمانہ کا نامی مورخ محقق اس واقعہ کو ایسا سچا سمجھتا ہے کہ ناول ہی لکھدیا۔ عام قاعدہ کے موافق اس قسم کے ناول اونہین واقعات سے لکھے جاتے ہین جو تاریخی صحیح واقعہ ہون اس دوست کے چٹ پٹے فقرونکو اور لوگ تو نمک بر جراحت پاشیدن کہینگے مگر میرے دلکی حالت کچھ اور ہی تھی مین سمجھتا تھا کوئی میرے قلب ودماغ پہ آرہ چلا رہا ہے یا کند چھری سے کاٹ کاٹ کر نمک مرچ مل ملکر آگ پہ جلا رہا ہے۔

ناول اوٹھا کر جو دیکھتا ہون تو جوب خط فارسی حرفون مین "جعفر وعباسہ لکھا" ہے اور اوسپر انگریزی حرفون مین بصورت ہلال "وہی جعفر اینڈ عباسہ" مرقوم ہے کہ صرف مسلمان ہی نہین غیر اقوام بھی دیکھین۔

اسکے نیچے وہ ایک اخلاقی اور تاریخی ناول جسمین عورتونکی بے پردگی کے نقصانات نہایت کامیابی سے دکہائے گئے ہین" لکھا ہے جس سے ہرشخص یہی سمجھا ہوگا کہ پورا صحیح اور واقعی تاریخی قصہ ہے۔

ہائے اسلام تیرے رسولؐ کے چچا کی بیٹیون کا ناول لکھا جانے لگا۔

ہائے اے اسلام تیرے خلیفہ کی بیٹیون بہنون کی اب یہ نوبت ہوگئی کہ معشوق دلربا بنائی جاتی ہین۔ جو خاص بازاری عورتونکے خطابات ہین۔

ہائے اے اسلام یہ عباسہ تیرے اوس خلیفہ کی بہن ہی جو مدینہ مین جاکر قبر رسول اللہ پہ

ہائے اے عباسی خلافت یہ عباسہ تیری وہ لخت جگر ہے جسکی جگہ اوس حجرہ مین تھی جو بقول ابن خلدون مہبط ملائکہ و نور وحی تھا۔ اب اوسی عباسہ خلیفہ کی بیٹی خلیفہ کی پوتی خلیفہ کی بہن خلیفہ کی پھوپھی کے حالات ناول کی حیثیت سے یون سربازار بکتے ہین جسکو جوانان عاشق مزاج ہندو مسلمان۔ عیسائی یہودی۔ مجوسی۔ دہریہ۔ خریدتے ہین۔

ہائے اے اسلام تیری اب کیا گت بنگئی۔ اب تو کونسی روش اختیار کریگا کس پہلو تیرا حشر ہوگا۔

ہمکو خوب یاد ہے کہ ایکدفعہ انگریزون نے یا پارسیون نے رسول اللہ کا ناٹک نکالنا چاہا تھا جسمین نہ کوئی حسن فروشی تھی نہ عشوہ گری مگر مسلمانون مین بے انتہا جوش پھیلا تھا کوئی اخبار کوئی رسالہ ایسا نہ تھا جسمین اوسکی داد فریاد نہو۔

مگر اب وہی مسلمان ہین جو بطمع زر ایسے ایسے بزرگونکے ناول لکھ رہے ہین اور دیگر اقوام کے سامنے اسلام کی توہین کرتے ہین مگر کسیکو خیال بھی نہین ہوتا۔

مسلمانو! غور کرو یہ عباسہ کون ہے کیا تمہاری شاہزادی نہین ہے؟ خلیفہ کی بہن نہین ہے؟ خلیفہ کی بیٹی نہین ہے اچھا نہ سہی قریشی تو ہے! ہاشمی تو ہے! مطلبی تو ہے۔ رسول اللہ کے چچا کی پوتی ہے۔ اگر بالفرض ہارون رشید سے ایسی سخت غلطی ہوگئی۔ یا عباسہ بنفس امارہ کے پھیر مین آگئی۔ تو کیا تم اسپر پردہ نہین ڈال سکتے۔ چھپا نہین سکتے اوسکے ظاہر کرنیکی کیا ضرورت تھی؟

ہمنے مانا تمہاری آزادی اسکے چھپانے کی روادار نہین۔ تو اوسیقدر رہیلک یہ ظاہر کرو جو سچ اور صحیح ہے اپنی طرف سے جھوٹھ۔ افترا۔ تہمت۔ بہتان باندہنا کن اصول سے جائز ہے۔

افسوس جب آپکے اسلام کے خلیفہ کی بیٹی بہن کا یہ حال ہو تو آپ غیر اسلام کی کس بات پر ہنس سکتے ہین اونکے نازیبا واقعات پر کس منہ سے مضحکہ کروگے؟ کیا یہ جواب دوگے کہ ہارون رشید خلفاے راشدین نہین ہے؟ اچھا نہ سہی اسلامی خلیفہ تو ہے حضرت

[illegible]

کیا حالت ہوگی - کیا اسلامی حمیت سچ مچ تمسے جاتی رہی - کیا عربی خون کی گرمی تم مین مطلق نہ رہی - غیرت - عزت - شرافت - سب کھو بیٹھے - کیا ایسے ہی فسانون پر تمہاری اوقات ہے کیا ایسے ہی ناولون پر تمھارے اخلاق کی بنیاد ہے -

واہ رے مسلمانون کی حمیت! واہ رے مسلمانون کا جوش وخروش! واہ رے مسلمانون کی دینداری - دن کو اندھیرا اسلئے تھے اب آنکھون سے دیکھتے ہین طوفان بے تمیزی ایک مقولہ تھا مگر اب پیش نظر ہے - اشراف گردی زبانی بات تھی اب تو مجسم ہے مسلمانون! تم اسلامی تنزلی پر روتے ہو رات دن ہائے واویلا کرتے ہو - اور یہ نہین سمجھتے کہ تم کیا کر رہے ہو کیا ایسی ہی تصنیفونکے بعد تمکو اسلامی ترقی کی امید ہے کیا ترقی کرنیوالی قومونکے یہی افعال ہین کہ اپنے دینی یا دنیوی پیشواؤن کی اس غلط طریقہ سے ناول نویسی کرین؟

کیا تم نہین جانتے وہ توہمات وخیالات جو دل ودماغ کے اندر گھوم گھوم کر دین یا عقیدہ کو فاسد کرتے ہین - جب زبان پر آگئے تو محتسب اور پولیس کا پہرہ قائم ہو جاتا ہے لکھنا آخری درجہ ہے جسکو وہ پختگی ہوتی ہے کہ اوسکا رنگ مٹائے نہین مٹ سکتا اسلئے وصیتین لکھی جاتی ہین - معاہدے تحریر ہوتے ہین کہ قابل وثوق واعتماد ہو - گو اس عام قاعدہ کا اثر سب پر یکسان ہے - مگر جاہلون گنوارون نادانون پر سب سے زیادہ ہوتا ہے جو لکھی ہوئی چیز کو ایک قابل وثوق دستاویز سمجھتے ہین چہ جائیکہ بحیثیت کتاب یا رسالہ ہو جسکو وہ آسمانی کتاب سمجھتے ہین اور ایمان لاتے ہین -

خود مجھسے ایک افیونی شاعر جو کچھ باسواد بھی ہے اس کہنے پر الجھ پڑا کہ وہ افسانہ امیر حمزہ محض لغو دروغ بیہودہ مہمل ہے!! اور قسمین کہانے لگا کہ واللہ باللہ سر مو غلط نہین کتاب اور غلط؟ معاذ اللہ -

---

کہئے تو جب آپکی قوم کی جہالت کا تھرمامیٹر اتنا تیز ہو تو اوسکے سامنے اگر خلیفہ کی بہن یا کسی دوسری بزرگزادی کا ناول لکھیے گا تو ناظرین کو کبھی غلطی کا گمان بھی

ہو گا ہرگز نہین کیونکہ ناولونکے شائق وہی جہال۔ رندمزاج بچے۔ بوڑھے۔ افیونی۔ مدکی ہوتے ہین جو علم کی روشنی سے محروم ہین۔ انہین ناولونکو وہ کتاب اور علم جانتے ہین اور اسیکو تاریخ اسیکو ہسٹری مانتے ہین۔

گو وہ جاہل ہین مگر آپ بھی تو اونکے جاہلانہ اعتقاد کو (جو ہمیشہ مستحکم ہوتا ہے) پختہ اور مضبوط کرتے ہین کہ ان ناول نویسونکو مولانا۔ فاضل۔ حکیم۔ وغیرہ وغیرہ معزز خطاب مرحمت کرتے ہین۔ پھر بتاؤ تو اونکا کیا قصور اونہون نے اگر اسپر اعتماد کیا تو اسکا مواخذہ کسکے سر رہیگا ناول نویسون مین اور عالمون مین کیا فرق رہا دونونکو مولانا کہتے ہو عالم حکیم لکھتے ہو۔ اگر تم کہو کہ ہم اونکو ناول نویس ہی کہینگے فسانہ گو ہی مانین گے تو کس دلیل سے مانا تم ایسا سمجھو گے آیندہ نسلین اونہین کیا سمجھین گی یہ بھی سہی تم ایسا کہو گے تو غیر قومین کیا کہینگی۔ کیا ان کی باتون سے وہ استدلال نہین کرینگے تم رنیلڈز کی کتاب اندرونی لنڈن سے کیون استدلال کرتے ہو۔

ہائے ہم ایک وہ زمانہ دیکھتے ہین جسمین اون برگزیدہ حضرات علمانے اون واقعات پر پردہ ڈالا ہے جو عرب کے جاہلیت کے واقعات تھے جس سے صحابہ خلفا کے انساب پر معمولی الزام آتا۔ اور اب یہ زمانہ آگیا ہے کہ اسلام کے اندر۔ اسلام کی قوت۔ اسلام کے استحکام کے زمانہ مین خاص ہاشمیون۔ قریشیون۔ صحابیون عم رسول کی نسلونمین اسطرح کے جھوٹے ناول زمانہ گوئیان ہوتی ہین اور مسلمان ہین کہ خوشی خوشی ان ناولونکو دیکھتے ہین اور غیر قومونکو بھی دکھاتے ہین۔

مسلمانو! وہ کون زمانہ تھا کہ تمھاری عورتون کا کوئی نام نہین لے سکتا تھا خاتونان عصمت کہی جاتین۔ حویلی۔ سواریان۔ بولتے۔ اب کونسا زمانہ آگیا کہ تم اپنی بزرگزادیو آقازادیون کی یہ بے عزتی کرتے ہو۔

اے اسلام تو ہمکو منع کرتا ہے جھوٹ نہ بولین افترا نہ کرین۔ اتہام نہ لگائین۔ بہتان نہ جوڑین۔ فحش بکنے والون۔ نیک عورتونکو تہمت لگانیوالونپر۔ سلام نکرین۔ اور ہم مسلمان ہین کہ جھوٹ کا دفتر تیار کرتے ہین لشتارہ باندھ رہے ہین حسن و عشق

بازی سکھاتے ہین۔

مسلمانو! کیا عشق وحسن ایسی ضروری چیزین ہین کہ اونکی جیتی جاگتی تصویرونکی تمکو ضرورت ہے۔ اور کیا وہ جیتی جاگتی تصویرین صرف عباسیہ ہی مین ملسکتی ہین۔

ناول نویسو! کیا تمھاری قوم دولت سے عزت سے حکومت سے۔ تجارت سے صنعت سے ایسی مطمئن اور مالا مال ہوگئی ہے کہ دل بہلانے کیلئے تمکو ناولونکی ضرورت پڑی ہے۔ کیا اسلامی تفریقون خانہ جنگیون کو تم مٹا چکے ہو جو اب لٹریچر کی فکر پڑی ہے۔ کیا مخالفین اسلام کے حملون سے دہریونکے اعتراضون سے آریہ سماجونکی غلط گوئیون سے تم ایسے مطمئن ہوگئے ہو کہ عبارت آرائیان کرو لٹریچر کو درست کرو۔ کون سی قومی ضرورت تم پوری کر چکے ہو جو اس ناول نویسی کیطرف متوجہ ہوئے؟

اے آجکل کے اسلامی لوتھر ہے مجاہد سرسید۔ اے قوم سے معزز خطاب پانیوالے محسن الملک۔ اے اسلام کے حال زار پر آٹھ آٹھ آنسو رونیوالے حالی کہان ہو۔ کن کروٹون میٹھی نیند سو رہے ہو۔

کیا قومی خدمتونکو انجام دیکر بالکل سبکدوشی حاصل کی۔ دیکھو تمھارے ہر وقت کا پکارا جانیوالا اسلام ہمارا مقدس دین ہمارا پاکیزہ مذہب کن لٹریچر دونکے ہاتھ پڑ گیا جو اپنی عبارت آرائی رنگین بیانیون کیلئے اسلامی شہزادیون کو ننگے بیٹھے ہین! ہائے اے ناول نویسو! تمنے اسپر غور کیا کہ جنسے تمنے ناول نویسی سیکھی اونہون نے بھی کبھی اپنے مذہبی مقدسون کا ناول لکھا ہے۔ جسکی تقلید کرتے ہو؟ کیا تمنے ناول نویسی کے اصول پر بھی کبھی غور کیا ہے کہ کیا کیا اغراض ہوتے ہین کیونکر برتتے ہین۔

دیکھو ناول نویسی کی ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ اوس زمانہ کے رسم ورواج اخلاق طرز معاشرت کو دکھائین جس زمانہ کا ناول لکھتے ہین۔ تو کیا عربی سوسائٹی اور خاص دار السلام کا یہی رسم ورواج تھا جو عباسہ وجعفر مین دکھایا گیا؟ کیا اوس زمانہ کے خلفا کی بیگمات محلات کا یہی روزمرہ تھا جسکا سین تمنے ان ناولون مین دکھایا ہے

[illegible]

خیال مین (اور میرے تمام احباب کی راے یہی ہے) اس پرچہ مین اُنکی جنس ڈیزہی جسکے چھو جانے سے بھی دماغ کی پہلی حالت پستی کے درجہ سے مبدل ہو جاتی ہی ایسے ناولون کا ملک مین رواج پانا ویسا ہی نتیجہ بخش ہوگا جیسا فسانہ عجائب یا مینا بازار و بہار دانش کا محمد شاہ رنگیلے اور واجد علی شاہ کے عہد مین تھا اور اونکے مصنفین پر وہی الزام عائد ہوگا جیسا ایک دغاباز مکار ہما پر) افسوس اس لائق نامہ نگار ریاض الاخبار نے دلگداز کی حمایت مین تو مرقع عالم کو کالرا۔ یا ہیگ بنا دیا مگر اسپر یہ خیال کیا کہ فسانہ عجائب مینا بازار مین فرضی۔ انجمن آرا۔ ملکہ جہان آرا۔ ملکہ مہر نگار کے حسن و عشق کے جذبات دکھائے گئے ہین اور یہان عباسہ کا ناول ہے جو خلیفہ ہارون رشید کی بہن ہے جسکو اہل اسلام کیا بنظر شرافت خاندانی اور کیا بحیثیت خلافت و قربت رسول عظمت و جلالت کی نگاہون سے دیکھتے ہین جسپر علامہ ابن خلدون اسقدر روئے ہم سچ کہتے ہین اس ناول نے سچے سمجھدار مسلمانون کی نظرین نیچی کر دین۔ جو مقدس دین اسلام تمام عیوب سے مبرا تھا اوسکو داغدار بنا دیا اس قابل بھی نہ رکھا کہ ہم فخر کر سکین یا چندروز اسلام کے نام لیوا کہلائین۔

کیون مسلمانو! تمنے سلطان المعظم کی خلافت کے بیکار تکرار مین تو دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے منکرین خلافت کو کافر فاسق سب کچھ کہہ ڈالا یہانتک کہ شمس العلما شبلی نے تو اسی جوش مین رسول اللہ کے حق مین بھی وہ کلمات کہہ ڈالے جسپر مسیحی اخبار والون نے ... ہے اور یہان تمکو کچھ جوش نہ آیا جسکے خلاف مین (بہ استثنائے اصول شیعہ) کسی معنی سے کسی اصول سے تم عذر بھی نہین کر سکتے۔

مسلمانان ورگو مسلمانی در کتاب۔ کیا آج ہی کل کے لئے کہا گیا تھا علامہ سیوطی تو چالیس حدیثین صحاح جسان خلافت بنی عباس مین جمع کرین جسکا نام **الاساس فی مناقب بنی عباس** رکھین اور رسالہ نافعہ مین اونکی خلافت حقہ مطابق وعدہ خدا قرار دین تاریخ الخلفا مین نام تک اونکے حدیثون مین داخل کر دین جس سے

خاص رسول اللہ سے نقل کریں جسکی ایک حدیث یہ ہے اللھم اغفر للعباس وابناء العباس وابناء ابناء العباس - اور اللھم اغفر للعباس ماسوء ماعلن وما ابدی وما خفی وما کان ومایکون من ذریتہ الی یوم القیامہ - اسی طرح امام حاکم مستدرک مین اور ابن جزلہ مختصر تاریخ خطیب بغداد مین اور امام شافعی خاص اسی ہارون رشید کو بہ لفظ امیر المومنین یاد کرین - اور اس زمانہ کے مسلمان اسی خاندان عالیشان کی یہ فضیحتی کرین - کہ خاص ہارون رشید کی بہن عباسہ کا ناول لکھین -

یہ صحیح ہے کہ فرقہ شیعہ کو انسے کوئی دلچسپی نہین مگر اس سے کیا؟ دیگر خلفاء سے اونکو کب دلچسپی ہے - کیا اس دلچسپی نہونے سے شیعون نے کوئی اونکا ناول لکھا ہے - ہرگز نہین کسی شیعہ نے اس ناول سے دلچسپی لی - ہرگز نہین - پھر ایسے ناول لکھنے سے تمنے اسلام کو خوش کیا یا اوسکے کسی فرقہ کو؟ ہرگز نہین -

زیادہ تر افسوس تو اسکا ہے کہ یہ ناول اخلاقی اور تاریخی بتایا جاتا ہے - اور اخلاق کیا دکھایا ہے کہ ہارون رشید پکا شرابی تھا جسکو خود عباسہ کی زبانی یون بیان کرتے ہین -

"اور اسپر یہ اور غضب ہے کہ وہان تو جھجک کر وہ کمبخت پی جاتی ہے - معاذ اللہ فقط خیال ہی کرنے سے دل کانپ جاتا ہے - خدا سمجھے یہان کے ملون کو انہون نے اینچ کھینچکر نبیذ کو حلال ہی کر دیا - موے کہین نہ کہین سے اپنے مطلب کی نکال ہی لیتے ہین اور رہائی جان ہین کہ کسی طرح مانتے ہی نہین"[1]

لیجئے صاحب صرف ہارون رشید ہی نہین شرابی ہین علمائے اہل اسلام نبیذ لیتے شراب کو حلال بھی کر دیا - پھر آگے جاکر فرماتے ہین -

"ہارون رشید اور عباسہ دونون ابھی اسی طرح انجمن کے رونق بنے ہوئے بیٹھے

---

[1] صفحہ ۲۵ مرقع عالم ۱۲

ہیں جب آپ ہی نہین اسباب ہرتے اور ہارون رشیدی پر جار دھون کے اشارے کے ساتھ مے

وساغر کا دور چل رہا ہے،، اسکے بعد لکھتے ہین -

عباسہ ہان یہ حضور صحیح فرماتے ہین اور مین یہ بھی جانتی ہون کہ یہان عراق کے علمانے اسکی حلت کا فتوی بھی دیدیا ہے مگر تاہم نشے سے تو خالی نہین لـہ

لیجئے صاحب یہی اخلاق ہے بھائی بہن بی بی بزم شراب مین ہین دور ساغر چل رہا ہے شرعی مسائل بھی حل ہو رہے ہین کہ علمائے عراق نے اسکو حلال کر دیا جو منشی ہے -

کیون مسلمانو! اسلام کے یہی اخلاق ہین یہی ادب ہین - کیا شراب کو تمھاری شرع نے حلال کیا ہے، علمائے عراق مین کون ہین - امام ابو حنیفہ کوفی بھی -

سچ بتاؤ اگر مخالفین اسلام کی نظر تمہاری فقہی کتابون پر نہین پڑتی تو اس ناول پر تو ضرور پڑتی ہے اونمین یہ دیکھکر کہ علمائے اسلام نے شراب کو حلال کیا ہے کیا کہینگے - ؟

آج نصاری نے تو ولایت مین ایک خاص سوسائٹی اسکی قائم کی ہے کہ شراب کو اپنی قوم سے چھوڑائین اخلاقاً - حکمۃً - طبّاً - عقلاً - اوسکی مذمت کرتے ہین حرام سے بڑھکر ٹھہراتے ہین جسکا ہر سال رجسٹر مرتب ہوتا ہے اور فخریہ اوسکے ممبرون کا نام پبلک پر ظاہر کیا جاتا ہے - خاص ہندوستان مین صدہا کتابین - رسالے آریہ سماج والون نے شایع کیا ہے اور کرتے ہین جس سے وہ ہندو جنکی گھٹی مین شراب داخل ہے - تائب ہون اور اسکی مضرتون نقصانون کو جو اخلاقی اور تمدنی اور جسمی ہے سمجھکر پرہیز اور ترک کرین اور اسلام خیر الادیان کے علما اوسکو حلال بتائین خلیفہ اسلام علانیہ نوش کرین جسکو ایک عورت ناقص العقل وعظ کر رہی ہے ؟

گرمسلمانی ہمین ست کہ حافظ دارد وائے گر از پس امروز بود فردائے

حاشا و کلا جو اسلام یا اوسکا بانی یا اوسکے سچے جانشین یا اوسکے علما پر لیشہ برابر بھی ایک عنصر یا ایک سکنڈ کیلیئے ام الخبائث کو یا اوسکی بہن نبیذ (تاڑی) کو یا اسکے بھائی بھنگ کا بھی جرعہ - بھنگ کو جائز یا مباح قرار دین یا ایسے لوگ اسلامی خلیفہ یا پیشوا یا عالم قرار دیکر ہم یا اسلام کیسے حق عمو داخل ہون -

جس سے انسانیت یا مروت یا تہذیب یا اخلاق یا امن عامہ خلائق مین خلل پڑے یا نظم عالم مین یا معاش و معاد مین فتور پڑے۔

بہر حال علامہ ابن خلدون دوبارہ اس واقعہ تباہی برامکہ کی اصلیت لکھتے ہین جسکے لئے عباسہ ذلیل کیگئی وہ کہ چونکہ برامکہ امور سلطنت پر محیط تھے روسا امرا انسے خوار کہاتے موقع محل کے منتظر رہتے کہ کسی طرح انپر قابو پائین چغلی کہائین۔ اوسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ امام حسن علیہ السلام کے پرپوتے یحیی بن عبد اللہ بن حسن بن امام حسنؑ کو ہارون رشید نے اسی جعفر کے یہان قید کیا تہا۔ کیونکہ انکے بھائی محمدؐ بن عبد اللہ سے جو ملقب بنفس زکیہ ملقب تھے مدتون منصور دوانیقی سے لڑائی رہی جسمین حضرت محمد تو قتل ہوئے۔ اور یحیی روپوش ہو کر بلاد دیلم مین چلے گئے تھے اور وہان کچھ حکومت بہی قائم کی تہی جسپر برابر عباسیون کی طرف سے صف کشی ہوتی رہی۔ یہانتک کہ فضل بن یحیی گورنر ہوا۔ اسنے صلح کی اور خاص ہارون رشید کا نوشتہ امان نامہ دیا جسپر انہون نے جنگ موقوف کردی اس قصہ مین دس لاکھ درہم خرچ ہوئے تھے۔ امان پانے حضرت یحیی جب دربار خلافت مین پہونچے تو ہارون رشید نے خاص جعفر برمکی کے مکان مین اونکو قید کردیا اور ہر طرح کی نگرانی اسی کے متعلق تہی جب قید کے زمانہ نے طول پکڑا اور کسی طرح اونکی رہائی کا حکم نہ ملا تو جعفر نے ایک روز اونکو باختیار خود رہا کردیا جسکا دو سبب تھا ایک تو اسکا خیال تھا کہ خیر ہماری بدولت اہل بیت رسول کو رہائی ملی۔ دوسرا یہ خیال کہ سلطنت پر ہمارا پورا تسلط ہی کیا ہوگا؟ انہین دونون خیالون نے اسکی جرأت دلائی کہ بلا مرضی خلیفہ اسنے رہا کردیا۔ ادھر جعفر برمکی کے دشمنونکو موقع غنیمت ملا ہارون رشید سے مخبری کردی جسپر ہارون رشید نے جعفر سے دریافت کیا کہ یحیی بن عبد اللہ کیا ہوئے۔ جعفر بھی سمجھ گیا دشمنون نے مخبری کی اسکو خبر لگ گئی۔ فوراً جعفر نے قبول کرلیا کہ ہمنے اونکو رہا کردیا۔

ظاہرا تو ہارون رشید نے بھی مسرت ظاہر کی کہ خوب کیا جو تونے اونکو چھوڑ دیا مگر دلمین اسی روز سے اسکی فکر شروع کی کسیطرح اسکے خاندان کو ہلاک کرین جسکو اسنے بہت جلد انجام دیدیا۔

دیکھو تاریخ ابن خلدون صفحہ ۱۶

فقرے جوڑے گئے کہان تو جعفر برمکی نے اُنپر احسان کیا تہا کہ ایک سید کے خون ناحق سے انکو نجات دی - اور اسکی بدولت اُسکا سارا خاندان تباہ و برباد کر دیا گیا مورخین ہین کہ بنی عباس کی طرفداری مین اصلی واقعہ چھپانے کیلئے یہ چال چل رہے ہین - مگر اسپر نہ غور کیا کہ اس سے خاندان خلافت کی کیا ذلت ہوتی ہے کیا تفضیح -

افسوس ہے تو اسیکا کہ مورخین اپنے فرائض ادا نہین کرتے اصلی واقعہ کو ظاہر نہین کرتے طرفداری اور تعصب سے کام لیتے ہین بات بنانے کیلئے کچھ کا کچھ لکھدیتے ہین جس سے آیندہ نسلین ہمیشہ مشتبہ حالتمین رہین اور تحقیق نکر سکین - اسی واقعہ عباسہ پر خیال کیجئے کہ ابن خلدون نے تمامی مورخین کا اجماع اسپر نقل کیا ہے کہ عباسہ نے جعفر کو شراب پلاکر لذت وصال حاصل کی مگر جب سوچئے کہ اس سے کیا فضیحتی ہوتی ہے تو اسکو جھوٹا کذاب قرار دیا اور اتنا بڑہایا کہ شاید دنیا مین کوئی اوسکا ہمسر نہو -

علامہ ابن خلدون کو بھی اس قصہ پر ہارون رشید کی شرابخواری کے بہت کچھ غصہ آیا ہے مگر آخر مین قبول کیا کہ وہ شراب نہ تھی بلکہ نبیذ پیتا تھا جو علماء سلطنت و فقہاء دولت کے فتوے سے حلال تہا نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ اسکے بعد کتاب عقد الفرید ابن عبد ربہ سے مامون و بورانہ[1] کے قصہ کو نقل کرکے بہت روے ہین جسکے بعد لکھتے ہیں

(ترجمہ کلام ابن خلدون)

اس قسم کی حکائتین بہت ہین جو کتب تواریخ مین مشہور و معروف ہین ان روایتونکے بنانیوالے وہی لوگ ہین جو عیاشی و رندی مین منہمک رہتے ہین - حلال و حرام کا اونکو کچھ خیال نہین - حسن و عشق کے جذبات مین مبتلا رہتے ہین پاکدامن عورتونپر دھبہ لگاتے

[1] مامون رشید کے تو زمانہ واقف ہے جسکے حال مین شمس العلما شبلی نے المامون بھی لکھا ہے - بورانہ نام ہے حسن بن سہیل کی بیٹی کا جو وزیر اعظم تہا مامون کا اور اسی بورانہ سے مامون کا عقد ہوا جسپر قصہ کی طرف ابن خلدون نے اشارہ کیا ہے نہایت ہی لطیف قصہ ہے دیکھئے کوئی صاحب اسکا بھی ناول لکھتے ہین یا نہین ۱۲

[illegible] منصب بھی۔

اس قسم کی حکایتین اسی غرض سے گڑھتے ہین کہ اپنی شرارتون بد ذاتیون کیلئے ایک اوٹ قائم کرین۔ اپنی شیطنت و بدمعاشی کیلئے ایک آڑ بنائین۔ اپنے کمینہ پن کمظرفی کی چھپانے کیلئے بزرگون کی طرف ان امور کی نسبت دین کہ جب وہ ایسا کر گئے ہین تو ہم کیون نکرین؟ حالانکہ اصل مین یہ اونکی بدنفسی ہے جو خود تو ان امور کے مرتکب ہون۔ اور بزرگون کی طرف نسبت کرین کہ ہمتو اونکی تاسی کرتے ہین۔ یہی باعث ہے کہ اگر کسی۔ ادہر ادہر بے اصل دیوانون مین یا کتابون مین اس قسم کے واقعات پاتے ہین تو پھولے نہین سماتے اپنی دلربا تحریرون کے ذریعہ سے تمام مشہور کرتے ہین اولے ادنے باتونکو تو وہ بناتے ہین مہمل روایتون پر اعتبار کرتے ہین مگر افعال حمیدہ اور اخلاق محمودہ اونکے مشہور و معروف ہین اونکی کبھی پیروی نہین کرتے۔ کاش اونہین صفات کمالیہ مین اونکی پیروی کئے ہوتے تو کچھ دین و دنیا کا فائدہ بھی تھا مگر۔ اسکی کہان توفیق خود مجھے (ابن خلدون کو) ایکدفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شاہزادے کی مینے نصیحت کی کہ تم راگ راگنی کے دہن مین کیا پھنسے ہو ستار سارنگی مین کیا الجھے ہو یہ تمہاری شان کے مناسب نہین۔ تمہارا یہ منصب نہین۔ تو اوسنے جواب دیا "تم ابراہیم بن مہدی کا حال نہین یاد کرتے جو اس فن غنا کا کیسا استاد تھا کہ سب گوے اوسکو اپنا پیر مانتے"۔

اس تحقیق سے ابن خلدون کے معلوم ہوا کہ ان مورخین کے کیا کیا اغراض ہوتے ہین اور کیسی کیسی روایتین اور قصے وضعی بناتے ہین جس سے بزرگان دین و ملت کی تنقیص ہو اور بد تہذیبی و بداخلاقی کو رواج ہو اور کس کس قسم کی مہمل لغو حکایتین تصنیف کرتے ہین جن سے صاحبان عقل کو خواہی نخواہی تنفر ہو۔

یہانتک جو واقعات مذکور ہوئے وہ بنی عباس سے متعلق تھے جنمین کئی حیثیتین جمع تھین ایک تو وہ خاندانی شرافت جو بنی ہاشم ہونے سے انکو حاصل تھی کہ عم رسول اللہ کی نسل سے ہین۔

دوسری مذہبی حیثیت سے بڑا فرقہ اسلام کا [illegible]

وغیرہ انکا مستقر عقیدہ کی تہر تیب تو صرف بنی امیہ مین تمام ہوئے ہین - مگر علماے مابعد مثل
علامہ سیوطی وغیرہ زیادہ تر اسی طرف جھکتے ہین جنکے لئے چالیس حدیثین بھی پیش کین -
تیسری دنیاوی حیثیت سے بھی جو انکو اقتدار تھا ظاہر ہے - کہ صدیون خلافت کے
مالک رہے اور تمامی ممالک اسلامیہ مین انہین کا سکہ اور خطبہ رائج تھا - پس جب
ایسے ایسے با اثر خلفا کی بہن بیٹی کے حقمین بقول علامہ ابن خلدون ان مورخین نے
ایسے ایسے قصے گڑھے - روایتین بنائین جنکی نسبت بازاری عورتون کی طرف
بھی بمشکل ہو سکتی ہے - اور آجکل کے محقق مورخ کہے جانیوالے ناول نویس انکا ناول
بڑے آب و تاب سے نکال رہے ہین - تو ان علما یا مورخین یا محدثین سابقین و لاحقین
کو ان خلفا کے رقیبون کے حق مین کسی قصہ کا گڑھنا کسی واقعہ کا تصنیف کرنا کیا مشکل ہے ؟
مشکل کیسا یہ تو لازمی نتیجہ ہے اوس دربارداری اور خوشامد و چاپلوسی کا کہ بلا ضرورت بلکہ
بلا مرضی اون خلفا کے ایسے واقعات بنائے جائین جس سے ان لوگون کے یہ اغراض پورے
ہون -
(۱) نقص مذہب اسلام داغدار ہو جائے جسکے یہ لوگ حقیقی دشمن ہین -
(۲) ان خلفاء بنی امیہ و عباسیہ کی پردہ پوشی ہو کہ اسی قسم کے عیوب مین وہ لوگ بھی
(معاذ اللہ) مبتلا تھے جو اپنے کو حقدار سمجھتے یا اپنی حیثیت و طہارت پر نازان
ہوتے -
(۳) سلطنت کی طرف سے ہماری قدر دانی ہو بازار ہمارا گرم ہو - عہدے ملیں منصب
حاصل ہو دربار خلافت مین رسوخ ہو جس سے کوئی امام بنا یا گیا کوئی قاضی القضاۃ
کوئی شیخ الاسلام وغیرہ -
دیکھو اسی مضمون کو علامہ ابن خلدون بیان کرتے ہین جسکا ترجمہ کرتا ہون -
انہین حکایات واہیہ سے ہے یہ قصہ بھی جسکو اکثر محققین مورخین نے نقل کیا ہے اور صحیح

کہ بالخصوص علامہ سیوطی نے ان خلفاے عباسیہ کی اتنی طرفداری کی ہے ان خلفاے علوی کا ذکر تک

[illegible]

قاہرہ مین جو خلفاے علویین سے ہوے اور بنام عبیدیین* مشہور رہین انکے بارہ مین مورخون کا دعوی ہے کہ اہل بیت رسالت سے نہین تھے انکا جو نسب حضرت امام جعفر صادق ع کیطرف سے منسوب ہے کہ حضرت اسمعیل بن امام جعفر صادق ع کی اولاد سے ہین طعن کرتے ہین کوئی تو انکو میمون قداح کی اولاد سے بناتا ہے کوئی ایک مجہول النسب یہودی کی نسل سے

انکے اس انکار کی بنیاد اون روایتون پر ہے جنکو دوستداران بنی عباس نے خوشامد مین وضع کین تاکہ اس شماتت و ہجو و مذمت سے اپنے خلفاے عباسی کو راضی و خوشنود کرین جسکی تصریح وہین کیجائیگی۔

اصلیت واقعہ بقول ابن خلدون

ان خوشامدیون نے یہ سب ترکیبین تو کین مگر اصل واقعہ سے غافل ہوگئے جس سے انکے کذب و دروغ کی قلعی کھلی جاتی ہے اور اصلی حالت ظاہر ہوتی جاتی ہے جو انکی تکذیب اور رد کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ اسپر تو تمامی مورخین کا اتفاق ہے کہ اس دولت کی بنیاد یون پڑی کہ ابو عبداللہ محتسب نے کتامہ مین (شہر کا نام ہے ملک افریقہ مین) رضاے آل محمد کی منادی کرائی اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح عبید اللہ مہدی اور اونکے بیٹے ابو القاسم کی حکومت قائم کرین۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ نہین کیا اور اوسکی یہ لکھی کہ چونکہ ان کا نسب صحیح نہین تھا نہ خلافت انکی جائز تھی لہذا اونکو بذیل خلفا نہین لکھا دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۲

* یہ خلافت بنام علویین۔ فاطمین بھی مشہور ہے جسکا دار الخلافہ کچھ دنون بعد مصر قرار پایا ابتدا اس دولت کی ۲۹۶ھ ہجری مین ہوئی اور ۵۶۷ھ ہجری مین اسکا خاتمہ ہوا پہلے خلیفہ کا نام عبید اللہ ہے جنکا سلسلۂ نسب ابن خلدون یون لکھتے ہین۔ عبید اللہ المہدی بن محمد حبیب بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن اسمعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام۔

گیارہوین خلیفہ پر اس خلافت کا خاتمہ ہوا جنکا نام عبد اللہ تھا اور لقب العاضد لدین اللہ اسی مناسبت سے یہ خلافت عبیدیین کہی جاتی ہے ۱۲ منہ

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو ان دونوں مہدی و ابوالقاسم نے اپنی وضع تبدیل کی
تاجروں کا لباس پہنکر جلاوطنی اختیار کی۔ دارالخلافہ کے قریب شہروںکو چھوڑکر مصر ہوتے
ہوئے اسکندریہ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اوس زمانہ مین عیسیٰ نوشری بغداد کیطرف سے
مصر و اسکندریہ کا گورنر تھا اوسکو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اونکی گرفتاری کیلئے لشکر روانہ کیا
اونکے پڑاؤ تک لشکر پہونچ چکا تھا مگر چونکہ اونہون نے اپنی وضع بدلدی تھی پہچان نہ پڑے
لشکر بے نیل مرام واپس آیا اور وہ ملک مغرب مین پہونچ گئے۔
مقتدر باللہ خلیفہ عباسی نے افریقیہ کے حکام و امرا کے نام فرمان جاری کیے کہ جسطرح ہو سکے
ان دونوںکو گرفتار کرکے دربار خلافت مین روانہ کرو۔ ہر طرف ناکہ بندیان کرو۔ پہرہ بٹھاؤ
کہین نکلنے نہ پائین۔ اوس زمانہ مین بغدادی خلافت کیطرف سے قیروان کی حکومت
اغالبہ سے متعلق تھی اور سجلماسہ کی حکومت بنی مدرار سے۔ مگر کسیکو اون دون کا پتہ نہ لگا
لیکن سجلماسہ کے حاکم الیسع نے کسیطرح اونکی سراغرسانی کی اور قید بھی کرلیا جسپر اونکے
پیرؤون نے جنگ کی ٹھہرادی جسمین فریقین کے بہت سے لوگ کام آئے اور آخر کو اونکے
طرفدارون نے چھوڑا لیا۔ اسکے بعد سے آہستہ آہستہ اونکی سلطنت قوی ہوتی چلی یہانتک
کہ تمامی بلاد مغرب۔ افریقیہ۔ یمن۔ اسکندریہ۔ مصر۔ شام۔ حجاز۔ اونکے قبضہ مین آگیا۔ اور قریب
تھا کہ بغداد پر بھی چڑھائی کردین۔ اور عباسی خلافت کو اوکھاڑ پھینکین یہانتک کہ امیر
بساسیری نے ان خلفاء مصر کے نام کا خطبہ بھی بغداد و عراق مین پڑھوا دیا پورے ایک سال

---

* قیروانی مورخ ان سب کو مختصر کرکے یہ لکھتا ہے کہ الیسع نے مہدی مذکور کو سجلماسہ مین قید کرلیا جسکی خبر سنکر
ابوعبداللہ شیعی نے چڑھائی کی یہان آکر دیکھا تو مہدی مذکور قتل ہو چکے ہین۔ اونکی جگہ پر ایک یہودی
کو یا ساحری جو مہدی کا خادم تھا مہدی قرار دیا اور اوسکے بعد فتوحات شروع کی دیکھو اخبار
الدول ص ۷۹ اگرچہ علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہین کہ کون عاقل اسکو قبول کرسکتا ہے کہ ابوعبداللہ
شیعی نے تو اتنی کوشش سے اس دولت کو قائم کیا اور حوالہ کیا کسیکے کہ ایک یہودی بچہ کے اگر
... سلطنت و حکومت کی فکر کی جس سے صاف ظاہر ہے کہ اوسکا یہ فعل ازراہ

یہ بعد اوس کے ان کا سلسلہ جاری رہا اور بنی عباس کچھ نہین بن پڑتا تھا۔ دانت پیسکر رہجاتے

کیونکہ وہ دونون طرف سے گھرے ہوے تھے۔ ادہر تو خلفاے عبیدین کی دولت اور

اونکا اقتدار بڑہتا جاتا تھا۔ اودھر اندلس مین بنی امیہ کی حکومت قائم تھی جو انکو ہر وقت

لٹکا رہتے۔

بھلا بتاؤ تو اگر خلفاے مصر مین سادات صحیح النسب ہوتے غیر نسلون سے اونکی آمیزش

ہوتی تو کبھی اونکا دعوی چلتا۔ اونکے امور فروغ پاتے؟ ہرگز نہین دیکھو قرمطی کو جیسے جھوٹا

دعوی کیا تہا۔ کیسا جلد اوسکا دعوی باطل ہوگیا حکومت اوسکی پاش پاش ہوگئی۔ اعوان

وانصار اوسکے متفرق ہوگئے سب پر اونکی خباثت اور بدباطنی کھل پڑی۔ اگر خلفائے

مصر کی یہ حالت ہوتی تو انکا راز بھی کھل جاتا لوگ متفرق ہوجاتے شعر

ومهما تكن عند امرء من خليقة   وان خالها تخفى على الناس تعلم

حالانکہ مصریون کی دولت دوسو برس تک جاری رہی یہانتک کہ مقام ابراہیم

(خانہ کعبہ) اور موطن رسول (مدینہ) تک اونکی سلطنت پھیل گئی۔

اسکے بعد بھی جب اونکی دولت کو زوال آیا ممالک مفتوحہ نکل گئے تو اونکے شیعہ اور پیروؤن

کی اطاعت ومحبت اوسی درجہ پر رہی کسی طرح اونکی عقیدت وولا مین فرق نہ آیا نہ

اونکی اولاد اسمعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام ہونے مین شبہہ پڑا۔ یہی سبب ہے

کہ زوال سلطنت پر بھی چند مرتبہ اونکے پیروون نے اسکی کوشش کی کہ کسی طرح اونکے

شیر خوار بچہ ہی کو سریر سلطنت پر متمکن کرین اور اونکی دولت قائم کرین۔ کیونکہ اونکے

اعتقاد مین وہی لوگ مستحق خلافت تھے جسکو وہ بذریعہ نص ثابت کرتے ہین۔

دیکھو اونکو صحت مین اس نسب کے کسی طرح کا شبہہ ہوتا تو بھلا ایسی جان جوکھم امرون

مین کود پڑتے؟ کبھی نہین۔ کیا جھوٹون مکارون کی مدد مین وہ اس قسم کی مصیبتین

جھیلتے؟ ہرگز نہین۔ کیونکہ جھوٹا مکار کبھی امتحان کے تاؤن مین ٹھہر نہین سکتا نہ اپنے

غلط دعوی پر قائم رہ سکتا ہے

کہ خلفائے مصرین کو نسل رسول سے خارج کریں زیادہ تر اس باعث سے ہے کہ وہ سب شیعہ و رافضی تھے جو بہ اعتقاد قاضی صاحب کافر و ملحد تھے۔ مگر اس تشیع سے اونکے اصل دعوی صحت نسب و اولاد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ہونے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے

اصلیت واقعہ بقول ابن خلدون

اصل یہ ہے کہ شروع ہی سے ان سادات کے مخالفت کی آگ مشتعل تھی ہر طرف سے حکومتین سلطنتین انکی مخالفت پر تلی تھین۔ گردنین انکی دشمنون کے ہاتھ مین تھین۔ انکے ہوا خواہ لوگ دور دور ملکون مین پھیلے تھے جو اسکے کوشان تھے کہ کسی طرح انکی سلطنت قائم ہو۔ انکے بار بار کے خروج و جنگ و جدل نے سلاطین کو چونکا دیا تھا اسی سبب سے اصل مدعیان خلافت و سلطنت ہمیشہ اخفا و استتار مین بسر کرتے چھپتے پھرتے رہتے کہ کوئی دیکھ نہ لے جیسکے بارہ مین ایک شاعر کہتا ہے۔

فلو تسأل الایام ما اسمی ما درت	اگر زمانہ بھی میرا نام دریافت کرے تو نہ معلوم ہو
واین مکانی ما عرفن مکانیا	نہ مکان ہی کو میرا مکان معلوم ہو سکے

یہی سبب ہے کہ حضرت اسمعیل کے بیٹے کو جو جد اعلی تھے عبید اللہ مہدی کے (جنکی خلافت مصر مین قائم ہوئی) مکتوم کہتے تھے جسکے معنی چھپائے گئے کے ہین یہ نام اونکا شیعون نے رکھا تھا جو کوشان تھے کہ کسیطرح انکو مخفی رکھین تا کہ متغلبین سلطنت کے ہاتھون سے محفوظ رہین۔

دیکھو حضرت یحیی فرزند زید شہید کا ملک خراسان مین جا کر چھپنا جنکے پوتے ہاپم وتے کا یہ قصہ مشہور ہے کہ اونھون نے اسی حالت پوشیدگی مین ایک عورت سے عقد کیا تھا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہونچی تو اوسکی مان نے محلہ کے ایک سقا کی بی بی کو خوشامد برآمد کر کے راضی کیا کہ میری لڑکی سے اوسکے لڑکے کا عقد ہو جائے جسکو اوسنے منظور کر لیا۔ اس عورت نے یہ خوشخبری حضرت زید کے پوتے یعنی اپنے شوہر سے نہایت خوشی کے عالم مین بیان کیا جسپر وہ خاموش ہو رہے اور خدا سے مخفی طور پر دعا کی کہ خدایا قبل از عقد اس لڑکی کو تو موت دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اوسکے جنازہ پر نماز پڑھی تو خوب روے جسپر اونکے دوستون نے کہا کہ تمہارا اسا دلیر اسد لڑکی کے مرنے پر روے تو اونھون نے کہا ہم اسکے مرنے پر نہین روتے بلکہ یہ خیال رلا رہا ہے کہ اس لڑکی نے مرتے وقت تک یہ نہ جانا کہ مین نسل رسول سے ہون۔ ۱۲

[illegible] مین قدح

کرنا شروع کیا جب وہ مالک خلافت ہوئے ۔ ان خوشامدیون نے اسی ذریعہ سے اپنا رسوخ بڑہانا شروع کیا ۔ خلافت بغداد تو ضعیف ہی تہی امرا و روسا اونکے ڈرہون سے جان چوراتے تھے ۔ مقابلہ کی طاقت نہ تھی اسی بہانہ سے اپنے خلفا کو راضی کرتے کہ وہ مقدوح النسب ہین اون کا کوئی ٹھکانا نہین ۔

حالت محضر بقول ابن خلدون	عباسیون کی یہ حالت تھی ادہر مصری خلفا بڑہے چلے آتے تھے شام مصر حجاز بربر افریقہ تک اونکا تسلط بیٹھ گیا تھا اور یہان لوگ

اسی دلگی و دل لگی بازی مین تھے ۔

یہانتک کہ قاضیون نے ایک محضر تیار کیا جسپر سب کی گواہیان بھی ہوئین کہ یہ لوگ صحیح النسب نہین ہین چنانچہ شریف مرتضی و شریف رضی و ابن بطحاوی و شیخ مفید نے بھی بمجبوری دستخط کردیا ۔ صفحہ ۸ جلد ۹

لہ علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہین کہ اس بارہ مین اختلاف کیا ہے علما نے مگر علاوہ اونکے اونکے طرفدار دن کے اکثر علما بھی قائل ہین کہ اونکا نسب صحیح ہے جسپر اشعار سید رضی علیہ الرحمۃ بھی دلالت کرتے ہین ؎

ما مقامی علی الهوان وعندی   مقول صارم وانف حمی

البس الذل فی بلاد الاعادی   وبمصر الخلیفة العلوی

من ابوه ابی ومولاه مولای   اذا ضامنی البعید القصی

لف عرقی بعرقه سیدا الناس   جمیعا محمد وعلی

ان ذلی بذلک الجو عز   واوامی بذلک الربع ری

مگر یہ اشعار دیوان سید رضی مین نہین ہین بخوف خلیفہ داخل نکرسکے ۔ اور اس محضر سے استدلال نہین ہوسکتا جو بغرض قدح نسب خلفاے مصر تیار کیا گیا ۔ کیونکہ حالت خوف مین اسیہی بڑی بڑی باتین ہوجاتی ہین ۔ مگر نہین اس واقعہ کی اصلیت اسی سے ظاہر ہے کہ جب قادر باللہ خلیفہ عباسی نے جو اوسوقت خلیفہ تہا ان اشعار کو سنا تو قاضی ابوبکر باقلانی کو جو قاضی القضاۃ دربار خلافت شریف ابواحمد موسوی والد سید مرتضی علم الہدی کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ۔ کہ دربار خلافت

علمائے بغداد نے اوسپر گواہی کی۔۔

بقیہ حاشیہ صک۔ جو آپکی عزت اور درجہ ہے وہ معلوم ہے کہ ہمیشہ آپکی عزت و حرمت ہوتی ہے اور آپ بھی دوستانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ پھر کیا باعث ہے کہ آپ تو ہماری محبت کا دم بھرتے ہیں اور آپکے صاحبزادے سید رضی جنکے وہ اشعار ہیں جنمیں دوسرے خلیفہ کو پسند کرتے ہیں (یعنی خلیفہ علوی مصر کو) حالانکہ اونکو درجہ نقابت و امارت جو اس دولت میں حاصل ہے جو عہدہائے جلیلہ سے ہے۔ پھر جو اپنے شعروں میں یہ کہتے ہیں کہ ہم مقام ذلت میں بسر کر رہے ہیں۔ حالانکہ مصر میں خلیفہ علوی حکمران ہے۔ اسکا کیا باعث ہے۔ حالانکہ اگر مصر میں ہوتے تو مثل اور رعایا کے یہ بھی معمولی رعایا سے ہوتے۔۔

شریف ابو احمد نے جب خلیفہ کا یہ پیغام سنا تو بحلف کہا کہ ہمکو ان اشعار کی مطلق خبر نہیں سید رضی کو بلا کر پوچھا تو اونہوں نے ان اشعار سے انکار کیا کہ میرا کہا ہوا نہیں ہے۔ اسپر اونکے والد نے کہا تو اس مضمون کا ایک رقعہ لکھدو جسمین اسکی معذرت بھی ہو اور خلفائے مصر کے نسب کی قدح بھی کہ انکا نسب صحیح نہیں ہے۔ سید رضی نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا۔ اونکے والد نے کہا تو ہمکو تم خلیفہ سے جھوٹا کرو گے۔ سید نے کہا اسمیں آپکا جھوٹا بنانا نہیں منظور ہے بلکہ دیلم و مصر کے خلفا سے ہمکو خوف ہے کیونکہ دیلم اوری میں سنہ ۲۶۲ سے سادات حسنی و حسینی کی دولت قائم تھی۔ اور طباطبائیوں کی دولت کوفہ یمن میں سنہ ۱۹۷ سے برسر عروج تھی جنکے طرفدار ہوا خواہ تمام بلاد میں پھیلے ہوئے ہیں اونکے والد نے کہا کہ واہ دور دراز ملکوں کے خلفا سے تو خوف کرتے ہو اور جسکی سلطنت و تحت حکومت میں رہتے ہو جو تمہارے خاندان بھر کے قتل و قمع پر قادر ہے اوسکا مطلق خوف نہیں۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں ہوئیں مگر سید رضی رقعہ پر راضی نہوئے تب اونکے باپنے غصہ ہو کر قسم کھائی کہ جبتک میرے حکم کے مطابق نہ لکھو گے۔ نہ ہم تمسے کلام کرینگے۔ نہ اوس شہر میں رہینگے جہاں تم سکونت پذیر ہو جب گفتگو کا سلسلہ یہانتک پہونچا تو سید رضی نے مطابق حکم والد اس مضمون کا رقعہ لکھدیا جسمین اپنے شعروں سے بھی انکار کیا اور اون خلفائے مصر کے صحت نسب سے بھی انکار کیا۔

جب ہی سے یہ قصہ اونکے عدم صحت نسب کا شایع ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ سید رضی نے جو کچھ کیا وہ سب بدرجہ مجبوری تھا کہ بخوف خلیفہ تحریر کیا ورنہ اصل نسب اون خلفائے مصریین کا صحیح تھا اور کسی قسم کی خرابی نہتی خود مینے (ابن جزری) بزرگان سادات علوی سے انکے نسب نامہ کو دریافت کیا جسپر سب نے اقرار کیا

لیے مشہور کیا تھا۔ حالانکہ سچ پوچھو تو ان علما کی شہادتون کی بنا اون ہی خبرون پر تھی جنہین طرفداران بنی عباس نے اپنے خلفا کی خوشامد مین تمام عالم مین مشہور کیا تھا۔ اب وہی غلط قصے مورخون نے نقل کرنے شروع کر دیے جو تمام کتابون مین پہیل گئے اور مشہور ہوے اس مرض مین سب سے زیادہ قربانی مبتلا ہوے ہین جنکی عبارت **اخبار الدول** سے حاشیہ مین نقل ہوئی اور علامہ سیوطی نے تو اتنی پاکشی کی کہ بخوشامد خلفاے عباسیہ ان خلفاے علوین کا حال لکہنا بھی جائز نہ رکھا) حالانکہ بالکل غلط ہے افترا ہے تہمت ہے جسکے بطلان کیلئے روز روشن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ کہ بیشک نسب ان لوگونکا صحیح ہے اور کسیطرح کا اونکے نسب مین قدح نہین ہے۔

مگر طرفداران بنی عباس کا یہ دعوےٰ ہے کہ اونکا نسب [نہیں] صحیح ہے بلکہ ایک یہودی کی نسل سے بتاتے ہین چنانچہ قادر باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ مین ایک محضر بھی اسی قسم کا تیار ہوا جسمین اونکی اور اونکی اولاد کے نسب مین قدح کی گئی تھی کہ انکا اولاد جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام سے ہونا صحیح نہین ہے۔ جسپر سید مرتضی و سید رضی و ابن بطحاوی و ابن ارزق نے بھی گواہی کی جو سب علوی تھے اور ابن اکفانی اور ابن جزری و ابو العباس ابیوردی و ابو حامد و کشفلی و قدوری و صیمری و ابو الفضل نسوی و ابو جعفر نسفی علماے اہلسنت اور شیخ مفید فقیہ شیعہ نے بھی گواہی کی تہی۔

جو لوگ صحت نسب کے قائل ہین اونکی راے اس محضر کی نسبت یہ ہے کہ بسبب خوف و تقیہ ان علمانے دستخط کیا یا وہ لوگ ناواقف تھے جنکے قول سے استدلال نہین ہوسکتا دیکھو تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ ۹۵

اور علامہ ابن خلدون لکھتے ہین یہ سب گواہیان سمعی تہین جنکو دو سو برس سے طرفداران بنی عباس نے شایع کر رکہا تہا تمامی بلاد مین اسی قسم کے لغویات و افترات مشہور رہو رہے تھے۔ اور یہ شہادۃ نفی پر بھی جو قابل قبول نہین معتضد کے فرمان کے مقابلہ مین سب ہیچ ہین۔ اور لوگونکا اطاعت و انقیاد کرنا۔ اور ایک زمانہ تک اونکی خلافت کا جاری رہنا سب دلیلون سے بالا ہے دیکھو صفحہ ۲۶۰ جلد ۳۔ ابن خلدون مقدمہ

یعنی وہ عمنامہ موجود ہے جسکو معتضد باللہ خلیفہ نے ان لوگون کے بارے مین ابن الاغلب کو افریقیہ مین اور ابن مدرار کو سجلماسہ مین لکہا تہا جو اوسکے گورنر تہے - اس سے بڑہکر اور کونسی دلیل ہوسکتی ہے جس سے انکے نسب کی صحت نمایان ہو - کیونکہ معتضد انکے خاندان اور سلسلہ سے بخوبی واقف تہا -

روایتون کا تعلق سلطنت سے بقول ابن خلدون ۱۲

سمجہہ رکہو کہ دولت وسلطنت ہی وہ بازار ہے جہان علما کے علوم چلکتے اور بکتے ہین اسی بازار مین علوم کی قدر و منزلت ہوتی ہے - گم شدہ حکمتین یہین ملتی ہین - روایتون اور اخبار ونکے پوٹے اور ٹوکرے لدے ہوئے یہین چلے آتے ہین - خبرون اور حکایتونکے پارسل اسی منڈی کو چالان ہوتے ہین - اسی بازار مین جو چلجاتا ہے وہ تمام عالم مین چلتا ہے - یہین کا رواج ہر جگہ مانا جاتا ہے اگر سلطنت راستباز ہے صداقت شعار ہے - تعصب یا لالچ طرفداری - بغض وحسد سے پاک وصاف ہے تو ہر جگہ صداقت کی جیت ہے - وہی باتین رائج ہونگی وہی روایتین قبول ہونگی جو سچ اور صحیح اور مطابق واقع ہین کامل العیار ہین مثل نقرہ خالص باطلاؤ بغش کے - اور اگر سلطنت راست باز نہو مکر وفریب - خدع - وزور - دروغ وبہتان پر اوسکی بنا ہو خود غرضی - دنیا سازی - مکاری دغابازی - پر اوسکا دار و مدار ہو - تو سمجہہ رکہو لغویات ہی کا رواج ہوگا - جہوٹ کی چلن ساری ہوگی جہوٹی وضعی روایتین قبول ہونگی وہی مشہور رہونگی - باطل ہی چیز ونکا زور ہوگا اوسیکا رواج ہوگا - سچی روایتیں مخفی رہینگی ردیونکے بہاؤ بہی کوئی نہ لیگا - مگر جو سمجہدار ہوگا وہ کہرا کہوٹا پرکہہ لیگا اور اپنی عقل کے ترازو مین تول لیگا - ۱۲

جس زمانہ کا ڈراما علامہ ابن خلدون نے دکہایا ہے اوسوقت کا نقشہ یہ تہا کہ خلافت بغداد برائے نام رہگئی تہی - سلطنت کے متعدد حصے ہوچکے تہے روز مرہ ضعف و اضمحلال خلافت کو ترقی تہا کیونکہ -

(۱) اندلس (اسپین)، تو ابتدائے سلطنت عباسیہ سے انکی حکومت دخلافت سے خارج ہی تہا -

قبول لیجاتی اور معتمد باللہ کے زمانہ سے خاندان صفاریہ کا تسلط شروع ہوا جسنے خراسان کابل - طبرستان تک تسخیر کرلیا۔

(۳) اسیطرح ملوک سامانی نے ماوراء النہر میں زور پکڑا اور سمرقند کو پایہ تخت بناکر خلافت بغداد سے علحدہ کرلیا۔

(۴) طبرستان - رے - دیلم - کوفہ یمن میں سادات کی خلافتیں قائم تہین۔

(۵) ملوک غزنی نے سامانیونکو تباہ کرکے علحدہ اپنی سلطنت قائم کی جنکے فتوحات نے ہندوستان تک اپنی حکومت پہونچائی۔

(۶) دیالمہ کی حکومت سنہ ۳۲۰ھ سے قائم ہوئی جسنے فارس عراق کرمان لیکر خود بغداد پر چڑہائی کی اور خلافت بغداد کو اپنا تابع بنایا۔

(۷) اسی زمانہ مین مصری خلافت نے رہی سہی قوت خلافت بغداد توڑدی - اندلس کو اپنا صوبہ بنالیا - بغداد مین خلیفہ کو نظربند کرکے اپنا خطبہ پڑہوایا۔

پس جب ایسی حالت مین کہ خلافت بغداد گویا نزع کے عالم مین تھی انکا یہ زور وشور تھا کہ جو چاہتے کرگذرتے کسیکو مجال دم زدن نہ تھی اتنے اتنے علما نے جو آج تک ارکان دین سمجہے مانے جاتے ہین جہوٹے محضرنامہ پر گواہی کردی تو اوس زمانہ کا کیا کہنا ہے جسوقت کوس لمن الملک بجتا - انا لاغیری کی صدا بلند رہتی - تمام عالم مین ایک ہی حکومت تھی دوسرا کوئی مدمقابل نہ تھا - اسکے ساتھ اتنی بڑی دغاباز کہ دنیا مین اوسکا کوئی ہمسر نہو جسکے لیے ہمکو کچھ دور جانا نہین - بلکہ ایک قدم اوٹھا کر اوس لائن پر پہونچ جانا چاہیے جسکو تاریخی کمیشنر نے زوال خلافت اموی وابتدائے خلافت عباسی کیلئے قدرتی سرحد قرار دیا ہے۔

دیکھو علامہ مسعودی[۱] لکھتے ہین کہ سنہ ۱۳۲ ہجری مین خلافت اموی کا دور دورہ جب تمام ہوا اور مروان حمار کے تعاقب مین عبداللہ بن علی نے جو ابوالعباس سفاح اول خلیفہ بنی عباس

[۱] اس مورخ جلیل القدر کی عظمت وشان اور کتاب مروج الذہب کی تاریخی حیثیت کیلئے

... خلافت شام کو عطا کیا تو چند شیوخ شام کا ایک ڈیپوٹیشن (جمع)
خلیفہ کے پاس روانہ کیا جنہون نے روبرے خلیفہ بحلف بیان کیا کہ ابہی ہم لوگ یہی جانتے تھے کہ رسول اللہ کے قرابت مند بنی امیہ ہی ہین جو اونکے وارث ہین - انکے سوا نہ کوئی حضرت کا رشتہ دار ہے نہ وارث - اوسوقت دربار خلافت مین ابراہیم بن مہاجر بجلی شاعر حاضر تھا جسنے یہ اشعار آبدار نظم کیے ؎

ایہا الناس اسمعوا اخبر کم	ایہا الناس سنو کہ بالکل نئی خبر تمکو
عجبا زاد علی کل العجب	سناتے ہین جس سے سربسر تعجب ہو
عجبا من عبد شمس انہم	وہ خبر یہ ہے کہ خلفائے بنی امیہ نے
فتحوا للناس ابواب الکذب	آدمیونکے لیے جھوٹ کا دروازہ کہولدیا
ورثوا احمد فیما زعموا	اونکا گمان یہ ہے کہ بنی امیہ ہی رسول اللہ صلعم
دون عباس بن عبد المطلب	کے وارث ہین نہ عباس بن المطلب جو رسول اللہ
کذبوا واللہ ما نعلمہ	کے چچا تھے - واللہ جہانتک مین جانتا ہون وہ سب جھوٹے ہین
لا یحرز المیراث الا من قرب ؎	کیونکہ وارث وہی شخص ہوتا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو

اس شاعر نے یہان اوس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے جو قرآن مین خدا میراث کے بارہ مین فرماتا ہے واولی الارحام اولی بعضہم ببعض کہ وراثت مین وہی قرابتمند مستحق ہین جو سب سے زیادہ نزدیک ہون -

اس صحیح وتاریخی واقعہ نے صرف یہی نہین بتایا کہ زمانہ خلافت اموی مین کذب وافترا کا تھرما میٹر کتنا تیز تھا - بلکہ یہ بھی بتا رہا ہے کہ جو خلافت اب قائم ہو رہی ہے اوسکو صداقت وراستی سے کتنا واسطہ ہے کیونکہ یہ اشعار بھی اوسی خوشامد مین کہے گئے ہین جو زمانہ سلف سے جاری تھی کہ بنی عباس کی رضا جوئی کیلئے حضرت عباس رسول اللہ کے وارث شرعی قرار دیے گئے جو قانون اسلام کے بالکل خلاف ہے ہان ایام جاہلیت سے یہی رسم جاری تھا کہ چچا بھائی بیٹا وارث ہوتا عموماً عورتین

۱؎ دیکھو مروج الذہب مسعودی صفحہ ۱۰۹ حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ -

... یہانتک کہ بیبیان زندہ دفن کردی
جاتین اور مردہ کی زوجہ بلکہ خود باپ کی بی بیان بین الورثہ تقسیم ہوتین اوسی
اصول پر یہ شاہ حضرت عباس کو وارث رسول قرار دیتے ہین حالانکہ اولاد صلبی کے ہوتے چچا وارث نہین ہوسکتا

(۱) پہلی دونون خلافتون مین تو عام طور پر بھی ظاہر کیا گیا کہ رسول اللہ کی وراثت کسیکو
نہین پہونچتی۔ نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث

(۲) تیسری خلافت سے عملی طور پر دکہایا گیا کہ ہی امیہ ہی قرابتمند بہی ہین وارث بھی
جسکا سلسلہ ۱۳۲ھ تک اسلامی ممالک مین جاری و رائج رہا۔

(۳) عباسیون نے جب قدم جمایا تو رسول اللہ کی قرابتمندی بنی فاطمہؑ سے تو انکار نہ
کرسکے۔ مگر وراثت دختر کے انکار کا سلسلہ اوسیطرح قائم رہا۔

(۱) جسکو ابھی آپنے دیکھا کہ اول خلیفہ عباسی سفاح کے شاعر نے روبروے خلیفہ عباسیون
کی وراثت ثابت کی۔

(۲) منصور دوسرا خلیفہ ہوا جسنے خود امام حسنؑ کے پوتے محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کو خط مین
لکھا کہ تملوگ بیٹی کے بیٹے ہو جسکو نہ میراث پہونچ سکتی ہے نہ ولایت نہ وراثت پھر تم کیونکر وارث
ہوسکتے ہو دیکھو تمہارے باپ علیؑ نے ہر طرح کی کوشش کی کہ حضرت فاطمہؑ کے ساتھ گھر
گھر گھومے مگر کسی نے قبول نہ کیا۔*

(۳) اسکے بعد ہارون رشید تک یہ مسئلہ خاموشی کے عالم مین رہا جسنے صدہا علوی و ہاشمی
کی خونریزی کی۔

(۴) مامون رشید و معتصم باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ مین بعض مصلحتون سے حقیت بنی

* ولکنکم بنو بنتہ وانہا لقرابتہ قریبۃ ولکنہا لایجوز لہا المیراث
ولا ترث الولایۃ ولایجوز لہا الامامۃ فکیف تورث بہا ولقد
طلبہا ابوک بکل وجہ فاخرجہ فاطمۃ تمارض ولو عرضہا سرا ودفنہا لیلا
فابی الناس الا الشیخین

صفحہ ۲۰۰ جلد ۵ تاریخ کامل

رسول اللہ کو ان رسوم قبیحہ کے مٹانے۔ عورتون کے حق مین آزادی اور مساوی قائم کرنے اور مثل مردونکے ترکہ پانے اور وارث ہونے اور مالک مستقل قرار دینے مین نہایت درجہ عرق ریزی کرنی پڑی جسپر اسلام کو ناز ہے اور قیامت تک ناز رہیگا یہانتک کہ کفار یہود و نصاری نے بھی اسلام کی دنیوی برکتون مین اسکو شمار کیا ہے دیکھو کلام سرولیم میور صاحب جو حاشیہ مین نقل ہوا۔ ؎

خداوند عالم نے بھی مثل معمولی احکام کے اسکی تعلیم نہین فرمائی بلکہ ایسے موثر الفاظ مین فرمایا کہ ہر عقلمند آدمی اوسے سنکر کانپ اوٹھے اور ایمان لائے کیونکہ خداوند عالم اس حکم کو اوس لفظ وصیت سے بیان کرتا ہے جو تمام قرآن مین سوائے اس حکم کے اور کسی حکم کیلئے نہین کہا گیا یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین کہ خدا وصیت کرتا تمکو اولاد کے بارہ مین بیٹے کو دو بیٹی کے برابر حصہ ہے۔

مگر چندہی روز مین بعد وفات رسول اللہ مسلمانون نے بتادیا کہ یہ خدائی وصیت قابل قبول نہین جسپر رسول اللہ کی اکلوتی پیاری بیٹی نے یہ آیت پڑہی اور رکھو لتی دل سے صبر کیا۔

افحکم الجاہلیۃ تبغون ومن احسن من اللہ حکما۔ کیا تملوگ حکم جاہلیت چاہتے ہو

(۵۱) مگر متوکل باللہ خلیفہ عباسی نے اپنے عہد خلافت مین اس زور شور سے اس مسئلہ کی

؎ اس مضمون کو عیسائی مورخون نے بھی نہایت زور سے قبول کیا ہے چنانچہ تہذیب الاخلاق مین ہے دو ایک مقام پر آنریبل ولیم میور صاحب اپنی سیرت محمدی (جلد ۳ صفحہ ۳۰۳) مین اسکا اعتراف کرتے ہین کہ ایک امر خاص مین محمد صلعم نے عورتونکو ایک سخت اور ناگوار قباحت سے چھڑایا تہا۔ وہ یہ تھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بی بیونکا وارث ہوا کرتا تہا۔ یہ رسم جیسے کہ قدیم سے ہوتی آئی تھی اسوقت مین بھی اسکی ایک مثال ہے یعنی زید بن عامر بن نفیل او حضرت عمر بن خطاب بن نفیل باہم چچیرے بہائی اور ایک حساب سے چچا بھتیجے تھے۔ یعنی عامر نے اپنے باپ کی بیوہ جیدہ سے نکاح اور اس سے زید پیدا ہوا جو عامر کا بیٹا تھا اور نفیل کی بیوی کا بھی بیٹا ہوا۔ ایضا (جلد ۱ صفحہ ۱۵) تہذیب الاخلاق صفحہ ۲۷۔

...نے ... عصبہ کو رواج دیا کہ علمائے دولت نے داخل فرائض کرلیا جسکے بعد سے برابر عصبہ کا مسئلہ رواج پذیر ہو گیا۔

اس عہد خلافت مین جو اس مسئلہ نے رونق پکڑی۔ اوسکی تصدیق اس واقعہ سے بخوبی ہوتی ہے جسکو علامہ ابن اثیر لکھتے ہین کہ ابو السمط مروان بن ابی جنوب نے متوکل کے سامنے چند اشعار کہے جسکے صلہ مین یمامہ و بحرین کا گورنر بنایا گیا اور چار پارچہ کا خلعت ملا۔ خود وہ شاعر بیان کرتا ہے کہ متوکل نے ان اشعار کی بدولت حکم دیا کہ تین ہزار اشرفیان مجھپر نچھاور کیجائین اور اپنے بیٹے منتصر کو جو ولیعہد تھا اور ایک دوسرے رئیس سعد ایتاخی کو حکم دیا کہ اسے نچھاور کو لوٹ لین۔

وہ اشعار یہ ہین

ملك الخليفة جعفر للدين والدنيا سلامه
لكم تراث محمد وبعدلكم تنفى الظلامه
يرجو التراث بنو البنات وما لهم فيها قلامه
والصهر ليس بوارث والبنت لا ترث الامامه
ما للذين تنحلوا ميراثكم الا الندامه
اخذ الوراثة اهلها فعلام لومكم علامه
لو كان حقكم لما قامت على الناس القيامه
ليس التراث لغيركم لا والاله ولا كرامه
اصبحت بين محبكم والمبغضين لكم علامه

خلیفہ جعفر (نام ہے متوکل کا) مالک ہے دین و دنیا کا بسلامتی تمہین لوگونکو میراث محمد پہونچتی ہے اور تمہارے ہی عدل و انصاف سے ظلم و جور رفع ہو گا۔ رسول اللہ کی بیٹی کی اولاد طالب میراث ہین حالانکہ ناخون برابر بھی حق انکا نہین ہے داماد کسیطرح وارث نہین نہ بیٹی وارث امامت ہو سکتی ہے جن لوگون نے میراث کو تمسے چھیننا چاہا اونکے حصہ مین ملامت ہے وارث نے وراثت پالی پھر کسپر ملامت کر سکتے ہو۔ اگر تملوگو نکا حق ہوتا۔ (مطلب ہے بنی فاطمہ سے) تو آدمیونکے سر پر قیامت کیون قائم ہوتی۔ نہین ہے وراثت تمہاری (بنی عباس) سوا قسم خدا کی ہم تمہاری محبت مین صبح کرتے ہین اور دشمنون کیلئے تمہارے علامت ہے۔

شاعر کا بیان ہے کہ دوسرے اشعار جو ہمنے اسی مضمون مین کہے تو دس ہزار درہم کا مجھپر نچھاور کیا گیا[1]

---

[1] دیکھو تاریخ کامل صفحہ ۲۳ جلد ۷

ہٹ آناپڑا ورنہ ابھی تو اوسی جگہہ بہت سے واقعات پڑے ہین جنکو مسعودی

بذیل حکایات مضحکہ لکھتے ہین بخیال تفریح طبع ناظرین چار حکایتین نقل کیجاتی ہین۔

پہلی حکایت ۔کسی نے ملک شام کے ایک شیخ سے پوچھا جو نہایت موقر و ذی رتبہ تہا اور صاحب عقل و رائے کہ یہ ابوتراب کون شخص تھا جسپر تملوگون کا امام بالائے منبر (عیاذاً باللہ) لعنت کرتا ہے تو اوسنے جواب دیا ہم جانتے ہین وہ کوئی چور تھا۔ فتن کے چورون سے۔

دوسری حکایت ۔شہر بغداد مین حاکم سے ایک شخص نے بیان کیا کہ فلان شخص بزندیق ہوگیا ہے۔ حاکم نے پوچھا اوسکا مذہب کیا ہے۔ کہا رافضی خارجی مرجی قدری ہے حاکم ۔کیونکر معلوم ہوا تو اوسنے کہا وہ معاویہ بن خطاب سے عداوت رکھتا ہے پوچھا کون معاویہ۔ کہا وہی جو علی بن العاص سے لڑا تھا جسپر حاکم نے کہا ہم تیری کن باتونکی قدر کرین۔ واقفیت اصول کلام پر نازان ہون یا تبحر علم نسب پر تیرے فخر کرین۔

تیسری حکایت ۔ایک عالم بیان کرتا ہے کہ ہملوگ بیٹھے ہوئے ابوبکر عمر علی معاویہ کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اوس صحبت مین ایک ہمرد بیٹھا ہوا تھا جو بہت ہی عاقل اور واقفکار تہا اور داڑھی بھی اوسکی بہت بڑی تھی اوسنے کہا کہانتک انکا تذکرہ کروگے ہمنے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے۔ اوسنے پوچھا۔ کسکا حال پوچھتے ہو ہمنے کہا علیؑ کا حال کہو۔ اوسنے کہا وہی علیؑ نا جو فاطمہؑ کے باپ تھے۔ ہمنے پوچھا کون فاطمہؑ۔ کہا رسول اللہ کی بی بی جو عائشہ کی بیٹی تہین اور معاویہ کی بہن۔ ہمنے پوچھا پھر علیؑ کیا ہوئے تو اوسنے کہا وہ تو جنگ حنین مین رسول اللہ کے ساتھ شہید ہوئے

چوتھی حکایت ۔صفین سے جو لوگ واپس آئے تو ایک شخص کوفہ کا رہنے والا بھی اونکے ساتھ چلا آیا جب دمشق پہونچا۔ تو ایک شخص نے اسکے اونٹ کو کہا یہ تو میری اونٹنی ہے۔ قصہ نے طول پکڑا گواہی کی نوبت آئی اوس شامی نے پچاس

شامی کے حسب خواہ فیصلہ کردیا کہ اسکو اونٹنی دیدو۔

کوفی کھڑا فیصلہ سن رہا تھا جب فیصلہ سن چکا تو حضور خلافت پناہ مین عرض کیا کہ ذرا دیکھہ لیا جائے یہ اونٹنی نہین ہے اونٹ ہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا اب تو ہم حکم دے چکے۔ شامی خوش خوش اونٹ لیکر اپنے گھر چلا گیا۔ بعد اسکے معاویہ نے کوفی کو بلاکر دونی قیمت دیکر راضی کیا اور کہا جاکر علیؓ سے کہدینا کہ اونکے مقابلہ کرنے کو ہمارے پاس ایک لاکھ ایسے آدمی تیار ہین جو اونٹ اور اونٹنی مین بھی فرق نہین کرتے۔ سلہ

یہ سب تاریخی واقعات ہین جو سلف سے تاریخ کے ورقون پر نقل ہوتے چلے آئے ہین۔ اور اون تواریخ مین یہہ قصے درج ہوئے ہین جنکو ہر شخص تاریخ ہی سمجھتا ہے۔ نہ اغانی وعقد الفرید وغیرہ مین جنکو جہال یا عوام الناس ہے۔ ان حکایات سے چند قسم کے سبق آپکو مل سکتے ہین جو نہایت درجہ مفید اور بکار آمد ہین۔ تاریخ کہتے ہین

(۱) ہر مضمون اس قابل نہین ہوتا کہ آنکھ بند کرکے قبول کرلیا جائے جیسا کہ آجکل کی تاریخ پر ایمان لانیوالے حضرات کا عقیدہ ہے۔

(۲) جب واسطہ النقل ایسے لوگون کے بیان پر ہو کہ کسکو کسکا بیٹا۔ کسکی بیٹی قرار دیتے تو ان لوگونکے بیان پر جو روائتین مبنی ہونگی کس عقلمند کے نزدیک قابل قبول ٹھہر سکتی ہین۔ حالانکہ عموماً تواریخ وحکایات ادبیہ کی بنا انہین خوش کیون ہے (یہان ہم اس دعوی کو تواریخ ہی تک محدود رکھتے ہین ورنہ آگے چلکر معلوم ہوگا کہ اس الزام سے کتب احادیث بھی بمشکل بری ہوسکتی ہین۔

(۳) جب آپنے دیکھہ لیا کہ جس بات پر سلطنت نے زور دیا یا رواج دینا چاہا یا خواہش کی یا خوشامدیون نے بخیال خود اوسکے مناسب تصور کیا تو وہی رائج ہوا اور امر حق یا راست گویون کی بمخالفت سلطنت کچھہ نہ چلی تو آپ کس ذریعہ سے کسی امر

سلہ دیکھو مروج الذہب حاشیہ تاریخ جلد ۲۔

موافق سلطنت یا مخالف رقیبان دولت کی حکایتون پر ایمان لا سکتے ہین اور قابل قبول جان سکتے ہین-

کیونکہ ابھی ابھی آپنے خلفائے مصر کے بارے مین عباسی خلافت کی حکمت عملی کو ملاحظہ کیا بنی امیہ کے مکر و فریب کو بھی دیکھا کہ کسطرح تمامی اہل شام کو جو سب مسلمان تھے اس بات پر راسخ العقیدہ کر دیا کہ بجز بنی امیہ رسول اللہ کا نہ کوئی وارث ہے نہ قرابتمند کیسا اونٹ کو اونٹنی بنا دیا جسپر پچاس آدمیون نے ایکدم گواہی بھی دی اور مقدمہ بھی اوسی شہادت پر فیصل ہو گیا-

یہان پر پچاس آدمیون کی جھوٹی گواہی دوسری بھی ہے جو صفحات تاریخ مین بڑی آب وتاب سے لکھی جاتی ہے جو خود حضرت ام المومنین عائشہ اور حواریان رسول اللہ حضرت طلحہ و زبیر و دیگر صحابہ کبار کے روبرو ادا کی گئی جسکو آب حواب کے بارے مین حضرت زبیر کے بڑے بیٹے عبداللہ نے تیار کی تھی جنکو حضرت عائشہ نے متبنی کیا تھا اور چند سالون بعد انکی خلافت کا پھریرا بھی خاص مکہ مدینہ مین لہرایا گیا- اس جھوٹی گواہی پر مورخون کا دعوی ہے کہ یہ پہلی جھوٹی گواہی ہے جو اسلام مین ادا کی گئی کیونکہ اونٹنی والی گواہی اسکے بعد ہوئی ہے-

اگرچہ اس قسم کے صدہا واقعات ہین مگر اس رجسٹر مین ایک دوسری موٹی جھوٹی گواہی بھی خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے-

یہ واقعہ شہادت حجر بن عدی سے متعلق ہے جو ۵۱ھ ہجری مین واقع ہوا اور ایسا عبرتناک اور درد انگیز ہے کہ پورے طور پر بیان کرنا خلاف مقصود ہے-

مگر اتنا سمجھ لیجیے کہ یہ حجر بن عدی خود صحابی اور صحابی کے بیٹے ہین جو مشہور حاتم فیاض کے ! پوتے تھے معویہ کے گورنر زیاد نے انکو اس جرم پر قید کیا تھا کہ وہ شیعی علی مرتضی کا دم بھرتے تھے- انکے قتل کی تیاری تو بہت دنون سے ہو رہی تھی- مگر انکی خاندانی دلیری اور قومی قوت سینہ سپر رہی یہان تک کہ زیاد

جب زیاد نے اُسکے باپ عدی کے بارہ ساتھیو نکو قید لیا تو کوفہ و بصرہ
کے چار و سرداروں کو طلب کیا جمنین عمرو بن حریث ربع اہلمدینہ کا سردار تہا اور
ابو بردہ موسی اشعری کا بیٹا ربع مدحج کا اور خالد بن عرفطہ ربع تمیم وہمدان کا
سردار تہا اور قیس بن ولید ربع ربیعہ و کندہ کا سردار تہا۔ ان سب کی متفقہ کوشش
سے بے انتہا لوگوں کی گواہی اس مضمون پر تیار کرائی کہ۔

کہ حجر لشکر جمع کرتا ہے۔ خلیفہ کو برا بھلا کہتا ہے۔ بغاوت پر تلا ہے اسکا عقیدہ ہے کہ
بجز خاندان ابوطالب کوئی لائق خلافت نہیں۔ اور مصر کے عامل کو اسنے نکالدیا
اور علی مرتضی سے محبت کرتا ہے اور اونکے لئے دعاے مغفرت کرتا ہے۔ اونکے دشمنوں
سے تبرا کرتا ہے۔

جب یہ محضر تیار ہو کر زیاد کے روبرو پیش ہوا تو زیاد نے کہا اتنے گواہوں کی ضرورت
نہیں صرف چار گواہ ہوں۔ تب اسحق اور موسی نے جو حضرت طلحہ کے بیٹے تھے
جنکا شمار عشرہ مبشرہ میں۔ ان باتوں کی گواہی دی۔ اور منذر نے جو حضرت
زبیر کے بیٹے اور عبد اللہ بن زبیر موجد شہادت دروغ کے بھائی تھے اور عمارہ بن
عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ نے بھی گواہی دی گواہوں میں نام
قاضی شریح بن حرث کا اور شریح بن ہانی کا بھی لکھدیا گیا۔ جس سے شریح قاضی کو ہمیشہ
انکار ہی رہا کہ "ہمنے ہرگز گواہی نہیں کی ہے" اسکے بعد بفرمان معاویہ یہ حجر
شہید ہوے۔

دیکھیئے کس قسم کی دروغگوئی ہے کہ قاضی صاحب کا نام گواہوں میں لکھدیا
گیا اور اونکو خبر تک نہیں معاملہ فیصل ہو گیا شہید کر دئے گئے اور قاضی صاحب
لاعلم ہیں۔

غرض یہ سب واقعات ایسے نہیں ہیں کہ اسکے بعد ہم یا کوئی اون روایتوں حکایتوں
پر ایمان لا بیٹھیں جنکے راوی اور ناقل وہ مورخ ہیں جنکی پرورش اوس زمانہ کے

اور ذلہ خوار تھے کیونکہ جب ایسے ایسے بزرگ و بزرگ زادے جنکو آجتک اہل اسلام اپنا دینی و دنیوی پیشوا مانتے ہین بے محابا مرتکب کذب ہوتے جھوٹی جھوٹی گواہیان تیار کرتے جعلی نام بناتے ۔ پھر انکے بیانات پر کیو اعتماد ہو سکتا ہے ۔

سلطنت کے تقاضائے کوئی ایسا زمانہ نہین چھوڑا ہے جسمین یہ ترکیبین نہ برتی گئی ہون اور عام مقبولیت کا درجہ اُسے نہ ملا ہو خواہ وہ کیسا ہی امر ناجائز وحرام و مکروہ کیون نہو ۔ جسکے لئے مختصر طور پر ہم ایک نوٹ تیار کرتے ہین جو ہر سلطنت کے انتہائی حصہ سے شروع ہوگا اور ابتدائی حصہ تک منتہی ۔

مگر یہ سلسلہ صرف خلفائے اموی ہی مین دائر رہیگا ۔ اور کسی خاص امر سے بحث نہوگی کیونکہ ہمارا منشا صرف اسیقدر ہے کہ اوس زمانہ مین کن کن اغراض سے کذب کا ارتکاب کیا جاتا اور حصول مطلب کیلئے کیا کیا روشین اختیار کیجاتین ۔ اخفائے حق کے لئے کیا کیا ترکیبین بنائی جاتین ۔

دیکھو مروان بن محمد بن مروان بن حکم آخر خلیفہ ہے جو ۱۲۷ھ مین خلیفہ ہوا اور ۱۳۲ھ مین اپنے ساتھ خاندانی خلافت کا بھی خاتمہ کر گیا ۔

ابھی تک عباسیون کی خلافت نہین قائم ہوئی ہے نہ کوئی شخص بخلافت نامزد ہوا ہے ۔ دعوت ہوتی ہے الی الرضا من آل رسول اللہ ابراہیم بن محمد ملقب بلقب امام اس مشن کے افسر اعلی ہین جنکو مروان نے مقید کیا تھا اور اوسی قید مین بزہر یا چھت گرا کر انکی وفات ہوئی ۔

اس خاندان عباسی کی آرزومندی خلافت کی وہ تاریخ ہے جبکہ ابوالہاشم فرزند محمد بن حنفیہ نے انکو خبر دی تھی کہ اب خلافت تمہارے خاندان مین آنے والی ہے ۔ اس زمانہ کی کارروائیون کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس کس عنوان سے قوم و ملت کو انہون نے جھوٹھ کذب و افترا کی تعلیم دی ہے اور ذریعہ کامیابی

(۱) خود مروان کی خلافت ہی بزور مکر و خوشامد قائم ہوئی کیونکہ ۱۲۶ھ مین
جب ابراہیم بن ولید جو تازہ خلیفہ ہوا تہا مروان کی مخالفت سے چند لڑائیون
کے بعد دمشق سے خلافت چھوڑ کر بھاگا۔ اور قیدی سب لائے گئے تو مروان
نے حکم و عثمان کو جو فرزندان ولید سے تھے (کہ اونہین دونون کے لئے اس
جنگ کی بنیاد پڑی تھی) مقتول پایا تو دفن کرنیکا حکم دیا اوسکے بعد ابو محمد
سفیانی لایا گیا جو اوسی قیدخانہ مین مقید تہا۔ جب مروان کے روبرو حاضر
ہوا تو اسنے مروان پر اوس قاعدہ سے سلام کیا جو خلفا کے لئے مقرر تہا کیونکہ ابہی
تک لوگ مروان کو امیر کے لفظ سے یاد کرتے اور سلام کرتے۔

مروان نے سفیانی سے پوچہا تو نے بلفظ خلیفہ مجکو کیون سلام کیا۔ تو اوسنے جواب
دیا کہ حکم اور عثمان فرزندان ولید تمکو اپنا ولیعہد کر گئے ہین جسپر چند اشعار حکم
کے پڑہے کہ آخری شعر اوسکا یہ ہے۔

فان اھلک انا وولی عھدی — فمروان امیر المومنینا

اسکے بعد سے مروان کی بیعت خلافت شروع ہوئی جسکی سب سے پہلے بیعت
معاویہ بن یزید بن حصین بن نمیر نے کی (صفحہ ۱۴۰) دیکھئے ابراہیم بن ولید باتفاق
اہل حل عقد خلیفہ بنا ہوا موجود ہے جسکو مغلوب کرکے اسنے دمشق سے نکال دیا
اور ایک خوشامدی قیدی کے مصنوعی شعر سے خود خلیفہ بنا اور اہل اسلام نے
اوسکی خلافت قبول کرلی اور جملہ احکام شرع جاری ہونے لگے۔

(۲) ابومسلم خراسانی عباسیون کا داعی خراسان مین ہے جس سے ۱۳۲ھ مین
نصر بن سیار گورنر مروان سے جنگ شروع ہے۔ نصر کا غلام یزید سپہ سالار ہے اور
ابومسلم کیطرف سے مالک بن ہیثم کمانڈر انچیف ہے اس جنگ مین یزید گرفتار کرلیا
گیا جو نصر کیطرف سے افسر اعلی تھے۔

ابومسلم نے اپنے اس قیدی پر بہت کچھ احسانات کئے۔ علاج کرایا جس سے اوسکے
جراحات مندمل ہوئے۔ بعدہ آزاد کر دیا اور کہا اگر تو چاہے میرے ساتھ رہ یا

یا اپنے آقا نصر کے پاس چلا جا۔ مگر باین شرط کہ نہ آئندہ مجھسے محاربہ کی نیت سے لشکر کشی کرنا۔ نہ ہمپر کذب و افترا لگانا۔ وہی باتین ہلوگون کی بیان کرنا جو اپنی آنکھون سے دیکھی ہین۔ ان عہد و پیرا و سکو آزادی دیدی جسکے بعد خود ابو مسلم نے کہا کہ اس کارروائی سے امید ہے کہ دیندار لوگ جو پابند ایمان و صلاح و سداد ہین ہمسے لڑنے نہ آئینگے۔ کیونکہ ہلوگون کو وہ مسلمان نہین جانتے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہین کہ فی الحقیقۃ بنی امیہ کے ہوا خواہون نے یہی مشہور کر رکھا تھا کہ بنی عباس یا اونکے ہوا خواہ مسلمان نہین ہین۔ بت پرست ہین کسی شریعت کے پابند نہین ہین مال لے لینا قتل کر دینا عورتون کی عصمت بگاڑنا عام طور پر انکے یہان جائز ہے۔

یزید جب رہائی پاکر اپنے آقا نصر بن یسار کے پاس پہونچا ہے تو نصر بھی اس پالیسی کو سمجھ گیا اور کہا کہ خدا تجھپر اسس آزادی کو مبارک نکرے کہ اس قوم نے تجھکو اپنی حجت قائم کرنے کیلئے آزاد کیا ہے۔ یزید نے کہا بیشک ایسا ہی ہے مگر ہمسے تو حلف لیچکے ہین کہ ہم اونپر کوئی افترا نکرین اب تو ہم صاف صاف بیان کرتے ہین کہ وہ لوگ مسلمان ہین پابند صوم و صلوۃ ہین۔ عین وقت پر اذان و اقامت کہکر نماز پڑہتے ہین۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہین۔ یاد الہی مین مشغول رہتے ہین ولایت رسول اللہ کی طرف دعوت کرتے ہین۔ اونکی شان ضرور بلند ہوگی۔ اگر تیری محبت نہوتی تو مین اون لوگونکو چھوڑ کر کبھی علیحدہ نہوتا دیکھیے استحفاظ سلطنت اور حریف کیطرف سے عام نفرت پھیلانے کے لئے کسدرجہ کے کذب و افترا سے کام لیاجاتا کہ بت پرستی وغیرہ انکی مشہور کیجاتی تھی ؟ اولاد حضرت عباس کی جو عم رسول اللہ ہین اور صحابی ہین!

لوگوں پر ظاہر کیا کہ ابراہیم (امام) نے اپنا نائب خاص مقرر کیا ہے۔ تو یہی مشہور کیا گیا "وہ یہ خاندان رسالت سے ہے"۔ لہ

(۴)

۱۲۹ھ میں عبد اللہ بن معویہ بن عبد اللہ بن جعفر طیار نے فارس وغیرہ پر اپنا تسلط جما کر سلطنت قائم کی تھی کہ مروان کی طرف سے لشکر کشی ہوئی۔ جسمیں معن بن زائدہ نے دوسری طرف سے حملہ کیا۔ اور عبد اللہ نے ہزیمت پائی۔ ان کے ساتھ خوارج بھی شریک تھے جنہیں ۴ ہزار آدمی اسیر ہوئے۔ ان قیدیوں میں عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن عباس بھی تھے جب ابن ضبارہ افسر فوج کے سامنے حاضر کیے گئے تو گالی دیکر پوچھا تو عبد اللہ بن معویہ کے پاس کیوں آیا حالانکہ جانتا ہے (امیر المومنین) مروان کا یہ کتنا بڑا مخالف ہے۔

عبد اللہ نے یہ عذر پیش کیا کہ میں مقروض ہوگیا تھا اس وجہ سے ابن معویہ کے پاس آیا۔ حرب بن قطن ہلالی نے یہ کہکر اسکی سفارش کی کہ یہ میرا بھانجا ہے اسکی تقصیر عفو کر دیجائے۔ جسپر عبد اللہ بن علی نے رہائی پائی۔ اور بخوشامد ان لوگوں کے ابن معویہ پر یہ اتہام لگایا کہ وہ اور اونکے سب ساتھی لواطہ کرتے ہیں جسپر ابن ضبارہ نے انکو ابن ھبیرہ کے پاس روانہ کیا کہ وہاں جاکر یہ حالات بیان کریں دیکھئے یہ ابن معاویہ نہ مدعی خلافت ہیں نہ کوئی ان کے ساتھ ایسی جمعیت ہے نہ کوئی انکا قوی بند وبست ہے مگر صرف اس خیال سے کہ خاندان رسالت کی ایک شاخ میں ایسا نہو زور پکڑے لوگوں کے دل ادھر متوجہ ہوں ایسا الزام عظیم لگایا جس سے پھر انکی کوئی وقعت نہ رہے جھوٹھ کذب افترا کا مطلق نہ خیال کیا گیا۔

(۵) انکے قتل کی تدبیر بھی اسی ترکیب سے ہوئی جس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قتل کیے گئے ہیں۔ کیونکہ جب ہزیمت کھاکر یہ خراسان پہونچے تو ابو مسلم کے حکم سے قید کر دیے گئے جو بنی عباس کا داعی تھا۔

ے کہ یہ بن عبداللہ ابو ہاشم خراسانی کو بھیجا گیا آل محمد کا داعی تھا (یہ ہے)

کہ مالک بن ہیثم خزاعی نے جو ابومسلم کا نائب تھا اُنسے دریافت کیا کہ یہاں

کیون آئے ہو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہم لوگون کے دعوت رکھتا ہون آل

محمد کی امید پہ یہان آیا ہون۔ مالک نے کہا اپنا نسب نامہ بیان کرو۔ انہون

نے کہا عبداللہ بن معٰویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار۔ مالک نے کہا کہ عبداللہ

و جعفر تو البتہ خاندان رسالت کے نام ہین مگر معٰویہ کو اس خاندان سے کیا

لگاؤ۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میرے جد امجد عبداللہ بن جعفر معٰویہ بن ابوسفیان

کے دربار مین رونق افروز تھے کہ میرے باپ (معٰویہ) کی ولادت کی خبر

پہونچی اور پھر معٰویہ نے باصرار تمام فرمائش کی کہ اس کے نام میرے نام پر رکھا

جسکو حضرت عبداللہ نے قبول کر لیا اور یہی نام رکھا معٰویہ نے اسکے صلہ مین

لاکھ درہم بھیجا تھا۔

مالک نے اسکے جواب مین کہلا بھیجا کہ لقد اشتریتم الاسم الخبیث بالثمن

الیسیر کہ بہت ہی تھوڑی رقم پر تم لوگون نے ایسا منحوس نام خرید کیا ہے۔ اب تو

خلافت مین تم کو کوئی حق نہین رہا۔

اسکے بعد ابومسلم کو رپورٹ کیا جو اس مشن کا افسر اعلیٰ تھا۔ وہان سے جواب آیا

کہ عبداللہ کے دونو بھائی حسن و یزید کو رہا کر دو اور عبداللہ کو قتل کر ڈالو۔

مالک نے عبداللہ کو فرش کے نیچے دبوا کر مار ڈالا پھر نماز پڑھ کر دفن کرا دیا جنکی

قبر کی آجتک ہراۃ مین زیارت ہوا کرتی ہے۔ ۵

اس واقعہ سے آپکو پتہ چل سکتا ہے کہ کیسا زمانہ تھا کس کس عنوان سے ایسی جعلی

ترکیبین برتی جاتی ہین۔ کہ قتل بھی کرتے ہین اور نماز بھی پڑھتے ہین۔

مگر اس واقعہ سے یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ سلطنت کی طرف سے کیسی کیسی پالیسی برتی

جاتی ہے جو لوگ ... خاندانی عزت ... اولاد کی ... حکومت

... کی مجبوری یہان تک پہونچی تھی کہ ایسی فرمائشین قبول کرتے اپنے دشمنون کے نام رکھتے اور جو صلہ وانعام ملتا بہ مجبوری وہ بھی قبول کرنا پڑتا۔

اسی ایک واقعہ سے اور بہت سے نامونکی توجیہ ظاہر ہو سکتی ہے بشرطیکہ کچھ زیادہ تحقیقات سے کام لیا جائے۔

خلافت ولید بن یزید بن عبد الملک

(۶) علامہ شیخ حسین دیاربکری لکھتے ہین کہ ولید زندیق یزید بن عبد الملک کا فرزند نہایت درجہ فاسق تھا جو ۱۲۵ھ مین بعد ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا علامہ ذہبی اسی کے بارے مین ناقل ہین کہ حضرت نے فرمایا کیا ہوا ہے تمکو کہ اب فرعونون کا نام رکھنا تمنے شروع کیا اس امت مین ایک شخص ہونے والا ہے جسکا نام ولید ہوگا اوسکی شدت اس امت پر فرعون سے بھی بڑھی ہوگی جو بنی اسرائیل پر کرتا۔ اس ولید نے ارادہ کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر شراب پیئے[۱]۔ اسی قسم کی صدہا حکایتین ہین اسکے کفریات وفسق کی چنانچہ ایک روز اپنے گھر مین جو داخل ہوا تو دیکھا اپنی لڑکی کو کہ دایہ کے پاس بیٹھی کھیل رہی ہے۔ ولید نے وہین پر اپنی بیٹی سے مجامعت کی کہ بکارت اوسکی زائل ہوئی جسپر دایہ نے کہا یہ تو دین مجوس ہے۔ جسپر ولید نے یہ شعر پڑھا ؎

من راقب الناس مات غما	آدمیونکا لحاظ کرنیوالا غم مین ہلاک ہوگا۔
وفاز باللذة الجسوس	اور جو بے شرم و بے لحاظ ہے وہی لذت پر فائز ہوتا ہے۔

---

[۱] یہ واقعہ قبل خلافت کا ہے جس وقت وہ ولیعہد تھا کیونکہ ہشام بن عبد الملک جب اسکی شرابخواری سے بہت تنگ ہوا تو اس ولید کو حاجیونکا سردار مقرر کیا کہ شاید اس عہدہ کے لحاظ سے شرابخواری کو ترک کرے۔ ولید نے اس سفر کی تیاری یون شروع کی کہ اپنے کتون کیلئے بہت سے صندوق بنوائے جنمین اونہین بند کیا اور خانہ کعبہ کے چھت کے برابر ایک قبہ بنوایا کہ خانہ کعبہ پر اوسکو نصب کرکے اپنے دوستونکے ساتھ ...

ایک روز قرآن لیکر اپنے بارے مین فال کہولا تو یہ آیہ نکلا واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اوسپر ولید نے کہا کیا تو مجکو ڈراتا ہے؟ پھر قرآن کو بند کرکے اسقدر تیر باران کیا کہ تمام قرآن پارہ پارہ ہوگیا۔ اور فی البدیہ یہ اشعار آبدار تصنیف کیے۔

اتوعد کل جبار عنید — اے قرآن کیا تو ہر جبار عنید کو ڈراتا ہی
فہا انا ذاک جبار عنید — بیشک مین ہی وہ جابر و سرکش ہون
اذا لاقیت ربک یوم حشر — جب اپنے رب سے بروز قیامت ملاقات کرنا
فقل یا رب مزقنی الولید — تو کہدینا خداوندا مجھے پھاڑ ڈالا ولید نے

ایک روز صبح کی جو اذان ہوئی تو جو لونڈی شراب پیتی اور پلاتی تھی اوسکے ساتھ ہمبستری کرکے قسم کہا بیٹھا کہ یہی لونڈی اسی حالت جنابت وسکر مین جاکر لوگون کو نماز پڑھائے۔ جسپر وہ عورت اوسی نشہ اور نجاست مین بھری ہوئی تبدیل لباس کرکے رونق افروز مسجد ہوئی اور بجائے خلیفہ محراب عبادت مین کھڑی ہوکر مقتدائے اہل اسلام بنی۔

جو کنیزین کہ اسکے باپ کے تصرف مین تہین صاحب اولاد بھی ہوئین اون سب کو بھی اپنے تصرف مین لایا۔

بعضون نے کہا ہے کہ اسکی عقل مین فتور تھا کیونکہ کافر بھی کوئی ان امور کا مرتکب نہین ہوسکتا۔ اس ولید کے فسق وفجور نے جب انتہا درجہ ترقی کی تو کچھ لوگون نے اسکو خلع کرکے قتل کیا اور اوسکے ابن عم کو خلیفہ بنایا جسکا نام یزید بن ولید بن عبد الملک تھا جو بلقب ناقص مشہور رہے۔

جب یزید نے اسکو محصور کیا ہے تو اوسنے وجہ محاصرہ دریافت کیا۔ اور کہا کیا ہمنے تمہارے عطایا مین زیادتی نہین کی؟ کیا تمہارے کشف کربات مین

بلکہ حرمات خدا کی تو نے ہتک کی علانیہ شرب خمر شروع کیا اپنے باپ کی ام الولدون سے نکاح کیا۔ اور امر خدا کا استخفاف کیا۔ ولید یہ جواب سنکر اندرون آیا ہے
چلا اور قرآن کھولکر پڑہنا شروع کیا اور کہا آج کا روز مشابہ ہے عثمان کے روز سے۔ اسکے بعد ولید قتل کیا گیا اور اوسکا سر یزید کے سامنے لایا گیا جسپر اوس نے سجدہ شکر ادا کیا۔ انتہی

ہماری غرض یہان پر کوئی نکتہ چینی کرنی اس خلیفہ پر نہین ہے نہ اوسکی لاابالی نگاری منظور ہے بلکہ یہ دکہانا ہے کہ ایسے اشخاص کی کیونکر حمایت کی جاتی ہے اور حضرات مورخین کسطرح ان احوال پر پردہ ڈالتے ہین علامہ ابن اثیر جزری ان حالات کو مختصر کر کے لکہتے ہین وہ کہا شبیب بن شبہ نے کہ ہم لوگ مہدی۔ (خلیفہ عباسی) کے پاس بیٹھے تھے کہ ولید کا تذکرہ آگیا۔ اوسپر مہدی نے کہا وہ تو زندیق تھا ابو علاثہ فقیہ حاضر دربار تہا۔ اوٹھ کہڑا ہوا اور عرض کیا کہ خداوند عز وجل کے عدل کے خلاف ہے جو خلافت نبوت کا مالک ایک زندیق کو قرار دے۔ اور امۃ محمدیہ کا حاکم ایک کافر قرار پائے۔ اصل یہ ہے کہ جو لوگ ولید کے ہم نوالہ ہم پیالہ تھے اونہون نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ نماز و طہارت کا بہت پابند تھا جب نماز کا وقت آتا تو رنگین کپڑے اوتار ڈالتا خوب اچھی طرح وضو کرتا اور صاف سفید ستھرے کپڑے پہنکر نماز ادا کرتا۔ اسکے بعد پھر اصلی رنگ پر آجاتا اور عیش و عشرت مین مشغول ہوتا تو ایسے شخص کو کون کہہ سکتا ہے کہ مومن نہ تھا۔ صفحہ ۱۰ جلد ۵

دیکھیے خلافت اس شخص سے بلکہ اسکے خاندان سے جا چکی ہے سلطنت کا مالک دوسرا خاندان ہے جو اسکا جانی دشمن ہے مگر اپنے نمک کی تاثیر باقی ہے اتنا بڑا فقیہ اوسکی براءت ثابت کر رہا ہے اور ولیکن بھی کیسی معقول پیش کرتا ہے کہ اگر ایسے خلیفہ کو زندیق یا کافر مانتے ہیں تو خدا کے عدل سے انکار لازم آتا ہے

کہ معصوم نہین مثل ... اور نبیون کے سوا عدل خدا کا کون قائل ہے جو اسکے انکار پر کوئی خرابی لازم آوے۔

جب خلافت باختیار ناس ہے تو آدمیون کے بنائے ہوئے خلیفہ کے فسق و فجور یا کفر سے خدا پر کیا الزام آتا ہے جو اوسکی عدالت ہی اوڑ جائیگی کیا کفار کو تسلط نہین ہوا ہے اور امت محمدیہ کے حاکم نہین بنے ہین۔

یہ دلیل کہ خلافت و حکومت ملنے سے کسی کا ایمان ثابت کیا جائے کچھ اسی مقام پر نہین جاری ہے بلکہ ہر جگہ جاری و ساری ہے جس سے ہمکو کوئی بحث نہین۔ مگر یہ تو فرمائیے ہم کس پر ایمان لائین مورخین کے اس بیان پر کہ وہ فاسق تھا فاجر تھا کافر تھا زندیق تھا جسکے واقعات تاریخی بھی لکھدئے۔ جس سے ہر شخص اوسکو کافر ہی سمجھہ سکتا ہے۔ یا اس نقیہ امام وقت کے بیان پر جسکو باین طلاقت لسانی ابو علاء نہ فقیہ نے بیان کیا کہ سب واقعات کو مٹا کر خود ہم نشینان بزم شراب کی زبانی اوسکی طہارت و صلوۃ و کمال ایمانی ثابت کی کیونکہ شرابی کی گواہی اور کون دے سکتا ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی آپ سمجھ سکتے ہین کہ خلفائے بنی امیہ کی محبت و ولا کسطرح مسلمانون کے رگ و پے مین بھری ہوئی تھی کہ دوسری خلافت قائم ہونے پر بھی اوس حمایت و حمیت مین کوئی فرق نہ آیا نہ شرب خمر نے اوس رشتہ مودت مین کچھ خلل ڈالا۔ نہ ان بیٹیون کے ساتھ نکاح کرنے قرآن کے پھاڑنے جلانے تیر باران کرنے سے کچھ بل پڑا بلکہ یہی امور اوسکے اسلام و ایمان کے ثابت کرنے والے ٹھہرے۔

ہان ہان یہ بھی تو سنئے کہ جب ولید مذکور قتل کیا گیا ہے تو یزید نے چاہا جو اسکے بعد خلیفہ ہوا تھا کہ اسکا سر نیزہ پر بلند کیا جائے اوسپر یزید بن فروہ نے جو بنی مروان کے غلامون سے تھا کہا کہ وہ نیزہ پر سر تو خارجیون کا نصب کیا جاتا ہے۔ اور

بھی خوف ہے اوسپر خلیفہ یزید نے کہا اچھا اسلئے بہائی سلیمان بن ولید کے پاس
لیجاؤ سلیمان نے اوسکا سر دیکھکر کہا خدا اپنی رحمت سے اسکو دور کرے مین گواہی
دیتا ہون کہ یہ پکا شرابی تھا اور فاسق و فاجر تہا کہ خود مجھسے بھی امر خلاف فطرۃ
کی خواہش کی تھی۔ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۰۷

دیکھیے صاحب یہ خلیفہ زادہ اور برادر خلیفہ کی شہادت ہے۔ اور وہ فقیہ
دوران ابو علاثہ کی شہادت تھی جنہون نے بزور تفقہ خلیفہ کی برات ثابت کی
تو اریخ یہان پر ہمکو یہ بھی بتاتی ہے کہ صرف ابو علاثہ فقیہ ہی پر کیا رہ رتے ہو جو مدعی
ایمان و اسلام ولید ہے۔ خالد بن عبد اللہ قسری تو اوس سے بھی بڑھا ہوا ہے
جو عراق و خراسان کا گورنر تھا کہ وہ اسکا مدعی رہا ہشام بن عبد الملک خلیفہ
افضل تہا رسول اللہ سے۔ کیونکہ جو کسیکا خلیفہ ہوتا ہے وہ اوسکے پیغامبر سے
افضل ہوتا ہے۔ پس ہشام خلیفہ اللہ ہے۔ اور رسول اللہ پیغامبر ہین تو ضرور ہوا
کہ ہشام افضل ہو رسول اللہ سے۔ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۰۳

پھر فرمائیے کہ جب حکام و عمال خلفا بزور حکومت اسطرح کے عقائد پہیلائین اور
عوام الناس و جہال کو سنائین۔ تو کیونکر نہ اونکے عقائد بگڑین اور خیالات فاسد
ہون اور لوگون کے عقیدے بنی امیہ کی نسبت۔ فضائل و مناقب مستحکم ہون
کیونکہ اوس زمانہ کا سلسلہ ہی اسطرح جاری تہا کہ اسلامی دنیا مین اس خاندان
کے سوا دوسرے کا گویا وجود ہی نہین۔

(۷) اسی خلیفہ ولید کے زمانہ مین ۱۲۵ھ مین حضرت یحیی بن زید شہید بھی شہید کیے گئے
جنکا قصہ یون ہے کہ بعد شہادت حضرت زید بخوف ہشام بن عبد الملک خلیفہ انہون
نے کوفہ چھوڑکر خراسان کا سفر اختیار کیا تہا۔ بلخ پہونچکر خرش بن عمر کے پاس
چندروز اقامت کی اسی زمانہ مین ولید بن یزید تخت نشین خلافت ہوا۔ اوسنے
اپنے عامل نصر کو لکھا کہ یحیی کو جلد گرفتار کرے۔ اسپر نصر نے خریش کو گرفتار کرکے

... کو ... سوائے ... نے آخری قیام یہ لیا کہ

اگر یحیی میرے قدموں کے نیچے بھی ہوتے تو میں اس غرض سے پیر نہ اوٹھاتا کہ جہکو اوپر دست رس ہو - مگر اوسکے بیٹے قریش نے اپنے باپ کی سفارش کی کہ ہم یحیی کا پتہ بتلائے دیتے ہیں اسکی جان بخشی کی جائے - حریش نے اس شرط پر رہائی پائی اور قریش کی نشاندہی سے حضرت یحیی گرفتار ہوئے - اسکی خبر ولید کو پہونچی تو ولید نے لکہا کہ اونکو آزاد کردو جسپر نصر نے رہا کردیا اور حکم دیا کہ دربار خلافت میں ولید کے پاس تشریف لیجائیے - مگر یحیی نے بلخ سے کوچ کرکے سرخس میں اقامت کی کہ حکم نصر بسر سرخس چھوڑنا پڑا اور بیہق آئے مگر بخوف یوسف بن عمر یہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھے نیشاپور آئے جہاں عمرو بن زرارہ حاکم تھا - یہاں پر یحیی نے تاجروں سے کچھ گہوڑے سواری اور باربرداری کی غرض سے اپنے لئے اور ساتھیوں کیلئے خرید کئے جنکی تعداد ستر تھی - اس واقعہ کی خبر جب نصر کو پہونچی تو اسنے عمرو بن زرارہ کو حکم دیا کہ انسے لڑکر سبکو قتل کرڈالو -

عمرو بن زرارہ نے بجمعیت دس ہزار فوج جرار یحیی پر حملہ کیا جنکے ہمراہیوں کی تعداد کل ستر آدمی کی تھی جسکو نہایت استقلال سے انہوں نے برداشت کیا اور بقوت امداد الٰہی کا نمونہ دکہادیا کہ یحیی نے اپنے ستر آدمیوں سے دس ہزار کی فوج کو پوری ہزیمت دی جسمیں خود عمرو سردار لشکر بھی مارا گیا اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا - اس فتح نمایان کے بعد یحیی نے نیشاپور کا رہنا ترک کیا اور عراق سے ہوتے ہوئے جوزجان پہونچے جہاں نصر کے لشکر نے دوبارہ آکر محاصرہ کرلیا اثنائے جنگ میں یحیی کی پیشانی پر ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون
اس واقعہ کی خبر جب ولید کو پہونچی تو بخوف فتنہ وفساد حکم دیا کہ حضرت زید کا جسم مبارک سولی پر سے اوتار لیا جائے جو ہشام کے زمانہ سے سولی پر لٹک رہا تہا - اور حکم دیا کہ انکی نعش کو جلاکر خاکستر کرڈالو اور دریائے فرات میں بہادو جسکی تعمیل یوسف بن عمر نے اوسی فرمان شاہی کے مطابق کرکے فرات میں اونکو ...

[illegible] بہا دی گئی تھی۔

یہی سولی یحیی کیلئے بھی بعد شہادت تجویز ہوئی جسکی تعمیل جوزجان مین کی گئی اور جب تک خلافت بنی امیہ کا خاتمہ نہوا اوسوقت تک فرزند رسولؐ کو پیوند خاک ہونا نصیب نہوا کیونکہ انکی تجہیز و تکفین کا شرف ابو مسلم خراسانی کی قسمت مین لکھا تھا جو بانی خلافت عباسی ہوا کہ نماز پڑھکر بکمال احترام دفن کیا اور ماتم داری انکی مدت تک قائم رکھی اور بعد تسلط تمام دفتر بنی امیہ مین جن جن لوگون کا نام قاتلان یحیی مین ملا اونمین سے زندون کو قتل کیا اور جو مر گئے تھے اونکی اولاد سے اوسکا انتقام لیا۔

دیکھیے یہ حضرت یحیی نہ طالب خلافت تھے نہ خواہان سلطنت و حکومت بلکہ بعد شہادت حضرت زید اپنی جان بچاتے پھرتے ملک عرب مین جب پناہ نملی تو خراسان جاکر روپوشی مین بسر کرتے۔ مگر خلفائے وقت سے ایکدم بھی آرام نہ پایا اور اوسی سلوک سے انہون نے بھی دنیا کو چھوڑا جو سلوک انکے آبائے کرام کے ساتھ پہلے ہوتا آیا کہ قید کیے گئے سولی پائی جلائے گئے انکی راکھ دریا مین بہائی گئی اسپر بھی یہ خلفا اور اونکے معاونین صرف مسلمان ہی نہین مانے گئے بلکہ مسلمانون کے دین و دنیا کے جسمانی روحانی پیشوا کہے جاتے ہین جنپر آجتک مسلمانونکو فخر و ناز ہے۔

مگر جب اس نتیجہ پر خیال کیا جاتا ہے کہ جو ممبران خاندان رسالت ایسے شجاع و بہادر تھے کہ بےکسی اور بےبسی کے عالم مین ایسے جوہر شجاعت دکھائین کہ ستر آدمیون سے دس ہزار کی فوج کو ہزیمت فاش دین۔ تو اگر خلافت رسولؐ انکی حمایت و سرپرستی مین ہوتی تو اسلام کو کتنی قوت ہوتی اور رسولؐ اللہ کی یہ بشارت نہ پوری ہو گئی ہوتی کہ "مجھے مشرق و مغرب کی زمین دکھا دی گئی ہے کہ ہر جگہ اسلام نے اپنا جلوہ اور تسلط قائم کیا ہے"

(۸) گو اس واقعہ شہادت حضرت یحیی بن زید کو میری تقریر سے کوئی خاص لگاؤ نہین تھا مگر بخیال تعلق واقعہ خلافت ولید لکھا گیا ہان سلیط کا واقعہ اوسی قبیل

[illegible]

سے ہے جسکا تذکرہ ہمین نے شروع کیا ہے چنانچہ تاریخ کامل مین ہے:

ابو مسلم خراسانی کے نسب مین اختلاف ہے جولوگ اسکے غلام زادہ ہونے کا دعوی رکہتے ہین وہ یہ بیان کرتے ہین کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک لونڈی تھی رومی جو انکی خدمت کیا کرتی - ایکدفعہ اوس سے تعلق ہوگیا جسکے بعد مدتون وہ اوسی حالت مین رہی - لونڈی نے اس واقعہ کو غنیمت جانکر دوسرے غلام سے ناجائز تعلق پیدا کیا جس سے وہ حاملہ بھی ہوئی اور لڑکا بھی پیدا ہوا - وقت بازپرس اوسنے انہی عبداللہ بن عباس کا نام لیا جسپر انہون نے حد زنا جاری کیا اور اوس لڑکے کو غلام بنایا (کیونکہ انکے نطفہ سے نہین تہا) یہانتک کہ بعد وفات عبداللہ بن عباس - ولید بن عبدالملک نے بسبب اسکے کہ فرزند عبداللہ بن عباس یعنی علی سے ذاتی رنج تہا اوس غلام کو اُبھارا کہ حقیت کا دعوی کرے اس بنیاد پر کہ وہ نطفہ سے ہے عبداللہ بن عباس کے یہ مرافعہ اس غلام کا اور علی کا جو حضرت عبداللہ بن عباس کے بیٹے تھے قاضی دمشق کے سامنے پیش ہوا گواہی شاہدی سب مرتب ہوگئی کیونکہ خلیفہ وقت ولید اصل بانی مقدمہ تہا - قاضی اصل حال سے واقف تہا مگر بخوشنودی خلیفہ حسب خواہ اوس غلام کے فیصلہ دیا کہ بیشک یہ سلیط عبداللہ بن عباس کے نطفہ سے ہے - اسکے بعد سلیط نے میراث کا دعویٰ کیا جسمین بہی وہ کامیاب ہوا دیکہو صفحہ ۵ جلد ۵ کامل

یہان پر اسکو بہی یاد کرلیجیے کہ ابوسفیان کی جان بخشی حضرت عباس ہی کی بدولت ہوئی تہی معاویہ عبدالملک وغیرہ سے جو روابط تھے ناظرین تاریخ پر ظاہر ہے مگر ان سب حقوق و احسانات پر ایک ادنی معاملہ پر اونکے خلاف مین کیسا مقدمہ قائم کیا گیا جسمین کیسے کیسے عدول و شاہد و گواہ قرار پائے اور حضرت قاضی صاحب نے کسطرح انصاف کا خون کیا پھر اوس زمانہ کی وضعی حکایتون اور روایتون پر کیونکر کوئی ایمان لاسکتا ہے -

یہ واقعہ یہین پر تمام نہین ہوا کہ بزور خلافت ایک حرامزادہ نسل عباس عم

علاوہ جرم فوجداری مین کیون نہ پہنسایا جائیگا ؟

دیکھو وہی سلیط جو بزور سلطنت علی بن عبد اللہ بن عباس پر مسلط کیا گیا تہا حقیت و میراث کے فیصلہ پر بہی علیحدہ نہین ہوا۔ اتفاقاً ایکروز علی بن عبد اللہ اپنے باغ کی سیر کو جو بیرون دمشق تہا تشریف فرما ہوئے سلیط بہی سایہ کیطرح ساتہہ ہولیا وہان عمر الدن سے جو اولاد ابو رافع مولی رسول اللہ سے تہا اور علی کے مخصوصین سے تہا۔ کچہہ باتون بات لڑائی ہوپڑی جسپر عمر الدن نے سلیط کو مار ڈالا اور باغ ہی مین کہین دفن کردیا اور چلدیا سلیط کے ایک دوست نے باغ جاتے دیکہا تہا جب وہ واپس نہ آیا تو اوس دوست نے سلیط کی مان کو اسکی خبر کی کہ سلیط علی کے ساتہہ باغ گیا تہا معلوم ہوتا ہے وہین مار ڈالا گیا چونکہ عداوت علی و سلیط تو معلوم تہی یہان علی نے جب باغ سے نکلکر مکان کا قصد کیا تو نہ عمر الدن تہے نہ اونکا غلام نہ سلیط ہر چند انہون نے تفحص کیا مگر کچہہ پتہ نہ چلا۔

سلیط کی مان خلیفہ کی عداوتن اور ترکیبون سے واقف تہی فوراً دربار مین حاضر ہوئی اور علی پر استغاثہ دائر کیا ولید تو اس فکر ہی مین تہا کہ کسیطرح انکو قانونی شکنجہ مین پہانسکر سزا دین فضیحت کرین۔ اس خبر سے اُچہل پڑا اور فوراً علی کو طلب کیا۔ ہر چند علی نے قسمین کہائین حلف اوٹہایا کہ مجہے سلیط کی مطلق خبر نہین۔ مگر رہائی نہین ہوئی تب ولید نے حکم دیا کہ اچہا باغ مین خوب پانی سینچا جائے جس سے سلیط کا مردہ نکل پڑا۔ کیونکہ ابہی تازہ قبر بنی تہی۔ جس سے سب پر ظاہر ہوا کہ اصل حرفت علی بن عبد اللہ بن عباس کی ہے۔

خلیفہ نے اسپر حکم دیا کہ علی کو دہوپ مین کہڑا کرکے کوڑے لگاؤ جسکی فوری تعمیل ہوئی بعدہ کمل اوڑہا کر دہوپ مین بٹہاؤ کہ عمر الدن کا سراغ بتائین۔ آخر بسفارش عباس بن زیاد اس عذاب سے ہونکو رہائی ملی اور جلا وطنی کا حکم صادر ہوا کہ دمشق سے نکل جائین اور حمیمہ یا حجر مین قید رہین۔ جب سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا

تو اوسنے اس حکم کو منسوخ کرکے دمشق مین آنے کی اجازت دی صفحہ ۹۵ تاریخ کامل
یہان یہ بھی سن لیجئے کہ ولید کو اصل عداوت انسے کیون تھی؟ اسکی وجہ مورخ کامل
یہ لکھتے ہین کہ عبدالملک نے اپنی ایک زوجہ کو طلاق دی تھی اوس سے انہین
علی بن عبداللہ نے عقد کیا تھا جس سے عبدالملک کو سخت ملال ہوا۔ اوسی
غصہ کے سبب سے انکی غیبت کرنے لگا جسمین یہ بھی کہہ گیا کہ علی کی نماز محض
ریا کی ہے (کیونکہ انکی عبادت مشہور تھی) ولید جو عبدالملک کا بیٹا تھا اپنے
باپ سے ان باتونکو سنتا تھا وہی بخار اسطرح نکالا گیا صفحہ ۹۵ جلد ۵
دیکھیے جب خلفاء رسول اللہ ایسی ایسی ادنی باتون پر اسدرجہ بھڑک اوٹھتے
تھے رسول اللہ کی اولاد سے یہ سلوک کرتے کہ جھوٹا مقدمہ چلاتے گواہ و شاہد
جھوٹے ترتیب دیتے قاضیون سے حسب خواہ فیصلے لیتے اور اسطرح بیحرمتی و بیعزتی
کرتے تو بھلا مدعیان خلافت سے اونکا کیا سلوک ہوتا اونکے ساتھ کسی دروغ و افترا
کے بنانے مین اونکو کب تامل ہوتا کیونکہ جو لوگ سچے اور جائز طور پر جانشین و وارث
رسول اللہ تھے گو مصلحۃً خاموش بھی ہون مگر اونکی حقیت تو ایسی نہ تھی جو کسیکے
مٹائے مٹ سکتی خود خلفا کو ہر وقت اوسکی خلش لگی رہتی عوام نہ جانین خواص تو

۱؎ علی بن عبداللہ بن عباس جد اعلی ہین عباسین کے جو نہایت ہی حسین و جمیل
اور مرد بزرگ باہیبت و وقار تھے امام اوزاعی ناقل ہین کہ ہر روز یہ ہزار سجدہ کیا
کرتے تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۵۹ اور وجہ تسمیہ انکا یہ لکھا ہے کہ انکی ولادت اوس روز
ہوئی جسروز حضرت علی مرتضی علیہ السلام نے انتقال فرمایا تھا اسیوجہ سے حضرت عبداللہ
بن عباس نے یہ نام رکھا اور کہا کہ مینے اس مولود کو اوس شخص کے ہمنام کیا جو سب سے زیادہ
مجھے محبوب تھا اور کنیت بھی انکی ابوالحسن تھی مگر جب عبدالملک کے دربار مین ان کا
گذر ہوا تو عبدالملک نے ان کا نام پوچھا انہون نے نام اور کنیت اپنی بیان کی کہ ابوالحسن
علی تو عبدالملک نے کہا میرے لشکر مین اس نام اور کنیت کا کوئی نہین رہ سکتا تب اوسنے

جانتے تھے۔

اس واقعہ سے وہ لوگ بھی ذرہ ٹھنڈے ہو جائیں گے جو عرب میں عام طور پر نکاح ثانی کو رائج اور مروج اور مستحسن سمجھتے ہیں اور اونکی سادگی پہ جاں دادہ و فریفتہ ہیں کہ خود خلیفۂ وقت اور اونکا فرزند اس ذریعہ سے کیا مشتعل ہو پڑا حالانکہ یہی لوگ مروج شریعت اور حافظ ملت مانے جاتے ہیں جنکے احکام و اقوال و افعال سے صحاح ستہ بھری پڑی ہیں - پھر ہندی کمزور طبیعت والے اگر ان امور سے استکراہ ظاہر کریں تو کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے علی مذکور نے کوئی امر خلاف شرع نہیں کیا تھا مطلقہ عورت سے بقاعدہ شرعی عقد کیا تھا پھر خلیفہ کیوں بگڑے جس سے یہ سب نتائج پیدا ہوئے -؟

نہیں نہیں غور کروگے تو بہت اچھی طرح سمجھوگے ان خلفا کو خلافت ہی میں وراثت کا دعوی نہیں تھا اون خصائص پر بھی قبضہ کیا چاہتے تھے جنکو خدا نے رسول اللہ سے مخصوص کر دیا تھا کہ کوئی حضرت کی زوجہ سے بعد آپکے عقد نہیں کر سکتا - اوسیطرح یہ خلفا بھی اپنی جورووُنکا عقد غیروں سے ناپسند کرتے تھے - کیونکہ ابھی آپ نے ہشام کے بارہ میں ان کا عقیدہ سنا کہ رسول اللہ سے افضل تھا تو ولید اور عبد الملک کیونکر نہ افضل قرار پاتے - اور آپ آیندہ چلکر وہ واقعات بھی دیکھینگے جس سے خلافت کا درجہ کیونکر بڑھایا گیا اور کیا کیا اوسکے حدود و آداب مقرر ہوئے -

واضح رہے کہ علامہ ابن اثیر نے ان واقعات کو ہشام بن عبد الملک کی خلافت مین لکھا ہے بذیل ذکر ابو مسلم خراسانی مگر اصل مین یہ واقعات متعلق ہین ولید بن عبد الملک کی خلافت سے جسکی خلافت ہشام پر مقدم ہے اور ۹۶ھ مین ختم ہوئی -

خلافت ہشام بن

ورنہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت ۱۰۵ھ سے شروع ہے جسکا سب سے زیادہ مشہور واقعہ شہادت حضرت زید شہید ہے جو ایک دردانگیز طولانی قصہ ہے

مگر اسکا بھی اصلی باعث وہی مکر و زور خدع و فریب ہے کہ بے ایمان حکام کے اغوا اور افترا سے یہ جانگاہ واقعہ پیش آیا جسکو علامہ ابن اثیر نے مختلف وجہوں سے بیان کیا ہے۔

(۱) حضرت زید و داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس، و محمد خالد قسری کے پاس آئے تھے جو ہشام کے زمانہ مین کوفہ کا گورنر تھا۔ اونکے رخصتانہ مین خالد نے کچھ صلہ و نذرانہ پیش کیا تھا۔ جب یوسف بن محمد خالد کی جگہ پر گورنر کوفہ مقرر ہوا تو اسنے ہشام کو لکھا کہ خالد نے مدینہ منورہ مین ایک زمین دس ہزار دینار پر خریدی ہے اور بعد خریدنے کے پھر حضرت زید کو ہبہ کر دیا ہے۔ اسپر ہشام نے عامل مدینہ کو لکھا کہ زید وغیرہ کو میرے پاس روانہ کرو۔ ان لوگون نے دربار خلافت مین پہونچکر جائزہ و انعام کا اقرار کیا اور اس معاملہ سے بے تکلف انکار کیا۔ ہشام نے بغرض مقابلہ و مواجہہ یوسف کے پاس جانیکا حکم دیا جہان خالد سے اسکا مقابلہ ہو جائے چنانچہ وہ لوگ آئے اور بمقابلہ یوسف و خالد بھی اوس بات کو بیان کیا جسکی خالد نے بھی تصدیق کی بعدہ ان لوگون کو مدینہ جانیکی اجازت ملی مگر حضرت زید اصرار اہل کوفہ پر قادسیہ سے دوبارہ واپس آکر کوفہ مین مقیم ہوئے۔

(۲) خود خالد معزول نے مطالبہ یوسف بن عمر پر بیان کیا کہ ہمنے کچھ مال بطور امانت زید و داؤد وغیرہ قریشیون کے پاس رکھوا دیا ہے۔ اس مضمون پر ہشام نے انلوگونکو بلوایا اور یوسف کے پاس کوفہ بغرض مقابلہ بھیجا۔ جب وہ لوگ یہان آئے تو یوسف کے سامنے بیان کیا کہ جو شخص بالائے ممبر ہمارے آبائے کرام پر سب و شتم لعن وطعن کرے وہ ہمارے پاس مال امانت رکھوائیگا؟ اوسپر یوسف نے خالد کو طلب کیا اور انکے انکار کو بیان کیا۔ اوسنے بھی تصدیق کی کہ بھلا جسکے باپ دادا کو ہم بالائے ممبر گالی دین۔ اوسکے پاس امانت کیونکر رکھوا سکتے ہین۔ اسپر یوسف نے پوچھا پھر ایسا جھوٹا دعوی کیون کیا تھا۔ خالد نے کہا تیری سختی عذاب سے تنگ آکر گیا تھا

مال کو ادا کر دون ورنہ مال سے اور ان لوگون سے کیا علاقہ ؟

(۳) یزید بن خالد قسری نے اسکا دعوی کیا کہ ہمنے کچھ مال زید کے پاس امانت رکھوایا ہے اوسپر ہشام نے انکو بلا کر حکم دیا کہ یوسف کے پاس کوفہ مین جائین ہرچند وہ لوگ معذرت کرتے رہے کہ یوسف کے پاس نہ بھیجیے جسکی شرارت سے ہمکو خوف ہے مگر ہشام نے قبول نہ کیا یہان آکر یزید کے مقابلہ مین بھی ان لوگون نے مال سے انکار کیا جسپر یزید نے بھی اقرار کیا کہ بیشک قلیل یا کثیر مال میرا انکے ذمہ نہین۔ جسپر خالد نے کہا تو استہزا کرتا ہے میرے ساتھ یا ہشام کے ساتھ بعدہ اتنی مار ماری اور سختی کیا کہ قریب تہا یہ ہلاک ہو۔ اسی سفر مین جب ہشام نے حضرت زید کو کوفہ جانے پر مجبور کیا ہے زید نے کہا "اگر تو مجھے وہان جانے پر مجبور کرتا ہے تو سمجھ رکھ پھر حشر تک نہین زندگی مین دوبارہ ملاقات نہوگی"، مگر ہشام اپنے حکم سے باز نہ آیا۔

(۴) درمیان عبداللہ بن حسن حسنی و زید شہید کے۔ موقوفات جناب امیرؑ کے بابت کچھ منازعت تہی جسکا مرافعہ اسی خالد کے روبرو پیش ہوا جسمین دونون کے درمیان سخت کلامی کی نوبت آگئی۔ خالد نے حکم دیا کہ کلہہ دوبارہ یہ مقدمہ پیش ہو مین عبدالملک کا نمکخوار ہون جو اسکو فیصل نکرون ؟ اس واقعہ سے مدینہ مین ایک عجیب غوغا پیدا ہوا ہر جگہہ یہی تذکرہ ہوتا تھا زید نے یہ کہا عبداللہ نے یہ کہا ان دونون مین یہ گفتگو ہوئی یون ترش روئی ہوئی۔

غرض دوسرے روز سویرے ہی سے لوگون کی آمد مسجد مین شروع ہوئی کوئی تو بنظر شماتت آیا کوئی بنظر طرفداری جب عبداللہ حسنی نے مقدمہ کہولنا چاہا اور اپنے ثبوت و دلائل پیش کرنے لگے تو حضرت زید نے کہا اے ابو محمد (یہ کنیت ہی عبداللہ کی) جلدی نکرو اب اگر ہم تمسے اس بات پر نزاع کرین تو جتنی لونڈی غلام میرے ملک مین ہون سب آزاد ہو جائین (یہ ایک قسم کا حلف ہے) اسکے بعد خالد قسری حاکم کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ تو ذریۂ رسولؐ کو گالی گفتہ کرنے کو جمع کرتا ہے جسکے کبھی (حضرت)

باخود ہا دشنام دین اور یہ مضحکہ کرے۔ اسپر خالد نے کہا کوئی اس احمق کا جواب نہیں دیتا؟ قبیلہ انصار کا ایک شخص اوٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے فرزند ابوتراب وحسین احمق (معاذ اللہ) حاکم کا کچھ ادب اور اوسکی فرمانبرداری نہیں کرتے۔ زید نے کہا چپ رہ او قحطانی ہم تیرے ایسے لوگون سے بات نہیں کرتے۔ اسپر انصاری نے کہا کیون؟ کس شرافت پر مین تمسے بہتر ہون اور والدین میرے تمھارے والدین سے افضل ہین۔ اسپر حضرت زید شہید ہنس پڑے اور کہا لو اے قریشیو دین اسلام تو رخصت ہی ہوا اب حسب بھی جاتا ہے حالانکہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کسی قوم کا دین جاتا ہے تو حسب اوسکا باقی رہتا ہے اسپر عبداللہ بن واقد اوٹھ کھڑا ہوا اور اوس انصاری کو برا بھلا کہا کچھ سنگریزہ بھی چلایا اسکے بعد حضرت زید ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیجدیے گئے (صفحہ ۸ تاریخ کامل جلد ۵)

بعد ان واقعات کے واقعہ شہادت پیش آیا جسمین حضرت زید بحالت جنگ شہید ہوئے اور زید پھر دفن کیے گئے مگر اونکی نعش وہان سے نکالی گئی پھر سولی پر لٹکائے گئے اور مدتون بالاے دار رہے مسلمانون کو تو شرم نہ آئی لیکن ایک ادنی کیڑے عنکبوت نے اپنے جالے سے اونکا ستر عورت کیا جو آجتک تواریخ مین مشہور ہے اور اوسکے بعد کا واقعہ سابقا مرقوم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (دیکھو صفحہ ۹۲)

کہیے کیا خلافت تھی؟ زور و مکر کذب و افترا نے کتنی ترقی کی تھی کہ ادنے ادنے امر مین جھوٹ بولا جاتا اور کسقدر بےجہ خونریزی کیجاتی اور کچھ پروا نہوتی۔

اب اس خلافت ہشامی کو مین اس جھوٹ پر ختم کرتا ہون جو خلیفہ نے خاص خانہ کعبہ مین ارتکاب کیا کہ ہشام نے جب حج مین چاہا کہ حجر اسود کا بوسہ لے تو بسبب ہجوم کے ممکن نہوا اور جب حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین بغرض استلام حجر تشریف لائے تو باوصفیکہ انتہا درجہ کا ازدحام تھا مگر سب نے حضرت کو راہ دی اور آپنے بکمال اطمینان قلب تقبیل حجر اسود کے فرض کو انجام دیا جسپر ایک شامی نے ہشام

جو ... نہین معلوم کون ہے۔ اس حقارت آمیز جواب پر فرزدق شاعر کو تاب
ضبط باقی نہ رہی فی البدیہ وہ قصیدہ انشا کیا جو تمام عالم مین مشہور ہے۔

فرمایئے جس زمانہ کی یہ حالت ہو کہ اخفاء حق کیلئے اس افراط سے ارتکاب کذب کیا جائے یہانتک کہ خاص بیت اللہ بن بروز جمعہ بالائے منبر یون جھوٹھ بولا جائے اوس زمانہ کے دوسرے قسم کے کذب وافترا پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے حالانکہ غرض سبکی وہی دنیائے دنی ہے جسمین حق چھپارہے اور باطل کو فروغ ہو کیونکہ تعلق ان واقعات کا خلفاہی سے ہے جنکے حالات نقل کرنے کو مورخون نے اپنا وظیفہ بنایا ہے اور وہین لغویات ومہملات کو بصد زیب وزینت درج تاریخ کرتے ہین جو آجتک اوسی آب وتاب سے دکھائی دے رہے ہین۔

(۹) ان کارروائیون کے اثر نے یہانتک ترقّی کی کہ دختران رسول اللہ کی عظمت وآزادی اوتنی بھی باقی نہ رہی جو معمولی عورتون کو حق حاصل تہا چنانچہ زمانہ خلافت یزید بن عبد الملک مین یہ واقعہ پیش آیا کہ عبد الرحمن بن ضحاک نے جو مکہ ومدینہ کا یزید کی طرف سے گورنر تہا حضرت **فاطمہ بنت الحسین** کو پیغام بھیجا کہ اگر تم مجھسے عقد کرنا نہ قبول کروگی تو تمہارے بیٹے عبد اللہ بن حسن بن حسن پر شرب خمر کے اتہام مین حد جاری کرینگے تب اوس مظلومہ نے ایک قاصد یزید کے پاس روانہ کیا جسمین اس عامل کے جور وظلم کی شکایت تھی۔ اور ابن ہرمز سے بھی زبانی کہا جو دربار خلیفہ مین جارہا تہا مگر یزید کے استفسار پر بھی ابن ہرمز نے اس مظلومہ کی نہ سنائی کہ اتنے مین وہ قاصد پہونچا جسکو فاطمہؑ نے روانہ کیا تہا تب ابن ہرمز نے بھی اونکی زبانی شکایت عرض کی اسپر یزید نے ابن ضحاک کی معزولی کا حکم جاری کیا اور عبد الواحد کو اوسکی جگہ بحال کیا جسنے خوب انتقام لیا کہ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ابن ضحاک بھیک مانگتے مانگتے مرگیا صفحہ ۳۴ جلد ۵ کامل۔

اس واقعہ کا نتیجہ یہی نہین ہے کہ ضحاک ایسے کم ذات رذیل کو یہ جرأت پیدا ہوئی کہ اس قسم کی درخواست کرے جو عقد ممکن ... زمانہ ...

لوگوں کو پہنچتا ہے کہ اسلام و ایمان سے وہ لوگ اتنے دور ہوئے تھے کہ اپنی نفسانی
خواہشوں کے پورا کرنے کیلئے وہ وہ حیلے کرتے جس سے ایمانداری کا خون ہوتا حکومت
ایسے ہی بے ایمانوں کو چن چن کر ملتی اور سلطنت اونہیں لوگوں کی طرفدار ہوتی
کہ اونے امیر پر شرب خمر اور زنا کا الزام قائم کر کے حد جاری کر دیتے اور کوئی اسکی باز
پرس نہیں کر سکتا۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو جو زمانہ خلافت راشدہ کا کہا جاتا ہے
اوس مین بہی خلیفہ وقت نے خواہش کی تہی کہ ایسا قانون پاس ہو جائے
جس سے خلیفہ کو اپنے ذاتی علم پر حد جاری کرنیکا اختیار مل جائے۔ مگر حضرت علی
مرتضی علیہ السلام کی مخالفت سے وہ بل پاس نہ ہوا لیکن عملدرآمد اوسی قانون
پر ہوا کیا اور مخصوص اولاد رسول کیلئے تو اتنے بکھیڑے کی بہی ضرورت نہ تھی
یہان مین ان خلافتوں کو چھوڑ کر اب اوس دربار کا جائزہ لیا چاہتا ہوں جو نہ
خود اپنے زمانہ مین بلکہ کل خلافتوں مین بیمثل زمانہ کہا جاتا ہے جس سے میرا مقصود
خلافت حضرت عمر بن عبد العزیز ہے جنہیں خلیفہ راشدہی کا خطاب نہیں دیا گیا
بلکہ مہدی موعود کا معزز لقب بھی ملا ہے۔

خلافت حضرت عمر بن عبد العزیز

اگر مروان بن عبد الحکم کی خلافت تسلیم کر لیجائے تو اس خاندان کا یہ پانچوان تاجدار
ہے جو بعد سلیمان بن عبد الملک خلیفہ مقرر ہوا ۹۹ھ ہجری مین زہر سے
اونکی وفات ہوئی۔

اس خلیفہ کا اول کام مورخون نے یہ لکہا ہے کہ اوس پرانی بدعت کو جو عہد معاویہ
بن ابوسفیان سے جاری تھی موقوف کی یعنی سب وشتم جناب امیر المومنین علی
مرتضی کو بکمال شدومد موقوف کیا۔

علامہ ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل مین جو ایک نہایت مبسوط تاریخ ہے اور مسعودی
نے مروج الذہب مین اور قرمانی نے تاریخ الدول مین اور سیوطی نے تاریخ الخلفا
مین ایک ہی عنوان سے لکہا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بطفیل صحبت عبید اللہ محبت حضرت
[illegible]

جگہ پر اس آیہ کی تلاوت کرین ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی اسی کارروائی نے انکی وقعت کو دوبالا کردیا۔

مگر علامہ دیار بکری نے باوصفیکہ ان خلفا کے حالات کو نہایت اجمال واختصار سے لکہا ہے لیکن اوس عنوان کو بھی لکہدیا ہے جس سے اوس زمانہ کی حالات پر پوری روشنی پڑے اور فوٹو اوسکا دکہائی دے کہ ایسے رسم قبیح کے مٹانے مین اتنے بڑے زبردست خلیفہ کو کیا وقت اوٹہانی پڑی۔ کیونکہ اس خلیفہ کا زمانہ ہر طرح کی کدورت وسازش کے غبار سے پاک صاف تہا نہ ہی مخالف تہا نہ کوئی خلافت کا مدعی بلکہ عبدالملک والا انتظام سب اپنی جگہ قائم وبرقرار تہا۔

علامۂ مذکور لکہتے ہین کہ عمر ابن عبدالعزیز نے تخلیہ مین ایک فقیر عرب سے کہا کہ کلہہ جب ہم ارکان خلافت کے مجمع مین بیٹھین تو تو آکر ہمسے میری بیٹی کی خواستگاری کر کہ مجھسے عقد کردو۔ اسکے جواب مین ہم یہ کہین گے تو اوسکے جواب مین بیخوف ہوکر یون کہنا کیونکہ اسمین ایک مصلحت ہے۔ وہ درویش بدوی مطابق تعلیم اوسیوقت حاضر دربار خلافت ہوا جبکہ قصر شاہی اراکین سلطنت ووزرا وشاہزادگان سے مملو تہا اور آکر عمر بن عبدالعزیز سے خطاب کرکے کہا اے امیرالمومنین ہمکو آپسے کچھ عرض کرنا ہے (عمر) کیا کہنا ہے؟ (درویش) مین ایک غریب محتاج فقیر آدمی ہون اور تم خلیفہ عادل ہو کہ تمام رعایا برایا کی حاجت روائی کرتے ہو مین چاہتا ہون کہ اپنی دختر کا عقد مجھسے کردو۔

اس کلام پر سارا مجمع بھڑک اوٹھا اور چاہا کہ اسکی تعزیر کرین مگر عمر کے روکنے سے سب خاموش ہوگئے۔ عمر نے جواب دیا کہ تو مرد فقیر ہے اور مین خلیفہ وقت ہون پھر یہ رشتہ کیونکر ہوسکتا ہے۔؟

(درویش) اگر آپ خلیفہ ہین تو رسول اللہ سے افضل نہین۔ اور اگر مین فقیر ہون تو علی ابن ابیطالب سے بدتر نہین جنپر آپلوگ منبرون پر لعنت کرتے ہین۔ حالانکہ وہ رسول

اللہ سے ڈاتو تھے۔

عمر نے چیخ کر کہا ایہا الناس مین تو اب لاجواب ہو گیا تملوگ جواب دو کہ ہم ملزم ہو گئے

حضار مجمع کے پاس بھی کوئی جواب اس سوال کا نہ تہا سب سرنگون ہو کر رہ گئے۔

اُسیوقت عمر نے حکم دیا کہ اچھا اب لعن کرنا حضرت علی مرتضیٰ کا موقوف کر دیا جائے

اور اُسیکے بعد سے اسکی تعمیل ہونے لگی۔

دوسرے مورخون نے یہ لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک یہودی کو تعلیم کیا تہا جس سے

یون گفتگو ہوئی یہودی۔ آپ اپنی بیٹی کو میرے نکاح مین دیجیے۔

عمر۔ یہ رشتہ کیونکر ہو سکتا ہے تو یہودی ہے مین مسلمان ہون۔

یہودی۔ تو پھر تمہارے پیغمبر نے اپنی بیٹی علی سے کیونکر بیاہی۔

عمر۔ وا ہے بیچھ علیؑ تو عظماء دین اور اکابر مسلمان سے تھے اُنسے تیرا کیا مقابلہ ہے۔

یہودی۔ اگر علی بزرگان دین سے تھے تو تم لوگ منبرون پر انپر لعنت کیون کرتے ہو۔

عمر۔ (اراکین سلطنت کیطرف مخاطب ہو کر) اس یہودی کا جواب دو کہ ہم لاجواب

ہین مگر وہ لوگ بھی لاجواب ہو گئے جب دیکھا کہ اُنسے بھی کوئی جواب نہین چلتا تو

فرمان شاہی جاری کیا کہ بدعت لعن موقوف کی جاوے اور اُسکی جگہ پر یہ آیہ پڑھا

جاوے ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اسی بارے مین یہ دو شعر کہے گئے

ولیت ولم تشتم علیا ولم تخف بریا ولم تتبع سجیہ مثلہم

وقلت فصدقت الذی قلت بالذ فعلت فاضحی راضیا کل مسلم

یہ آئینہ آپکو اچھی طرح اس زمانہ کا جمال عدیم المثال دکہا رہا ہے جس مین حق ایسا

مخفی کر دیا گیا تھا کہ اُسکے دوبارہ جلوہ دینے مین مسلم الثبوت خلیفہ وقت کو یہ پالسی

برتنی پڑی کہ ایک یہودی کو سوال جواب پر آمادہ کیا جسنے مجمع عام مین یہ گفتگو کی

کہ اے خلیفہ اپنی بیٹی میرے حوالہ کر۔ جسکے سننے کی تاب شاید کسی مسلمان کو نہو گو وہ

کیسا ہی متعصب مخالف کیون نہو۔

یہی ایک واقعہ ہمکو بہت سی روشنیان دکھاتا ہے جس سے صاحبان بصیرت بہت کچھ نصیحت لیسکتے ہین ۔

(۱) ضرورت کیوقت وہ باتین گوارا کیجاتی ہین جنکا تحمل دوسرے اوقات مین انسان کو نہیں ہوتا کیا کوئی باعزت مسلمان ایک یہودی سے کہہ سکتا ہے کہ تم ہماری بیٹی کی خواستگاری کرو ؟

(۲) کسی عمدہ کام کے جاری کرانے کیلیئے آدمی کو رسوائی فضیحتی کا خیال نہین کرنا چاہیئے ۔

(۳) ترویج شریعت کیلیئے ایسی مستعدی سے کام لینا چاہیئے جسمین عزت وآبرو کا بھی خیال نہو

(۴) بیوقوفون نادانون سے بحکمت عملی کام لینا چاہیئے وجادلھم بالتی ھی احسن

غرض اس واقعہ سے جہان - اس خلیفہ کی نیک نیتی ظاہر ہوئی وہان اُسکے پیشروون کی ذاتی شرارت کا قوی بندوبست بھی نمایان ہوا جسکے توڑنے مین یہ جانکاہی کرنی پڑی اور اُسپر بھی پورے طور پہ یہ بدعت نہین موقوف ہوئی ۔

کیونکہ تواریخ کے ورق گردانی سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ اسکے بعد بھی جب تک بنی امیہ کا دور دورہ رہا اس سنت پر عمل درآمد ہوتا رہا چنانچہ ۱۲۰ھ کے حالمین لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے پروتے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان خالد قسری گورنر کوفہ کے پاس بغرض انعام وصلہ آئے تھے کہ کچھ ہاتھ لگائین مگر اس سفرمین انکو سفر ہی ہاتھ لگا خالد نے کچھ خاطر مدارات نہین کی تو یہ حضرت اوٹھ کر وہان سے یہ بڑبڑاتے چلے کہ خالد کی ذات سے ہمکو اسیقدر نفع ہے کہ "ابوتراب" پر لعنت کرتا ہے اور کچھ نہین صفحہ ۸۲

ہان اُس حکم کا شاید اتنا اثر ہوا تھا کہ قصر خلافت سے یہ بدعت موقوف ہوگئی تھی جسکی تصدیق واقعہ ذیل سے ہوسکتی ہے۔

۱۰۶ھ مین ہشام بقصد حج روانہ مکہ ہوا اور امام ابوالزناد بھی ساتھ تھا وہی ناقل ہے کہ موکب خلافت مکہ قریب پہونچا تھا کہ حضرت عثمان کے پیرو سعید بن عبداللہ بن ولید بن عثمان تشریف لائے اور ہشام سے سرگوشی کرنے لگے .. کہ آفتاب

(عثمان) کی مدد کی ہے کہ ان متبرک مقامون مین ہمیشہ ابو تراب پر لعنت کرتے تھے امیر المومنین (ہشام) کو بھی مناسب ہے کہ یہان آکر اُس سبب کو جاری کرین۔ جسکے جواب مین ہشام نے کہا ہم کسیکو گالی دینے یا لعنت کرنے یہان نہین آئے ہین بلکہ بغرض حج آئے ہین پھر بات کاٹ کر ہمسے کچھ مسائل حج پوچھنے لگے ابو الزناد راوی ہین کہ چونکہ ہمنے بھی سعید کی بات سنی تھی اسوجہ سے جب ملاقات ہوتی تو ہمیشہ وہ شرماتا اور رجیبا صفحہ ۴۹ جلد ۵ تاریخ کامل

بہر حال مورخین کی کثرت ہوئت اُس زمانہ کے متعلق تو آپنے دیکھی کہ بڑے بڑے مورخون نے کیونکر اصل واقعہ کو چھپا کر اسیقدر پر اکتفا کیا کہ عمر بن عبد العزیز نے سب جناب امیر المومنین علیہ السّلام کو موقوف کیا اور اصل واقعہ کو چھپا گئے۔ مگر مین یہان ایک صریحی غلطی بھی ان مورخین کی لکھتا ہون جس سے آپکو معلوم ہوجائے کہ یہ لوگ کس بے احتیاطی سے کام لیتے ہین جس سے پھر کوئی وثوق انکے بیان پر نہین رہ سکتا نہ کوئی اعتبار کر سکتا ہے۔ کیونکہ انہین حضرت عمر بن عبد العزیز کی زوجہ فاطمہ بنت عبد الملک کے بارے مین علامہ ابن اثیر لکھتے ہین کہ اس ملکہ کی حالت اور ملکہ خاتون دختر حسام الدین تمرتاش کی ایکسان ہے کیونکہ پندرہ شخص اس خاتون کے محرم تھے جو سب کے سب صاحب تخت و تاج تھے۔ یہی شرف زوجہ عمر بن عبد العزیز کو بھی حاصل تھا کہ معاویہ سے لیکر آخر خلیفہ بنی امیہ تک بہ استثنار مروان بن محمد سب اُسکے محرم تھے۔

جسپر مصنف کتاب الروضتین[1] لکھتے ہین کہ ابن اثیر کا یہ دعوی اس بنا پر ہے کہ اسکی مان عاتکہ بنت یزید بن معویہ تھی تو معویہ و یزید نانا ہوئے۔ معویہ بن یزید ماموں ٹھہرے اور مروان دادا ہوا عبد الملک باپ ولید۔ سلیمان۔ یزید بھائی ولید بن یزید بھتیجا عمر بن عبد العزیز شوہر اور یہ سب محرم ہین جنکی تعداد تیرہ ہوتی ہے حالانکہ

[1] یہ کتاب روضتین خان بہادر خدا بخش خان کی لائبریری مین موجود ہے ۱۲

[illegible] جو [illegible] تمام بیان کیا ہے کہ عائکہ اصلی مان نہ تھی جو یزید بن معویہ کی بیٹی گنی جاتی ہے - بلکہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت تھی جسکو معویہ یا یزید سے کوئی واسطہ نہین - تو اب معویہ و یزید وضعویہ اس رشتہ سے خارج ہوگئے - تو صرف اسقدر دعوی صحیح ہوسکتا ہے کہ اس عائکہ کے محرم دس خلیفہ تھے خاندان مروان سے،
میری غرض ان تحقیقات سے صرف اسیقدر ہے کہ دیکھئے ان مورخین کاملین کو کیسے کیسے اغلاط پیش آتے ہین جنکے ایک ایک مقولہ کی تنقیح و تصحیح مین کیا کیا دقتین ہوتی ہین کہ دفتر کے دفتر انمین سیاہ ہوتے ہین - اور جب ایسے ایسے خلیفہ راشد کی ازواج کے حالات مین یہ اشتباہات پیش آتے ہین جنکے تحریر حالات کے لئے فن تاریخ کی ایجاد ہوئی - تو جن لوگون کو زمانہ نے گمنامی و نارسائی کے گوشہ مین ڈالدیا ہے اُنکے حالات کے بیان مین کیا کچھ نہ غلطیان کی ہونگی بلکہ دیدہ و دانستہ قصداً عمداً بخوشامد ان لوگون نے اُسکا ارتکاب کیا ہوگا -

سنو! سنو! انہین عمر بن عبدالعزیز کے نسبی لگاؤ سے ایک اور واقعہ کی اصلیت کھلتی ہے جسمین بڑے بڑے مورخین و محدثین نے ایسے دھوکھے کھائے ہین کہ سلجھانا اُنکا اگر محال نہین تو مشکل ضرور ہے ع ہان مگر لطف خدا پیش نہد گامے چند -
دیکھو جن لوگون نے یہ مضمون تصنیف کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا کا عقد حضرت خلیفہ دوم سے ہوا - اُنہون نے اسی پر نہین قناعت کیا بلکہ دو اولاد بھی ٹھہرائین ایک زید دوسری رقیہ - اور ان فرضی رقیہ کے لئے ایک شوہر بھی ٹھہرایا جنسے عقد ہوا اگر غور کرو تو معلوم ہو کہ افیونیون کی گپ سے کم نہین -
کیونکہ علامہ ابن حجر زید و رقیہ کی ولادت بطن ام کلثوم بنت عقبہ سے بتاتے ہین اور ابن قتیبہ اسکا نام فاطمہ ٹھہراتے ہین اور بلاذری انکو رقیہ بنت ام کلثوم بنت علی کہتے ہین جنسے ابراہیم ابن نعیم کا عقد ہوا - اور زبیر بن بکار اُسکو دختر خلیفہ دوم کہتے ہین بلا تصریح اسکے کہ کس بطن سے تھی - اور ابو نعیم محدث اس حال مین قائل ہین [illegible] تصحیف ہین [illegible]

دختر عبداللہ بن تھی نہ دختر عمر بن الخطاب جب وہ مرگئی تو عاصم بن عمر نے جو حضرت عبداللہ بن عمر کے سوتیلے بھائی تھے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور اپنی دونوں بیٹیوں ام عاصم و حفصہ کو پیش کیا کہ جسے چاہو ان دونوں میں سے اختیار کرو۔ ابراہیم نے حفصہ کو پسند کیا جس سے عقد ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ تمنے ام عاصم کو کیون نہ اختیار کیا جو نہایت حسین ہے تو ابراہیم نے جواب دیا کہ مین نے سنا تھا آل مروان اسکا تذکرہ کرتے ہین اسلئے مینے اُس سے عقد کرنا نہ چاہا کہ شاید اس لڑکی کی بدولت ان لوگونکو کچھ ہاتھ آجائے انکے مال و دولت سے اسکے بعد اُس ام عاصم کا عقد عبدالعزیز بن مروان سے ہوا جس سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

کہئے جب مورخین کے اغلاط و اشتباہات کا تھرمامیٹر اتنا تیز ہو کہ پوتی داماد کو صلبی داماد بنائین بے وجہ نکاح تصنیف کرین اپنے دل سے فرضی اولاد ٹھہرائین تو کیونکر اُن بیان پر اعتماد ہوسکتا ہے۔ حالانکہ معارف ابن قتیبہ مین نہایت صفائی سے مذکور ہے کہ دختران علی مرتضیٰ کا عقد صرف اولاد عقیل و جعفر سے ہوا۔ اشتبار ام الحسن جنکا عقد جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے ہوا جو حضرت علیؑ کے بھانجے تھے۔ اور فاطمہ جنکا عقد سعید بن ابو اسدی سے ہوا دیکھو صفحہ ۷ معارف

اب ہم اس خلافت کو اس واقعہ پر ختم کرتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز کی وفات ۱۰۱ھ مین ہوئی مرتے وقت انہون نے کہا کہ ہمنے خلیفہ ولید کو جو قبر مین رکھا تھا تو اسکا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا میرے مرنے پر بھی دیکھنا کہ میرا چہرہ کیسا ہوتا ہے میمون بن مہران ناقل ہین کہ انکا چہرہ سیاہ نہین ہوا کامل جلد ۵ صفحہ ۲۲

ولید مذکور کی وفات ۹۶ھ مین ہوئی جسکے حلیہ مین لکھا ہے کہ کان دمیما یتبختر فی مشیتہ وکان سائل الانف جدا فقیل فیہ فقد الولید وانفالہ کمثل الفصیل مبن ان یتولا یعنی ولید نہایت بدشکل تھا اور چلنے مین تبختر کرتا ہمیشہ اُسکی ناک بہا کرتی جسپر ایک شاعر نے کہا ہے گم کیا ولید کو اور اوسکی ناک کو جو بکری کے بچہ کیطرح ہر گھڑی

... کو دو ٹکڑے کرکے گردن میں طوق بنائے ... جسپر
اسکی بیٹی نے کہا کیا میرا باپ دوبارہ زندہ ہوا ؟ تو عمر بن عبد العزیز نے کہا اسکا عذاب
دنیا ہی میں نمایان ہوا تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۲

یہی وہ حالات ہیں جنکے لیے مسلمانون نے فن تاریخ کو اتنی رونق دی جس سے وہ
موجد و مخترع تسلیم کیے گئے ۔ مگر دیکھا کہ کتنے اغلاط اور اشتباہات پیش آئے کہ اگر محققین
علما اُنکے سلجھانے اور **اصلاح** پر متوجہ ہوتے تو قیامت تک بھی اندرونی ابتلا و بنا
اور طلسم ہوش ربا کیطرح کسیکو چھٹکارا نہ ملتا ۔

اونہین حالات کے اصلاح اور محو و اثبات نے اتنی تاریخین بنوائین کہ جنکی تعداد ہزارہا
تک پہونچی جنکے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مورخ اول نے اگر اپنی سادہ لوحی سے
کسی واقعہ کو صحیح طور پر لکھدیا ہے جس سے کوئی مذہبی سلسلہ ٹوٹا جاتا ہے تو دوسرا
مورخ وہین پیدا ہوگیا جسنے ان غلطیونکی اصلاح کی مذہبی خیالات کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا
اور مخالف مضمون کو نکال چھوڑا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصلی غرض ان مورخون
کی یہی نہین رہی ہے کہ واقعات کی چھان بین کرین تحقیق و تدبر سے کام لین بلکہ
اصلی منشا یہ تھا کہ اصلی واقعات کو چھپائین اور نئے نئے رنگ کے گل بوٹے حاشیے حسب خواہ
مذہب چڑھائین یہانتک کہ واقدی سا مورخ لکھتا ہے کہ ہماری غرض ان فتوحات کے
لکھنے سے یہ ہے کہ روافض کی ناک رگڑی جائے ۔ پھر فرمائے ان تواریخ پر کہانتک اعتماد
باقی رہ سکتا ہے ۔

چہ جائیکہ آجکل کے جہال کیطرح جو اپنے کو ہمپایہ امام رازی و غزالی سمجھے ہین آغانی
کو عقد الفرید کو مستطرف کو ثمرۃ الاوراق کو جنکی غرض ادب سے ہے جسکے ساتھ وہ
مضحکات وکتاب و لطائف و ظرائف و راگ راگنی نقل کرتے ہین ۔ فن تاریخ کی مستند
کتابین مانین تو پھر بتاؤ فن تاریخ کا کہان وجود رہ سکتا ہے ۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہوگا کہ فن تاریخ جہان صدہا خوبیون کا معدن
ہے وہان ہزارون خرابیون کی جڑ بھی اُسکے اندر دبی ہوئی ہے جو وقتاً فوقتاً پھیل پھل کر

اپنی سے پودے لگائی ہے جو دنیا مین وہی کیفیت پھیلائی ہے جو آج ظالمون نے

ہندوستان مین پھیلا رکہا ہے جسکا اصلی باعث مورخون کا بلاتحقیق وتنقید خبرون کا نقل کرنا ہے جس مین نہ اصول سیاست مدن سے مطابقت کیجاتی ہے۔ نہ اُس زمانہ کے رسم ورواج سے۔ نہ اصول فطرت سے نہ اصول مذہب سے نہ راویون کے صدق و دروغ گوئی کا لحاظ ہوتا ہے۔ نہ انکی نیک چلنی سے بحث کی جاتی ہے۔ نہ اُنکی خوش کرداری ونیک رفتاری سے۔ جسپر علامہ ابن خلدون مغربی آٹھ آٹھ آنسو روے ہین اور اُنکا کلام سابقاً نقل ہوچکا۔

دوسرا باعث جو اس سے بھی زبردست ہے وہ یہ ہے کہ مورخون نے جو اکثر محدث بھی ہین بلکہ ضرور اعلیٰ درجہ کے محدث ومتکلم دونون ہین۔ اپنے منصب کی کچھ شناخت نہ کی تاریخ مین زیادہ تر اسکا خیال رکہا کہ جس طرح ہو سکے اپنے تماشے ہوئے مذہب کی تقویت کرین اور اُسکو رونق دین جس سے تاریخی کتابون مین اون روایات کو بھی بھردیا جسکو خود موضوع واہی کہہ چکے ہین۔ کیونکہ اُن کے خیال مین تاریخی دنیا ایسی وسیع ہے کہ جھوٹ سچ سب کچھ اس مین کھپ جائیگا اور نسل آیندہ کے لئے وہ ایک سچا تاریخی واقعہ قرار پائیگا جس سے پھر کسیکو انکار کا موقع نہ رہے۔ تو اب تاریخ کی کیا حیثیت رہی۔؟

مورخ صاحب کے کانشنس کا فوٹو انکی دلی جذبات دماغی خیالات کی تصویر جسے نہ کوئی اُسکو حدیث کی کتاب کہہ سکتا ہے نہ علم کلام کی۔ بلکہ ایک مجموعہ مرکب ہے جسمین رطب ویابس جھوٹ سچ سب بھرا ہے اور اسپر بھی لکھنے والا ہر الزام سے پاک اور کھرا ہے۔

متقدمین مورخین کا طریقہ یہ تھا کہ جس ڈھب سے وہ فن حدیث مین کتاب لکھتے کہ "حدثنا فلان عن فلان،، اُسی طرح فن تاریخ کو راویون کی مسلسل سلسلہ سے بیان کرتے دیکھو تاریخ طبری تاریخ واقدی تاریخ بلاذری سیرت ابن ہشام سیرت ابن اسحاق وغیرہ وغیرہ

جس سے حدیث اور تاریخ مین اسیقدر فرق باقی رہتا تھا کہ کتب حدیث مین

تک جو صاحب حکومت و خلافت ہوتے یا صاحب علم و مقتدائے مذہب تک دیکھو صحاح ستہ و مسند احمد بن حنبل وغیرہ اور کتب تاریخ میں انتہائی سلسلہ کے لئے ان قیود کی ضرورت نہیں کوئی بیان کرنیوالا ہو خواہ وہ اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہو یا سمعی صادق اللہجہ ہو یا جھوٹا مفتری کذاب جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین اسلام نے اپنے اعتراضات کی بنیاد زیادہ تر ایسے ہی کتابوں پر رکھی جسکو انہوں نے مثل کتب احادیث کے قابل وثوق سمجھا۔ جس سے انکے مفید مطلب بہت سے نتائج نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مواد موجود تھے۔

اندرون اسلام کے باخود ہا حصہ داروں نے اتنا احسان کیا کہ ان تاریخی کتابوں کو حدیث کا درجہ تو بحیثیت استدلال نہیں دیا مگر اسکے ہمسر یا حدیث کا ولیعہد ضرور سمجھا جس سے وہ اپنے دوسرے فریق پر قرآن و حدیث کے بعد استدلال کرتے کیونکہ ان تاریخی کتابوں کو بھی وہ غیر ہی کی کتاب سمجھتے جس سے استدلال کرنیکا انکو حق تھا نہ اپنی کتاب جو بقاعدہ مناظرہ فریق مخالف کے سامنے نہیں پیش کی جاتی۔ حالانکہ تاریخ کو ایسا نہونا چاہئے کیونکہ وہ مخزن واقعات ہے اور واقعات کو بجز واقعیت کے کسی سے تعلق نہیں ہوتا۔ اسی لئے ان علمائے جو اپنے مذہب کے صیانت و حمایت کے ذمہ وار تھے یہ قانون بنایا کہ کتب تواریخ قابل اعتماد نہیں ہیں نہ ان کو دیکھنا چاہئے نہ ان پر اعتماد کرنا چاہئے

(۱) پہلے سنی و شیعہ کے روزمرہ کے مناظرہ کے لئے جناب شاہ عبدالعزیز علامہ دہلوی کا یہ حکم عام سنیئے "محققین اہلسنت وجماعت از نظر در تواریخ مصنفہ مجاہیل احتراز تمام واجب دانستہ اند۔"

(۲) نواب صدیق حسن خان صاحب جو فرقہ اہلحدیث کے سرگروہ ہیں فرماتے ہیں۔ (یہ کلام تبصرۃ الناقد میں مذکور ہے جو بحکم نواب صاحب لکھی گئی)۔

"فن تاریخ میں بہت کچھ اختلاف و وہم و اختلاط کو دخل ہے اگرچہ یہ دعویٰ میرا بدیہی ہے۔ صاحبان عقل و انصاف کے نزدیک لیکن اہل تعصب کی تسکین کے لئے

چند واقعہ لکھتا ہون جسمین کیا کچھ نہ اختلاف پیدا ہوا۔

تاریخ وفات رسول اللہ پر غور کرو کہ اسمین کسقدر اختلاف ہوا ہے۔ پھر ابوبکر عمر کے اور سن عثمان و قتل علیؓ۔ و وفات طلحہ و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و عبد الرحمن بن عوف و حکیم بن حزام و حسان بن ثابت و حوطب بن عبد العزیز پر غور کرو جو سب صحابی تھے اسیطرح تاریخ ولادت امام سفیان ثوری و مالک و ابوحنیفہ و شافعی و احمد و مسلم و ترمذی و نسائی و ابونعیم و خطیب و وفات ابوالطفیل و انس و سہل و جابر و عبد اللہ بن اوفی وغیرہ (بہت سے علما و صحابہ کی) وفات و ولادت پر غور کرو تو معلوم ہو کہ کسقدر اختلاف ہوا ہے۔

(۳) اسکے جواب مین مولوی عبد الحی صاحب لکھتے ہین کہ گویہ تقریر آٹھہ ورق مین لکھی گئی ہے مگر بے سود ہے کیونکہ وجود اختلاط و وہم و اختلاط و سقم کتب تواریخ وغیرہ مین مسلم ہے کسی طرح کا عذر نہین۔ مگر جو لوگ ارباب تحقیق ہین وہ انہین مختلف اقوال مین غور و فکر کرتے ہین۔ اور جو قول دلیل عقلی و نقلی سے راجح قرار پاتا ہے اُسکو اختیار کرتے ہین اور قول غلط و باطل کو ترک کرتے ہین اور جہان یہ تمیز نہین حاصل ہوتی وہان مختلف اقوال نقل کر دیتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے یہان ہم ترجیح نہین دیسکتے" (دیکھو تذکرۃ الراشد صفحہ ۔)

(۴) دیکھو خود مولوی عبد الحی صاحب بجواب اس قول کے کہ وہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابوحنیفہ والی روایت حدیث سترہ ہی تک پہونچتی ہے فرماتے ہین کہ اگرچہ یہ کلام مقدمہ ابن خلدون مین مذکور ہے مگر بظاہر یہ کلام ابن خلدون کا نہین ہے بلکہ اور کسی نے ملا دیا ہے یا کاتبون کی غلطی ہے (یہ جملہ عام طور پر سخن نکتہ ہے ان حضرات کا)

اور یہ بھی جان رکھو کہ جو تاریخی واقعات کتب تواریخ مین مندرج ہین ضرور ہے کہ میزان عقل مین اُن کو تولین اور رد و قبول مین جلدی نکرین کیونکہ مورخین کے ہر بیان پر ہم ایمان نہین لاسکتے جب تک اسپر غور و فکر نہ کرین چنانچہ خود ابن خلدون

[illegible] ابو حنیفہ کی روایتین کی سترہ ہین ۔

مولوی عبدالحی صاحب نے بہت کچھ شور و غل مچایا ہے اور بہت سی تصانیف مین اسکا دفعیہ چاہا چنانچہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ مین بھی بہت سی دلیلین اسکے مخالفت مین قائم کی ہین بعض دلائل اُنکے یہان بھی مذکور ہوتے ہین ۔

(۱) اور اگر یہ قول ابن خلدون غلط نہین ہے یا کاتبون کی اغلاط سے نہین کہ انہون نے اپنی طرف سے بڑہا دیا تو بسبب مخالفت دوسرے علما کے اسکو رد کرنا چاہیئے ۔

(۲) ابن خلدون اگرچہ فن تاریخ مین ماہر تھے مگر علوم شرعیہ مین اُن کو ایسی مہارت نہ تھی جیساکہ سخاوی نے ضوء لامع مین تصریح کی ہے ۔

(۳) یہ قول بلفظ قال لکھا ہے جس سے اُسکا ضعف معلوم ہوتا ہے ۔

(۴) امور تاریخیہ و حکایات منقولہ کتب تاریخ کو ضرور ہے کہ بمیزان عقل تول لین پس جو قول براہین عقلیہ و دلائل نقلیہ کے خلاف ہو اسکو رد کرنا چاہیئے جیساکہ خود ابن خلدون نے اسکی تصریح کی ہے صفحہ ۲۵

ہماری غرض صرف اُنہین جملون سے متعلق ہے جو فن تاریخ کے متعلق فرمایا ہے (امور تاریخیہ کو بمیزان عقل و خرد تولنا ضرور ہے (غور و فکر سے کام لینا مناسب ہے اگر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے خلاف ہو تو اُسکو رد کرنا چاہیئے صرف قائلون کی عظمت و جلالت کی بنا پر قبول نہین کرنا چاہیئے) نہ حمایت یا مخالفت امام ابو حنیفہ سے جسکی طرفداری مین تو مولوی صاحب نے یہ عرق ریزی کی کہ آخر ابن خلدون کو بھی ایک غیر معتبر شخص قرار دیا کیونکہ تمامی علما کا اسپر اتفاق ہے امام ابو حنیفہ انہ المحدث نہ محدث نہ متکلم ۔ بلکہ وہ صرف اپنے قیاس و راے پر عمل کرتے جس سے امام اہل الراے انکا خطاب ہے ۔ پس اگر کوئی محدث یا مورخ انکی روایت سے سترہ حدیثون کی بیان کرے ۔ تو اُسکا شکرگذار ہونا چاہیئے نہ شاکی ۔!

یہان آپکو ضرور یہ گمان ہوگا کہ خود مولوی عبدالحی صاحب فنون شرعیہ و علوم تاریخیہ مین ضرور ماہر ہونگے تب تو اتنے بڑے عالم پہ منہ آئے ورنہ ایسا دعوی تو کوئی

کوئی مرد میدان نہو ورنہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب تحقیقات مریدون ہی کی خوش کرنیوالی ہین - دیکھئے دیکھئے اسی شرح وقایہ کے حاشیہ صفحہ ۵۱ مین خلیفہ دوم کے حال مین لکھتے ہین - وکانت خلافتہ بعد موت ابی بکر باجماع من الصحابۃ -

یہ ایک ایسا غلط اور مہمل فقرہ ہے کہ معمولی لیاقت والا آدمی بھی سنکر ہنس پڑے - اور مولوی صاحب کی تاریخ دانی پر عش عش کرنے لگے کہ ایسے محقق اب کہان پیدا ہو سکتے ہین جو ایسا بے وجود دعوے کرین کہ تاریخ حدیث سب اُسکے مخالف ہو -

کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہے - حضرت عمر کی خلافت بنص خلیفہ اول کے تھی کہ حضرت ابوبکر نے مرتے وقت اُن کو اپنا ولیعہد کیا نہ باجماع نہ بشوری - چنانچہ ان کی

۱؎ قال اشرف ابوبکر علی الناس من کنیفہ واسماء ابنۃ عمیس ممسکتہ موشومۃ الیدین وھو یقول اترضون بمن استخلف علیکم فانی واللہ ما الوت من جہد الرای ولا ولیت ذا قرابۃ و انی قد استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا فقالوا سمعنا واطعنا ۱۳۸ ۲ طبری قال دعا ابوبکر عثمان خالیاً فقال لہ اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا ما عہد ابوبکر بن ابی قحافہ الی المسلمین اما بعد قال ثم اغمی علیہ فذہب عنہ فکتب عثمان اما بعد فانی قد استخلفت علیکم عمر بن الخطاب ولم آلکم خیراً ثم افاق ابوبکر فقال اقرأ علی فقرأ علیہ فکبر ابوبکر وقال اراک خفت ان یختلف الناس ان افتلتت نفسی فی غشیتی قال نعم قال جزاک اللہ خیراً عن الاسلام واہلہ واقرہا ابوبکر من ہذا الموضع ۱۳۹ ۲ طبری - عن قیس قال رأیت عمر بن الخطاب وہو یجلس والناس معہ وبیدہ جریدۃ وہو یقول ایہا الناس اسمعوا واطیعوا قول خلیفۃ رسول اللہ انہ یقول انی لم آلکم نصحا قال ومعہ مولی لابی بکر یقال لہ شدید معہ الصحیفۃ التی فیہا استخلاف عمر - ۱۳۸ ۲ طبری (۱) ابوبکر نے سر نکالا پاخانہ سے طرف آدمیون کے درحالیکہ اونکی زوجہ اسما بنت عمیس انکو سنبھالے تھین - اور کہا کہ کیا تم لوگ راضی ہوجبکے امر سے

خلافت یا بہ اجماع ہوتی ہے۔ جسکی تفسیر بہ بیعت اہل حل وعقد کیجاتی ہے (مثل خلافت حضرت ابوبکرؓ) یا بذریعہ استخلاف کہ خلیفہ سابق نص کر جائے دوسرے خلیفہ پر (مثل خلافت حضرت عمرؓ) یا بہ شوریٰ کہ چند منتخب اشخاص کسی کو منتخب کرین (مثل خلافت عثمان) چوتھا ذریعہ قہر و استیلا ہے کہ زبردستی مالک بنجائے (مثل خلافت معویہ)

ان تصریحون سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ کسی عاقل کو کسی کتاب فن تاریخ پر ایسا اعتماد نہین ہوسکتا کہ آنکھ بند کرکے اُسکو قبول کرلے یا اُسکو وحی آسمانی سمجھنے لگے ہرچند اس حکم مین کتب احادیث۔ فقہ۔ و رجال بھی شامل ہین جس سے ہزارہا روایتیں صحاح ستہ کی غلط کردی جاتی ہین۔ مگر یہان ہماری غرض صرف کتب تواریخ

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸ جسکو مین اپنا خلیفہ کرتا ہون۔ بخدا مینے کبھی کوتاہی کی تملوگون کی نصیحت مین نہ اپنے کسی قرابتمند کو اختیار کیا۔ بلکہ عمر کو خلیفہ کیا ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر نے تنہائی مین عثمان کو بلایا اور وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا۔ بسم اللہ کے بعد اسیقدر لکھا تھا کہ "یہ عہد نامہ ہے ابوبکر کا طرف آدمیون کے" کہ ابوبکر کو غش آگیا گویا کہ انکی روح نے مفارقت کی۔ عثمان نے اسکے بعد لکھدیا "مینے تمپر اپنا خلیفہ کیا عمر کو اور کبھی تمہاری خیرخواہی سے نہ چوکا" اسکے بعد ابوبکر کو افاقہ ہوا تو پڑھوا کر سُنا تب عثمان سے کہا معلوم ہوتا ہے تم ڈرے کہ اگر بے نام لکھوائے ہم مرجائین تو ہمارے بعد اختلاف پیدا ہو اس وجہ سے تمنے نام لکھدیا۔ عثمان نے کہا ہان۔ ابوبکر نے دعا دی اور وہی وصیت نامہ بحال رہا۔

(۳) قیس بیان کرتا ہے کہ مینے دیکھا عمر کو بیٹھے ہوئے اس صورت سے کہ اُنکے ہاتھ مین ایک جریدہ (ڈنڈا یا لکڑی) تھا اور لوگ اُنکے ساتھ تھے۔ اور سب سے کہتے تھے سنو اور اطاعت کرو فرمان خلیفہ کی کہ کہتے ہین مینے کبھی غفلت نہ کی تمہاری خیرخواہی مین اور ابوبکر کا غلام شدید نامے ساتھ تھا جسکے ہاتھ مین وہ وصیت نامہ تھا جس مین عمر کا خلیفہ کرنا مرقوم تھا۔

یہ سب تاریخی شہادتین ہین تاریخ طبری کی بمخالفت کلام مولوی عبدالحی صاحب جو اسکے مدعی

سے متعلق ہے جسکا درجہ کتب احادیث کے بھی برابر نہین ۔ کیونکہ وہان سلسلہ راویونکی ایسی قید ہے کہ بظاہر عوام بہت کچھ اُسپر اطمینان کرسکتے ہین بخلاف کتب تواریخ کے جوان قیود سے معرا ہین ۔

یہ حکم جب عام کتب تواریخ کی نسبت ہو بلا خصوصیت کسی دوسرے امر کے تو اگر ان اختلافات تاریخی کے ساتھ مذہبی تعصب وطرفداری کی پخ بھی لگ جائے تو بتایئے کیا حالت ہوگی ؟ ۔ کیونکہ تمامی کتب تواریخ مین آپ ملاحظہ کرینگے مورخون نے تاریخ نویسی مین اپنی شان مورخ کی باقی نہین رکھی ہے بلکہ بہت سے مذہبی تعصبات کو اسمین ایسا دخل دیا ہے کہ تاریخ کی حیثیت ہی بدلجاتی ہے اور رہا سہا اعتماد بھی اُٹھ جاتا ہے ۔

اس بیان کی تصدیق کے لئے مناسب ہے کہ ہم پھر اُسی سلسلہ کو شروع کرین جس سے ایک ایک جزئی مثال کے ذریعہ سے ہم اس مطلب کی توضیح کرسکین کیونکہ خلافت ولید بن عبدالملک تک ہم بیان کرچکے ہین ۔

خلافت عبدالملک بن مروان

قبل اسکے کہ اس خلیفہ کی کچھ تاریخی حالات لکھون اُن زوائد پر نظر ڈالنا چاہیے جنھین علامہ سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفا مین عبدالملک کے فضائل ومناقب مین بہت کچھ جانچ کر لکھا ہے اور تاریخی لباس سے اُن کو مزین کیا ہے حالانکہ دراصل ایشیائی شاعری سے کام لیا گیا ہے ۔

(۱) ابن سعد کا قول ہے کہ عبدالملک عابد زاہد ناسک تہا مدینہ مین قبل خلافت کے

(۲) نافع کہتے ہین کہ ہمنے مدینہ مین عبدالملک کے برابر کسیکو عبادت مین مشقت اُٹھاتے دیکھا نہ اُس سے بڑھکر فقیہ وناسک وقاری کتاب اللہ پایا ۔

(۳) کہا ابو الزناد نے کہ مدینہ کے فقیہ یہی لوگ ہین ۔ سعید بن مسیب عبدالملک

بن مروان ۔ عروہ بن زبیر ۔ قبیصہ بن ذویب

تو ختم ہو رہے ہو اب بتاؤ تمہارے بعد ہم مسائل دین کو کس سے دریافت کریں ؟ جواب دیا کہ مروان کا بیٹا بڑا فقیہ ہے اُس سے پوچھو اور رواج کی اولاد پیدا ہوتی ہیں اور مروان کا باپ پیدا ہوا ہے۔!

(۵) امام شعبی کہتے ہیں کہ ہم جسکے پاس بیٹھے اُس سے اپنے کو افضل پایا مگر عبد الملک سے جب کسی حدیث کا تذکرہ ہوا یا شعر کا تو اُسکی افضلیت ہم پر معلوم ہوئی۔

ان فضائل و مناقب سے معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ کس پایہ و مرتبہ کا ہے کہ عبادت و زہد و علم کے ساتھ خلافت و حکومت کا بھی مالک ہے۔ صرف بادشاہی نہیں ہے عابد و زاہد بھی ہے فقیہ بھی ہے اور ایسا فقیہ کہ اُس زمانہ میں اسکے ہمسر وہی تین آدمی تھے بلکہ امام شعبی سا شخص جسکو مصحف کا خطاب ملا ہے اسکے علم و کمال و فضل کے مقابلہ میں ایک طفل دبستان تھا حالانکہ تمامی علما سے اپنے زمانہ کے اعلم و اکمل تھا جس سے آپکو بہت کچھ اس خلافت پر اطمینان ہوگا اور اُسکے تاریخی حالات پر۔

صحت خلافت کا زمانہ

عبد الملک کی خلافت نہ بذریعہ اجماع ہے نہ بذریعہ شوری۔ یا قہر و استیلا۔ بلکہ بذریعہ نص و استخلاف ہے۔ کہ اُنکے باپ مروان نے جو شام میں بعد معویہ بن یزید خلیفہ ہوئے تھے اپنا ولیعہد کیا اور خلیفہ بنایا جسپر تمامی اہل حل و عقد کی بیعت ہوئی اور تمامی رعایا حلقہ بگوش اطاعت بنے۔

اسپر علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ عبد الملک کی بیعت بخلافت بعہد پدر اُس کے مروان کے مہد ہی زمانہ خلافت ابن زبیر میں۔ لہذا اُس کی خلافت صحیح نہوئی۔ بلکہ بطور خارجی و باغی متغلب مصر و شام پر حکمران رہا۔ پھر عراق اور اسکے مضافات پر بھی قابض ہوا یہانتک کہ ابن الزبیر ۷۳ھ میں قتل ہوئے اُس تاریخ سے عبد الملک کی خلافت صحیح ہوئی (دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۵۷)

ہے علم کلام کا جو زبردستی تاریخ میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ مورخ کی حیثیت صرف صحیح واقعہ نگاری کی ہے نہ حل مسائل علم کلام وغیرہ کی۔ ان کا فرض منصبی اسیقدر تہا کہ خلافت کے واقعات کو لکہیں نہ یہ کہ اسکی تحقیق کریں کہ انکی خلافت صحیح ہوئی یا نہیں؟۔ اور ہوئی تو کیسے صحیح ہوئی؟ مورخ مذکور نے خلاف منصب اپنے یہ بھی کیا کہ تاریخ بیعت وغیرہ کو بھی نہیں لکھا کہ کس روز بیعت ہوئی کیونکر تخت نشین ہوے۔ کس نے سب سے پہلے بیعت کی حالانکہ یہ خاص فرض تہا انکا۔

اس مسئلہ کی بنیاد اوس حدیث پر ہے جو حضرت رسول اللہ سے روایت کی جاتی ہے کہ جب دو خلیفہ کی ایک زمانہ میں بیعت ہو تو جسکی بیعت مقدم ہو اُسکی خلافت صحیح مانی جائیگی۔ اور موخر کی گردن ماری جائیگی۔

اسی بنیاد پر یہ دعوے کیا گیا ہے کہ عبدالملک کی خلافت ابن الزبیر کے قتل کے بعد صحیح ہوئی۔ اب اس حدیث پر غور کرو کہ کس اصول سے درست ہوسکتی ہے۔

کیونکہ اگر خلافت کا تعلق حکم خدا و رسول سے ہو تو لازم آتا ہے خلافت بنص خدا و رسول قبول کریں جو بالکل تاریخ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور اگر خلافت کا تعلق اختیار رعایا سے ہے کہ جسکو چاہیں خلیفہ بنائیں تو پھر اسمیں حکم خدا و رسول کو کیا دخل؟ اور اگر فرض کرلیں کہ انہیں رعایا کی اصلاح کے لئے یہ قانون بنایا گیا ہے۔ تو محض خلاف عقل ہے کیونکہ خلیفہ بننا اور لوگوں کا بیعت کرنا بغیر اتفاق و اتحاد و سازش کے ناممکن ہے۔ ایسی صورت میں یہ حکم دینا کہ خلیفہ موخر کو قتل کرو خود ایک فتنہ کی بنیاد قائم کرنا ہے جس میں ہزاروں کی خون ریزی ہو۔ مگر ہم ان سب سے درگذر کرکے دیکھتے ہیں کہ جس مسلم

... خلیفہ وقت ہوتی ہے۔ اور قانون شرع سے انکو قصاص یا قتل
وغیرہ کا کوئی اختیار نہین دیا گیا ہے۔ اور اگر خلیفہ سے متعلق ہو تو یہ حکم بیکار
ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر خلیفہ مقدم غالب ہوگا تو البتہ تعمیل اس حکم کی ممکن ہوگی۔
مگر بعد خون ریزی شدید۔ ورنہ بصورت مغلوبیت وہ خود مقتول ہوگا
پھر اس حکم سے کیا فائدہ؟

اب ہم ایک دوسرے طریقہ سے اس قانون کی جانچ کرتے ہین کہ آیا یہ
قانون کبھی نافذ بھی ہوا ہے؟ کبھی اسپر عمل بھی ہوا ہے؟۔ واقعات
تاریخی سے اس سوال کا جواب نفی مین ملتا ہے۔ کیونکہ جناب امیرؑ اور معویہ کی
بیعت کا زمانہ یقینی مقدم و موخر ہے مگر کسی نے قتل نہین کیا حالانکہ اس واقعہ
مین جتنی خون ریزی ہوئی سبکو معلوم ہے۔ بلکہ غالب و مغلوب کا بھی فیصلہ
ہوا لیکن اس حکم کی تعمیل نہوئی۔ حالانکہ دونون طرف ہزارہا صحابی موجود
تھے جو اس حکم سے بھی واقف تھے اور اسکے منشا سے بھی خبردار تھے مگر انکے
ہاتھون بھی یہ قانون ملتوی رہا۔
یہانتک کہ اگر عملی کارروائی پر اسکا کچھ اثر نہوا تو اعتقادی حیثیت پر بھی
اسنے کچھ نہ دخل پایا۔ کیونکہ اس حدیث کی ماننے والی جماعت معویہ کو کسی
وقت مین ہو خلیفہ جائز قبول کرتے ہین حالانکہ اس حدیث سے وہ واجب
القتل تھے۔

آگے چلیے جناب امام حسن مجتبیٰ کی بیعت بخلافت موخر ہے مگر کسی نے اونکے
قتل کا فتوے نہ دیا گو ایک مدت کے بعد خلیفہ مقدم نے زہر سے حضرت کا کام
تمام کیا۔ مگر با وصف اقتدار و سلطنت قاہرہ حکم قتل باعلان نہ دلیکا اور نہ
کسی صحابی ہی نے ایسا تجویز کیا حالانکہ اس حدیث سے قتل حضرت کا واجب
تھا اور جو لوگ حکم قتل جاری کرتے وہ حکم خدا و رسولؐ کے بجا لانے والے

کسینے یہ نہ کہا کہ بعد شہادت جناب امام حسنؑ خلافت معویہ کی صحیح ہوئی ہو۔
ہاں اگر واقعہ کربلا کو اس حکم میں داخل کریں تو ممکن ہے کیونکہ یزید بن معویہ کی
بیعت بخلافت البتہ مقدم ہے بیعت بخلافت جناب امام حسینؑ پر اسیوجہ سے
شاید محی الدین مالکی نے یہ دعوی کیا ہے کہ امام حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل
ہوئے معاذ اللہ۔ مگر اکثر علمائے اہل سنت اسکے مخالف ہیں جنکا دعوی یہ ہے
کہ امام حسینؑ کی خلافت صحیح تھی اور یزید باغی متغلب تھا۔ پھر وہ کلیہ کیونکر
درست رہا۔ اور چونکہ اوس صلحنامہ میں جو درمیان امام حسنؑ و معویہ ہوا
یہ بھی درج تھا کہ بعد معویہ خلافت بذریعہ شوری ہوگی اور یزید کی خلافت
بلاشوری تھی۔ اسلئے بھی وہ قانون یہاں نہیں نافذ ہوسکتا۔
اب آئے خود عبداللہ بن زبیر کی خلافت پہ کہ اسکی بیعت یزید کے زمانہ میں ہوئی
مگر موخر۔ لیکن نہ یزید قتل کرسکا نہ عبداللہ بن زبیر اسیطرح ہزاروں واقعات
ملینگے جنمیں دو خلیفہ کی بوقت واحد بتقدیم و تاخیر بیعت ہوئی اور بجز غالبیت
نہ قتل کرسکا بلکہ بعد غالبیت بھی اکثر اوقات قتل نہ واقع ہوا۔
اب اس واقعہ سے بھی قطع نظر کرو تو حکم قتل سے صحت و عدم صحت خلافت کا
فیصلہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کیا واجب القتل خلیفہ نہیں ہوسکتا؟ پھر سیوطی صاحب
نے ایسا دعوی کس بنیاد پر کیا۔
اصل وہی ہے جو مینے سابقاً لکھا تھا کہ مورخ کے ذاتی تعصبات سے اور بھی خرابی
پڑتی ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی برخلاف عقائد جمہور اہل سنت اسکے قائل
ہیں کہ بعد معویہ عبداللہ بن زبیر خلیفہ برحق تھے۔ اسلیے یہ دعوی کیا کہ تاحیات
ابن زبیر عبدالملک کی خلافت صحیح نہ تھی۔ چنانچہ خود علامہ سیوطی اسی تاریخ
الخلفا میں اس حدیث کی شرح میں کہ حضرت نے فرمایا "ہمیشہ یہ امر اسلام قائم
رہیگا یہانتک کہ بارہ خلیفہ ہوں" قاضی عیاض کا قول نقل کرتے ہیں کہ

امور مین ہونگے جنکی خلافت پر اجتماع ہوگا چنانچہ یہ باتین پائی گئین اول لوگون مین جنپر اجتماع ہوا۔ یہانتک کہ امر بنی امیہ مضطرب ہوا اور فتنہ قائم ہوا۔ بزمانہ یزید یہانتک کہ دولت بنی عباسیہ قائم ہوئی۔

(۱) شیخ الاسلام ابن حجر شرح صحیح بخاری مین اس کلام کو نقل کرکے فرماتے ہین وہ بہت عمدہ ہے یہ کلام کیونکہ اسکی تائید بھی ہوتی ہے بہت سی احادیث سے جنمین یہ بیان ہے کہ اونپر اجماع بھی ہوگا دیکھو پہلے اجتماع ہوا ابوبکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ علیؑ پر یہانتک کہ امر حکم مین واقع ہوا صفین مین تب سے معویہؓ نامزد ہوا خلافت جسپر پورا اجتماع ہوا بعد صلح امام حسنؑ کے جسکے بعد معویہ کے بیٹے یزید پر سب کا اجتماع ہو۔ اور نہ منتظم ہوا امر حسین علیہ السلام کا بلکہ وہ قبل انتظام قتل ہوئے۔ بعد موت یزید پھر اختلاف ہوا یہانتک کہ بعد قتل ابن زبیر عبد الملکؓ پر اور اوسکے چارون بیٹون ولیدؓ۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشامؓ پر اجتماع ہوا جسکے درمیان مین آگیا عمر بن عبد العزیز۔ پس یہ سات خلیفہ ہین بعد خلفائے راشدین کے بارہوان خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک ہے جو چار برس خلیفہ رہا اور اوسکے قتل کے بعد منتشر فتن پیدا ہوا جس سے معلوم ہوا کہ یہی بارہ خلیفہ برحق ہین جنمین عبد اللہ بن زبیر کا نام نہین داخل ہے۔ نہ اس سلسلہ مین جناب امام حسن علیہ السلام کا وجود ہے۔ نہ خود عمر بن عبد العزیز کا جسکے تسلیم خلافت سے بارہ کی عدد تیرہ ہوجاتی ہے

(۲) اس تحقیق سے علامہ سیوطی کا دعوی کہ "وقتا قتل ابن زبیر عبد الملک کی خلافت صحیح نہ تھی" غلط ہوتا ہے لہذا دوسری تاویل اس حدیث کے معنی مین کی کہ "بعض لوگون نے بیان کیا ہے اس حدیث مین بارہ خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ جمیع مدۃ اسلام مین تاقیامت بارہ خلیفہ ہونگے۔ جو عمل کرینگے بحق اگرچہ اونکے زمانہ مین اتصال نہو جسکی موید وہ روایت بھی ہے جسکی تخریج کیا ہے مسدد نے کہ یہ کل بارہ خلیفہ عمل کرنیوالے ہونگے ساتھ

ہری دو دین حق کے جنمین دو خلیفہ ہونگے اہل بیت محمدؐ سے۔ اسکے بعد وہ فتنہ ہوگا جو خبر دینوالا ہوگا قیام قیامت اور خروج دجال سے" سیوطی لکھتے ہین "بنابر اس معنی کے بارہ خلیفہ سے تو آٹھ خلیفہ ہو چکے خلفائے اربعہ امام حسنؑ معویہ ابن الزبیر عمر بن عبد العزیز یہ آٹھ خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے کہ ان لوگون مین ملادئے جائین خلیفہ مہتدی باللہ جو خلفائے بنی عباس سے تھا اسیطرح طاہر خلیفہ بھی اسمین ملسکتے ہین۔ تو باقی رہے دو نام منتظر جنمین سی ایک تو امام مہدی ہونگے کیونکہ وہ اہلبیت محمدؐ سے ہین" دیکھو تاریخ الخلفا صـ۹

اس حساب مین یہ خرابی ہے کہ بہت سے خلیفہ درمیانی نکلے جاتے ہین اور کوئی سلسلہ باقی نہین رہتا۔ باایہمہ ابھی تک دو خلیفہ کا وجود نہین ہوا۔ ان سب سے بڑھکر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث مین دو ہی خلیفہ کا ذکر ہے جو اہل بیت رسالت سے ہونگے اور اس تحقیق سے علامہ سیوطی کے تین ہوئے جاتے ہین۔ جناب امیرؑ امام حسنؑ حضرت مہدی موعود علیہم السلام

(۳) یہان پر جو حاشیہ چڑھایا گیا ہے اوسمین کتاب دانیال سے مرقوم ہے کہ "یہ بارہ خلیفہ بعد حضرت مہدی موعود ہونگے پانچ اولاد امام حسنؑ سے اور پانچ آدمی اولاد امام حسینؑ سے پھر دو آدمی اولاد امام حسین علیہ السلام سے" بنابراین یہ حدیث پیشنگوئی ہوگی قرب قیامت کے جسکا تحقق ابھی تک نہین ہوا۔ اس لئے یہ کل خلفا اس حدیث خارج ہوئے پھر فرماتے ہین انکا ٹھکانا کہان رہا۔

(۴) مگر جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تحقیقات سے ابن حجر اور سیوطی کی کچھہ ترمیم کرکے اپنے لئے ان دوازدہ امام کو منتخب کیا ہے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ معویہ۔ عبد الملک۔ ولید۔ سلیمان۔ عمر بن عبد العزیز۔ یزید۔ ہشام۔ ولید بن یزید۔

رہتا۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث مذکور میں اہل بیت سے دو خلیفہ ہونا مذکور ہے اور یہان ایک ہی خلیفہ ہوتے ہین یعنی جناب امیر المومنین علیہ السلام

(۵) اب ان سب کو چھوڑ کر حدیث کیطرف رجوع کیجئے تو اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تحقیقات بہت کچھ ترمیم طلب ہے کیونکہ وہان دوسرے لوگون کے نام لکھے ہین چنانچہ علامہ سیوطی عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہین کہ۔ کہا ابو بکر کا نام تو تمنے پا لیا۔ عمر لوہے کی شاخ ہین اونکا نام پایا ابن عفان ذو النورین جو مظلوم قتل ہو اور دو حصہ رحمت کا اونکا ملیگا معویہ اونکا بیٹا یزید جو مالک ہوے ارض مقدس (شام کے) سفاح سلاح جابر مہدی امین امیر الغضب جو سب بنی کعب بن لوی سے ہونگے اور سب صالح ہونگے جنکا مثل نہ پایا جائیگا۔ کہا ذہبی نے یہ روایت چند طریقون سے منقول ہے۔

دیکھئے یہ اسامی گرامی تحقیقات ماسبق کے کسقدر خلاف ہے جس سے بہر طور جناب امیرؑ و امام حسنؑ کا نام خارج کر دیا گیا۔ کیونکہ عبد اللہ بن عمر نے اس روایت کو حد روایت ہی مین نہین رکھا ہے بلکہ درجہ درایت مین داخل کر دیا ہے۔ کیونکہ انہون نے باوصف بیعت مہاجرین و انصار نہ جناب امیر المومنینؑ کی بیعت کی نہ امام حسنؑ مجتبی کی بلکہ برعکس اسکے نہایت خوشی و رضا کے ساتھ معویہ اور یزید کی بیعت کی اور اوسکے بعد عبد الملک کی بیعت حجاج ثقفی کے پیر و پر جا کر کی۔

چونکہ ہماری غرض یہان اس حدیث کی تحقیقات سے نہین متعلق ہے کہ اس حدیث سے کون کون اشخاص مراد ہین جسکے لئے چند طویل مجلد کتابین تیار ہو سکتی ہین چنانچہ بہت سے علمائے آخر مین عاجز آکر اقرار کر لیا کہ بے شبہہ مراد اس بارہ خلیفہ سے وہی بارہ امام ہین جنکو شیعہ امام جانتے ہین اور رشید المتکلمین رشید الدین خان نے کہا یہ حدیث بمعنی ہے جو کسیطرح درست نہین ہو سکتی۔

لہذا ہم اپنے اصلی مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین کہ علامہ سیوطی نے جو خلافت

[illegible]

بربنیاد اوسی تعصب مذہبی کے تھا کیونکہ وہ خلافت ابن زبیر کو صحیح جانتے ہین لہذا ایسا دعوی کیا۔ جسکو فن تاریخ سے نہ کوئی نسبت ہے نہ لگاؤ کیونکہ مورخ کا فرض منصبی واقعہ نگاری ہے کہ صحیح صحیح تاریخی واقعات کو بعد تنقید درج کتاب کرے نہ یہ کہ مسائل علم کلام کو یا فن فقہ کو کتب تاریخی مین حل کرے۔

عدم صحت خلافت

چونکہ ضمناً صحت و عدم صحت خلافت عبدالملک کا ذکر آگیا ہے لہذا اسقدر لکھدینا اور مناسب ہے کہ بعد قتل ابن الزبیر بھی تو اونکی خلافت نہین صحیح ہو سکتی کیونکہ خود علامہ سیوطی اسی تاریخ الخلفا مین سفینہ غلام آزاد کردہ رسول اللہ سے جو صحابی جلیل القدر تھے روایت کرتے ہین کہ سعید بن جمہان نے اونسے کہا بنی امیہ گمان کرتے ہین کہ ہمین لوگ مستحق خلافت ہین اوسپر کہا سفینہ نے کہ دروغ ہین بنو زرقا یہ سب ملوک ہین اور اشر ملوک جنکا پہلا بادشاہ معویہ ہے ص ۱۳۵

بنو زرقا کی شرح روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۹۰ مین یہ لکھی ہے کہ مروان کی دادی کا نام زرقا تھا یہ عورت اون عورتون سے ہے جنہین لوگ صاحب رایات کہتے ہین یعنی جو عورتین فاحشہ و بدکار ہوتین یا کسب کرنیوالی وہ اپنے مکان پر ایک جھنڈا کھڑا کر دیتین جس سے ہر شخص کو آزادی فعل بد کا موقع ملے اور زن بازاری سمجھکر لوگ اوس مکان مین چلے آئین اس قسم کی بہت سی عورتین تھین جنمین سے ایک یہ زرقا ہے عبدالملک کی پردادی اسیوجہ سے یہ پورا خاندان بنو امیہ کا بنو الزرقا کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور پوری تفصیل اس خاندان کی آیندہ لکھی جائیگی یہی نتیجہ ہے ہر کلام کا جو بے محل درج کیا جائے کیونکہ آپنے دیکھا یہ کلام علامہ سیوطی کا جو بالکل خارج از

[illegible]

... عقیدہ پوشیدہ ہو جاتا مگر کیا کیا جائے کہ
تاریخ نویسی بھی اونہین علما سے متعلق ہوئی جو انتہا درجہ کے متعصب جوشیلے
طرفدار تھے - کہ اسی جوش طرفداری تعصب کے اظہار کرنے کیلئے تاریخ نگاری پر توجہ
کرتے ہین - جس سے اسلامی تاریخ ایشیائی شاعری بنگئی بلکہ اوس سے بھی بدتر کیونکہ
ابھی آپنے دیکھا اسی عبدالملک کی جب ہیچ سرائی پر آئے تو اوسکو کسدرجہ کا عالم -
زاہد - متقی پرہیزگار بنایا - اور جبکہ زمانہ آگے چلنے پر ایک زمانہ تک اوسکی صحت خلافت
سے انکار کیا اور باغی و خارجی ٹھہرایا اور ادھر ابن الزبیر قتل ہوئے کہ یہ جائز خلیفہ
رسول قرار پائے -

نہ معلوم خلافت کیا چیز ہے جسمین وہ اوصاف ملائے جاتے ہین جو نہ شان رسالت
ہے نہ شان سلطنت وحکومت نہ شان ملائی نہ شان مشائخی کیونکہ یہ سب امور یا دینوی
ریاست سے متعلق ہین یا مذہبی - مگر کسی مین یہ شرط نہین لگائی جاتی کہ پہلا قتل
ہو تب دوسرا جائز نبی یا بادشاہ یا ولی یا امام سمجھا جائے پھر خلافت مین یہ قید
کہان سے آگئی ؟

ہان ہندوؤنکا مسئلہ اواگون یعنی تناسخ البتہ کچھ اس خیال سے ملسکتا ہی مگر ایک
نہایت طولانی تاویل کے بعد پھر نہ معلوم یہ خیال کیونکر پیدا ہوا -

مجھے یاد پڑتا ہے کہ علامہ شیخ محی الدین عربی نے جو بہ مقام فتح مکہ فتوحات مکیہ لکھی
ہے اوسمین حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے شدت بطش و قوت کی بھی توجیہ کی ہے کہ کئی
سو نبیون کی قوت آپ مین تھی جو آپکے زمانہ مین یا آپکے لیے شہید ہوئے تھے جس سے
ممکن ہے کسی خلیفہ کی قوت عقلی وجسمانی پر اس قسم کا استدلال کیا جائے - نہ کہ
اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ جب پہلا خلیفہ قتل ہولے اور اوسکی روح حلول کر آئے
تب دوسرا خلیفہ جائز سمجھا جائے یہان ہمنے تاریخ نویسی کو ایشیائی شاعری سے
تمثیل دی ہے جس سے ناظرین باوقار کو ضرور حیرت ہوگی کہ تاریخ - اور وہ بھی
عربی تاریخ جو ماخذ ہے تمامی تاریخون کا - ایشیائی شاعری کے لقب سے کیونکر ملقب

پر نازان ہین اس حیرت کے مٹانے کیلئے مجھے ضروری ہوا چند واقعات لکھون جس
میرے کلام کی تصدیق ہو جائے۔
دیکھیے یہی علامہ سیوطی حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارہمین کس درجہ کی شاعری سے
کام لیتے ہین جسکے مقابلہ مین بڑی بڑی قوت متخیلہ والے شاعر انگشت بدندان رہتے
ہین اور ایسا سر بگریبان ہون کہ پھر قیامت تک فرط خجالت سے سر نہ اوٹھا ئین۔
علامہ سیوطی بذکر خلافت عمر بن عبد العزیز رقمطراز ہین۔
(۱) حسن قصاب راوی ہے کہ بزمانہ خلافت عمر بن عبد العزیز مینے دیکھا کہ بھیڑ اور بھیڑیا
ایک ساتھ میدان مین چر رہے ہین۔ اسپر مینے کہا سبحان اللہ بھیڑیا بھیڑ کے گلہ مین
چرتا ہے اور کوئی ضرر نہین پہونچاتا ہے اسپر چرواہے نے کہا کہ جب سر صالح ہوتا
ہے تو جسم محفوظ رہتا ہے۔
(۲) مالک بن دینار (جو ایک بڑے درجہ کے عالم ہین) روایت کرتے ہین کہ بکریون
کے چرواہون نے بیان کیا یہ کون ایسا عادل خلیفہ مقرر ہوا ہے جسکے عدل نے یہ اثر
کیا ہے کہ بھیڑیئے اب بھیڑ بکری کے گزند پہونچانے سے رک گئے۔
(۳) موسی بن رہین کا بیان ہے کہ بزمانہ خلافت عمر بن عبد العزیز ہم لوگ کرمان
مین بھیڑ بکری چراتے تھے تو دیکھتے تھے کہ بھیڑ بھیڑیا ایک مکان مین چر رہے ہین
ایک رات دیکھا کہ بھیڑیا نے بھیڑ کو چیر ڈالا جسپر مینے کہا معلوم ہوتا ہے وہ خلیفہ
صالح فوت ہوا چنانچہ لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا اوسی رات کو عمر بن
عبد العزیز نے وفات پائی تھی ص۱۵۸
یہ تین مستند تاریخی روایتین ہین جنمین وہی ایک مضمون شاعرانہ بیان کیا گیا
ہے کہ اسکے عدل سے شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہین جسکو شاید ہی کسی شاعر نے
نہ نظم کیا ہو۔ فرق یہ ہے کہ شاعر کے بیان کو ہر شخص خیالی تصویر سمجھتا ہے نہ واقعی کہ
اصل صفت عدل کو مبالغہ تمام بیان کرتے ہین۔ مگر علامہ دہر نے اوس شاعری کو

اس حد پر پہونچا دیا کہ نہ اوسکو کوئی مبالغہ کہہ سکتا ہے نہ خیالی فضائل بلکہ یہ تو دیکھی ہوئے سچے اور صحیح واقعات ہیں جنھیں کیسے کیسے موثق عالمون نے بچشم خود دیکھا اور درج کتب تواریخ کیا جس سے ہر شخص یہی سمجھیگا کہ یہ تو تاریخی واقعہ ہے جسمین کسیطرح کا شک نہین ہو سکتا۔

اب فرمائے ایسے عالم مورخ کو آپ کس معزز خطاب سے یاد کرینگے اور کیسا سچا ایماندار تصور فرمائینگے اور کسدرجہ انکے بیانات پر ایمان لائینگے، کیا آپکے خیال مین یہ امر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ یا اور کسیکے زور عدالت سے شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پئین، یا آگ پانی ایک جگہ جمع ہون اور ایک دوسرے پر غالب نہ آئے۔

سب سے زیادہ حیرت خیز یہ ہے کہ جن باتون کی نسبت عدل عمر بن عبد العزیز کی طرف کی گئی ہے اونکے بزرگونکے بارے مین بھی کوئی اسکا قائل نہین۔ کیونکہ یہ عزت افزائی مدح سرائی انکی صرف اس بنا پر ہے کہ خلیفہ دوم کے بیٹے عاصم کے نواسے ہین اسلئے یہ سب عزت افزائی کیجاتی ہے۔ مگر خود حضرت خلیفہ دوم کے بابت کسی روایت موضوع مین بھی یہ مذکور نہین ہے کہ اونکے زمانہ خلافت مین شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتی ہون حالانکہ اوس عدل و انصاف پر جو کچھ نازش کیجاتی ہے سبکو معلوم ہے کہ انکے یہان حضرت عمر سے افضل کوئی پیدا ہی نہ ہوا!

آگے بڑھئے تو جناب رسالتمآب کے بارے مین بھی کوئی ایسی روایت آجتک نہ ملیگی کہ حضرت کے زمانہ مین شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہون حالانکہ مسلمانونکا سارا افتخار بلکہ تمام عالم کا ہست و بود اسی نور الہی کی برکت سے ہے۔

فرمائیے ایسی روایتین کس خطاب کی مستحق ہونگی، جب فن تاریخ کی اون کتابونکی یہ حالت ہو جو اعلی درجہ کی کتاب تاریخ بلکہ فن حدیث کی قبول کیجائین تو اون کتابون کی کیا حالت ہوگی۔ جو خود علما کے نزدیک اوس مصرف کی ہون جس مین انگریزی اخبارات ردی پر مستعمل ہوتے ہین۔

جیسے آجکل کے ناول نویس اپنی ناولون کو رنگتے ہین اور تاریخی ناول کا خطاب دیتے ہین - کیونکہ عام قاعدہ ہے شاعر قادر الکلام جتنا ہجو سرائی مین اپنی قوت متخیلہ سے کام لے سکتا ہے اوتنا ہی بلکہ اوس سے زیادہ ہجو و ذم مین کسی کا خاکہ اوڑا سکتا ہے یہی سبب ہے کہ امرا و روسا بخوف اسی ہجو کے شعرا کی زیادہ تر خاطر مدارات کرتے ہین اور عرب کے شعرا تو سب سے زیادہ مشاق ہوتے تھے اور شعر بھی اونکا کسی کی ہجو مین ایسا مشہور ہو جاتا تھا کہ بچون بوڑھون کے نوک زبان ہو جاتا بجز اونکے مقلد بلکہ اوستاد - ان مورخون کے نزدیک کسیکی ہجو سرائی اور اوسکو بذریعہ روایات مسلسلہ کے تاریخی واقعہ بنا دینا کیا بات ہے اگر باور نہو تو علامہ جاحظ کے حال مین دیکھ لیجئے کہ اوسنے ایک کتاب طرفداری معویہ مین ایسی لکھی تھی جسمین یہ ثابت کر دینا چاہا ہے کہ حضرت علیؑ مرتضی اور اونکے ہمراہی سب کے سب ظالم تھے اور خطا کار - جس سے سمجھ سکتے ہین کہ اسکا ذریعہ اوسکے پاس بجز اسکے اور کیا تھا کہ وضعی جھوٹی روایتین بنائے اور خدا و رسول و صحابہ پر اتہام لگائے غرض اس قسم کی تاریخین اور تصنیفین اسی منشا سے طیار کیجاتی تھین کہ حقدارون کی حق تلفی کے لئے ایک پوری اور مسلح و مکمل میگزین تیار ہو جس مین بار و دیا تی دینے کی بھی ضرورت نہو کوہ آتش فشان (جوالا مکھی) کی طرح ہر دم وہ سبکو جلایا کرے علامہ سیوطی نے جوالیٹیا کی شاعری کا رنگ اپنی مسلسل روایتون کے ذریعہ سے دکھایا ہے وہ انہین روایتون پر ختم نہین ہوتی جسکو ہر شاعر نے نظم کیا ہے بلکہ ترقی کرتے گئے ہین چنانچہ فرماتے ہین -

(۴) کہا میمون بن مہران نے کہ خداوند عالم آدمیونکی خبر گیری بذریعہ نبیونکے لیتا رہا ہے ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے ذریعہ سے - اور تحقیق کہ خدانے خبر گیری کی آدمیون کی بذریعہ عمر بن عبد العزیز کے -

[illegible] معلوم ہوگی مگر غور کیجیے کہ اس روایت

مین کسقدر جہ کی شاعری دکہائی گئی ہے۔ ایک یہہ کہ بظاہر تو یہ معلوم ہو کہ یہ عمر بن عبدالعزیز مساوی ہین ان انبیا کے جنکی تعداد ایک لاکہہ چوبیس ہزار مشہور ہی اور باطناً یہ ظاہر ہو کہ یہ عمر بن عبدالعزیز اون کل انبیا سے افضل ہین اور ایک ایک بنی سے تو لاکہہ درجہ افضل ہین کیونکہ جو کل کا مساوی ہوگا۔ وہ کل کے ہر فرد سے یقیناً افضل ہوگا۔

دوسری اسمین یہ بہی رکہی گئی ہے کہ پوشیدہ طرحسے اونکی افضلیت از نبوت ظاہر کیجائے کیونکہ جب یہ کلیہ بنایا گیا۔ کہ آدمیونکا تعاہد بذریعہ انبیا کے ہوتا آیا ہے تو جب اسکا دعوی کیا جائیگا کہ بذریعہ عمر بن عبدالعزیز بہی تعاہد ہوا تو خود ثابت ہو جائیگا کہ یہ بنی بہی تھے یا بنی سے بہی افضل تھے اسی قسم کو منطق مین قضایا۔ قیاسا تہا معہا کہتے ہین۔

اس روایت مین بہی وہی ترقی دکہائی گئی ہے جسکا خیال پہلی روایتون مین بہی مدنظر رہا ہے کیونکہ جناب خلیفہ دوم کے بارے مین اسیقدر روایت ڈہلی تھی کہ اگر میرے بعد کوئی بنی ہوتا تو عمر ہوتے جسکی موضوعیت کا تمام علمانے اقرار کیا ہے اور یہان یہ خاندانی نبوت کچھ اس انداز سے دکہائی گئی ہے کہ پورا مزا اوسیکو ملسکتا ہے جو ذوق سلیم بہی رکہتا ہو

(۱) کیونکہ نانا کی نبوت اگر شرطیہ تھی جسمین یہ بہی ظاہر کیا گیا کہ وہ بنی نہین ہوے تو یہان یہ دکہایا گیا کہ وہ بنی بہی ہوے اور کل انبیا سے افضل بہی تھے۔

(۲) اس اقرار نبوت وافضلیت مین کل انبیا کے ساتھ اسکا پہلو بہی لگا ہوا ہے کہ ہم انکی نبوت کے مدعی نہین ہین جس سے کفر کا فتوی جاری نہو۔

درحقیقت شاعری کی یہ بڑی نازک خیالی ہے کہ اس انداز سے کسی مضمون کو نظم کر جائے جسمین اقرار وانکار دونون نکلتا ہو جسکو اس عالم نے نثر مین کر دکہایا اور وہ بہی بذریعہ روایت کے جس سے اسکو وہ وزن حاصل ہو جائے

جہان کی یہ روایتین ہین اونکی کتابون کو جب اوراق کہولے جاتے ہین اور
سیاہی سے لکھی ہوئی سطرین پڑھی جاتی ہین تو گو اونکا ظاہری رُخ کچھ اور
ہو۔ مگر باطنی تو یہی دکھائی دیتی ہے کہ نہ ختم نبوت کے قائل ہین۔ نہ سچے دل سے
حضرت کی رسالت کا اقرار ہے کیونکہ صدہا مقام پر حضرت کو یہ خطاب دیا جاتا ہے کہ
رسول اللہ بھی مجتہد تھے جسکی شان سے خطا و صواب دونو ہے۔ بلکہ یہ تو
کھلے لفظون مین لکھا ملتا ہے۔ کہ آپنے خطا کی۔ اور دوسرے صحابی صواب
پر تھے یہانتک کہ بعض صحابہ کے کسی حکم پر جو بعد وفات رسول اللہ ہے اور
بمخالفت حکم آنحضرت جب اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مخالفت حکم رسول اللہ ہے
تو جواب ملتا ہے یہ اختلاف اجتہادی ہے جس سے مخالفت کرنیوالے پر کوئی
الزام نہین آتا کیونکہ دونو مجتہد تھے۔
اسپر ترقی کیجئے تو صاف صاف لفظون مین یہ عبارت ملتی ہے:: آنحضرت
کا قول وہ رائے امور دنیویہ ہین کہ محض رائے و عقل سے ہوئے اور امر شرعی
سے متعلق نہوئے لازم الاتباع نہین۔ پھر یہ مضمون بھی دیکھئے۔ بلکہ بہ نسبت
اوس شخص کے بھی جسنے بالمشافہ ان حدیثون کو سنا ہو کہہ سکتے ہین کہ اوسپر
بھی طاعت جملہ اقوال نبویہ فرض نہوئے صفحہ ۲۳ سعی مشکور تصنیف
مولوی عبدالحی صاحب۔ پھر فرمائیے نبی کی کیا شان رہی ما ینطق عن
الھوی ان ھو الا وحی یوحی کیا ہوا؟
یہی سبب ہے کہ انواع و اقسام کی نبوت کا دعوی صرف انہین گذشتہ خلفا
کیلئے نہین کیا گیا ہے بلکہ وہ علما بھی اس فیض عام مین حصہ دار قرار پاتے
ہین جنہون نے حقوق جانشین ادا کئے اور زمانہ اونسے مساعد ہوا اور اونکا
اقتدار و اشتہار قبول کر لیا گیا جسکی تفصیل شاید کسی آئندہ موقع پر کی
جائیگی مثلاً امام ابوحنیفہ۔ امام احمد۔ امام غزالی۔ علامہ سیوطی۔ شاہ

(۵) علامہ سیوطی یہ بھی لکھتے ہیں کہ "وہب بن منبہ کہتے تھے اگر اس امت میں کوئی مہدی موعود ہیں تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہے۔ یہی قول امام حسن بصری کا بھی ہے کہ اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہے۔ نہیں تو بجز عیسٰے بن مریمؑ کوئی مہدی نہیں"!

اسکی تائید میں دو روایتیں اور بیان کی ہیں ایک یہ کہ خراسان کے ایک شخص نے بیان کیا کہ مینے خواب دیکھا تھا کہ کوئی کہتا ہے جب قائم ہو شیخ بنی مروان تو جاکر اوسکی بیعت کرنا کہ وہ امام عدل ہے اور سید کا بیان ہے جب کوئی خلیفہ ہوتا تھا تو ہم دریافت کرتے تھے یہانتک کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو یہی خواب مینے تین مرتبہ دیکھا

دوسرے یہ کہ علامہ ابن سیرین سے جب کوئی طلا کے بارے میں سوال کرتا (جو ایک قسم کی شراب ہے اور اس مذہب میں حلال ہے) تو ابن سیرین جواب دیتے کہ منع کیا ہے اوس سے امام ہدایت یعنی عمر بن عبدالعزیز نے ص۹۵

یہ بحث مہدی موعود کی بھی اون مباحث سے ہے۔ جسمیں فریقین کی پوری۔ طبع آزمایاں ہو چکی ہیں اور ہوتی جاتی ہیں لہذا مجھے اس بارے میں یہاں کچھ لکھنا منظور نہیں ہے۔ بلکہ یہ بیان کرنا ہے کہ خود انہیں علمائے ہزاروں اختلاف کے بعد اسکا اقرار کرلیا ہے۔ کہ حضرت مہدیؑ موعود اولاد رسولؐ اللہ سے ہیں جو حسنی اور حسینی دونوں ہیں جسکے ثبوت میں ہزارہا روایتیں موجود ہیں نہ اولاد ابوہریرہ سے نہ اولاد حضرت عباس سے نہ اولاد حضرت عمر سے۔

تو اب جو دعوی انکی مہدویت کا کیا گیا اسکا منشا سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ انکے پادری خاندان کے افسر اعلی کو جناب رسالتمآب کا کسیطرح ہمسر بنائیں جسکی تصدیق تو ان روایات سے بخوبی ہوتی ہے جو

میری اولاد سے ایک شخص ہوگا جسکے چہرہ پر چھ نشان ہوگا وہ بھر دیگا زمین کو
عدل سے جیسا کہ بھری ہوگی ظلم و جور سے (ترمذی) دوسری ابن سعد نے نکالا
اخراج کیا ہے کہ عمر کہتے تھے اے کاش میں جانتا اپنے اوس علیبی فرزند کو جو بھر دیگا
زمین کو عدل سے جیسا کہ وہ مملو ہوگی جور سے تیسری ابن عمر سے روایت ہے
کہ لوگ آپس میں بات کرتے تھے کہ دنیا کبھی نہ تمام ہوگی جب تک اولاد عمر سے
ایسا شخص نہ پیدا ہو جو مثل عمر کے عمل کرے صفحہ ۱۵۵

جو لوگ احادیث رسول اللہ سے ماہر ہیں اور اون روایتوں سے مطلع ہیں جو
حضرت نے بشارت میں امام مہدی موعود کے فرمائے ہیں۔ وہ بخوبی جانینگے کہ
ان روایتوں میں بھی وہی شان رکھی گئی ہے جیسپر حضرت نازان ہوتے اور
بتفخر و مباہات بیان فرماتے کہ "ہماری اولاد سے مہدی ہوگا" یہ وہ خاندانی
روایتیں ہیں جنسے یہ دکہایا گیا ہے کہ نہ حضرت رسول مقبول خاتم النبیین
ہیں نہ اشرف المرسلین بلکہ اس عہدہ کا اصلی حقدار ایک دوسرا
شخص ہے جسمیں وہی کل اوصاف خاتمیت نبوت کے ایک دوسرے
قالب میں ڈھالے گئے ہیں۔

(۲) ان روایتوں میں یہ بات بھی خاص کر رکھی گئی ہے کہ جسطرح حضرت مہدی
موعود رسول اللہ کی بیٹی کی اولاد سے ہونگے۔ اوسیطرح یہ مہدی بھی
حضرت خلیفہ دوم کی اولاد اناثی سے ہیں نہ ذکوری سے ورنہ عمر بن عبدالعزیز
کو اس خاندان سے کوئی لگاؤ نہیں۔ بنی امیہ سے ہیں۔ مروان کے پوتے ہیں
جنکو وزغہ بن وزغہ فرماتے اور قرآن میں یہ خاندان بنی امیہ بجملہ شجرہ...
یاد کیا گیا ہے۔ خلیفہ دوم سے رشتہ مادری حیثیت سے ہے کہ عاصم بن عمر
کے یہ نواسہ تھے یہی وجہ ہے کہ یہ مہدی بنائے گئے ورنہ دیگر اولاد ذکوری
کو یہ شرف نہیں حاصل ہے۔

... در بارہ مہدی کے جتنی ہزارہا کتابین بھری ہین۔

تو ابتک اوسکی تصدیق ظاہر ہوتی کہ آپکے بتائے ہوئے مہدی اپنا جلوہ دکہاتے جیسا کہ آپکے مدمقابل کی اولاد نے اپنی مہدویت سے اپنے جد مادری کی تصدیق ثابت کردی جسکے شوق دیدار مین وہ کلمات حسرت سمات فرمایا کرتے اسی لئے تو امام حسن بصری صاف صاف لفظون مین ان روایتون کو غلط بتاتے ہین۔ کہ اگر کوئی مہدی ہے تو یہی ہے دوسرا کوئی نہین۔

اب فرمائیے ان روایتون کے دیکہنے سے بھی آپکا ایمان مورخون کے تعصب و ایمان کے بارہ مین تازہ ہوا یا نہین۔ جنہین آپنے دیکہا کہ یہ مورخ اپنے تعصب کے جوش مین ایسے ہوش باختہ ہوجاتے ہین کہ کسی واقعہ یا کسی امر کے بیان مین نہ اونکو اپنی اصول دین کا خیال رہتا ہے نہ کوئی سابق و لاحق کا خیال بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر پر کوئی جن سوار ہے جو ایسا اول فول بکواتا ہے کہ مجذوب بھی اوسکے سامنے شرما جائے اور برانڈی کے نشہ کا متوالا بھی سکتہ مین آجائے۔

خدا برا کرے تعصب کا جو آدمی کو ایسا اندھا بنا دیتا ہے جس سے دنیا و فیہا کی بھی خبر نہین رہتی۔ کیونکہ اسی قصیدہ خوانی کے ذیل مین علامہ سیوطی یہہ بھی لکہتے ہین۔

(۲۶) کہا سعد بن مسیب نے کہ نہین ہین خلفا مگر تین ابو بکر۔ عمر۔ اور عمر بن عبد العزیز۔ راوی کہتا ہے مینے ابو بکر و عمر کو تو پہچانا۔ یہ دوسرا عمر کون ہے تو جواب دیا اگر تو زندہ رہا تو اوسکو پاویگا اور اگر مر گیا تو بعد تیرے وہ خلیفہ ہوگا راوی بیان کرتا ہے کہ ابن مسیب نے قبل خلافت عمر کے وفات کی۔

تحقیق خلفاے ثلثہ

سابق کی تحقیقات سے تو آپکو معلوم ہو چکا کہ حضرت کی یہ حدیثین کہ یہہ دین ...

ہین صحیح بلکہ متواتر مانی گئی ہین ان علماے نامدار کے نزدیک از قبیل چیستان یا معمے - یا لغز ہے بلکہ مہمل ہے جو کسیطرح ٹھیک نہین بیٹھتی - صدہا علما کی عمرین تمام ہو گئین - مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ بارہ امام یا بارہ امیر یا بارہ خلیفہ کون ہین جنکی حضرت نے خبر دی تھی اور اونکے وجود پر اسلام کے بقا یا عروج و ترقی یا قیام یا امضا کو منحصر فرمایا تھا کیونکہ آخری اختلافون کا نتیجہ قیامت کے دامن تک پہونچتا ہے اب خلفاے ثلثہ کی تعیین و تشخیص بھی گورکھ دہنداری مین پھنس گئی - اس تثلیث مین بہی وہی الجھن پڑ گئی - جو تثلیث سابق مین پڑی تہی جسکے سلجھانے مین ۱۹ سو برس سے نصاری حیران چلے آتے ہین - کیونکہ ساری دنیا یہی جانتی تھی کہ خلفاے ثلثہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی ہین مگر اس قول نے ابن مسیب کے سبکے کان کہڑے کر دئے کہ یہ نئی تحقیق خلفاے ثلثہ کی کہان سے نکلی -

کیونکہ جناب امیرؑ کے خلفا مین نہ داخل ہونیکے تو صدہا اقوال و روایات ملسکتے ہین کہ حضرت کی خلافت سے اوسیوقت نہین بلکہ اب بہی ہزارون انکاری ملینگے - چنانچہ ابن عمر کی وہ روایت مذکور ہوئی جس مین بارہ امام کا نام مذکور ہے - اسیطرح صحیح بخاری مین بہی ابن عمر سے منقول ہے کہ ہم لوگ عہد رسول اللہ مین تین آدمی کو فضیلت دیتے تھے - ابوبکر عمر عثمان کو پھر سبکو مساوی جانتے -

جسپر علامہ ابن عبد البر کو بہت کچھ غصہ آیا - اور صحیحین کی صحت مین دہبہ لگایا مگر حضرت عثمان کی خلافت کا منکر کوئی سنی نہین تہا بجز خارجی کے - یہی سبب ہے کہ خود علامہ سیوطی نے ایک اور روایت عمر بن عبد العزیز کے بارے مین نقل کی جسکا یہ مضمون ہے -

وہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے بیٹے عبد اللہ کا گذر ایک جزیرہ مین ہوا - وہان کی

تو عبداللہ نے کہا نہیں۔ راہب نے جواب دیا ہم اسلیئے او ترے ہین کہ تیرے باپ کا

ہمپر حق ہے کیونکہ ہم اوسکو ائمہ عدل سے جانتے ہین۔ اوسکا درجہ ماہ رجب کی جگہ پر

ہے اشہر حرم سے۔ جسکی تفسیر ایوب بن سوید نے یہ کی کہ ماہ حرام چار ہین جسمین سے

تین مہینے تو متصل ہین ذیقعدہ ذیحجہ محرم۔ ابوبکر عمر عثمان اور ماہ رجب اون مہینون

سے علیحدہ ہے اوسکے درجہ مین عمر بن عبدالعزیز ہین۔

جس سے معلوم ہوا کہ اوس راہب نے بھی خلفائے ثلثہ کی خلافت کو بحال رکھکر

چوتھے درجہ مین عمر بن عبدالعزیز کو قرار دیا تھا جس سے اگر خلافت جناب امیرؑ کی

نفی نکلی کہ اونکو چوتھے درجہ کی خلافت بھی نہین نصیب ہوئی۔ مگر حضرت عثمان

کی خلافت قائم و برقرار رکھی۔ نہ یہ کہ اوس خلافت کی نفی کرتا جیسا کہ اس روایت

سعید بن مسیب مین ہے کہ وہ خلفا تین ہی ہین ابوبکر عمر۔ عمر بن عبدالعزیز"

پس اب جو موقع بموقع خلفائے ثلثہ کا اجمالی ذکر ہوتا ہے یا بلا تعیین نام انکے فضائل

و مناقب بیان ہوتے ہین وہان اسکی تحقیق بھی کر لینی ضرور ہے کہ خلفائے ثلثہ

سے کون حضرات مراد ہین کیونکہ آپکو وہ تحقیق تو اس بارے مین معلوم ہو چکی

(اب تیسری تحقیق سنئے)

یہی علامہ سیوطی ناقل ہین الخلفاء ثلثۃ ابوبکر الصدیق رض فی قتال اہل

الردۃ وعمر بن عبدالعزیز فی رد المظالم والمتوکل فی احیاء السنۃ

واماتۃ الجہمیۃ یعنی خلفا تین ہین ابوبکر صدیقؓ جنہون نے اہل ردہ سے

قتال کیا عمر بن عبدالعزیز جسنے رد مظالم قائم کیا متوکل باللہ خلیفہ

عباسی جسنے سنت کو از سر نو زندہ کیا اور مذہب جہمیہ کو مٹایا۔ اس تحقیقات

مین حضرت عمر و عثمان دونون خلافت سے ساقط کر دئے گئے۔ حالانکہ خلافت

عمری کا منکر مسلمانون مین کوئی نہین بجز شیعہ کے جو منکر حقیت خلافت ثلثہ ہین نہ

وقوع خلافت بمعنے سلطنت و فرمانروائی کے۔ پھر فرمائیے ایسے مورخ نیز کسی

کے مقابلہ مین مٹادیتی ہین - بہرحال انکار کرنا کسی کی خلافت سے یا سلطنت سے
ایک ایسا لغو امر ہے کہ اس سے قائل ہی کی سفاہت وحماقت وبے اعتباری
ثابت ہوتی ہے نہ کہ خلیفہ یا سلطان کی خلافت وسلطنت مین بٹہ لگے - ہان صحت
وعدم صحت یا حقیت وبطلان کی بحث کیجائے تو ایک بات ہے یا کسی صفت مین
کسیکو فضیلت دیجائے تو ممکن ہے نہ کہ اصلیت و واقعیت سے انکار کردیا جائے -
جو لوگ فن تاریخ کے شائق ہین یا اوسکے جاندادہ اب انکو اسپر غور کرنا چاہیے کہ جب
خلیفہ دوم ہی خلافت سے علیحدہ کردیے گئے اور انکا درجہ دوسرے کو دیا گیا گو
اونکے نواسہ ہی کیون نہون تو پھر فن تاریخ مین کیا مزہ رہا جنکے بار احسان
نے ان سب کو مورخ بنایا یا محدث وعالم کہ کل تصانیف کذائی کی روح رواں
آپ ہی ہین -
اب یہان یہ بھی جان لینا چاہیے کہ عمر بن عبدالعزیز نے - یا متوکل نے ان حضرات
کی مذہبی کونسی خدمت کی جو اس درجہ کے مستحق قرار پائے - کیونکہ ہمارے
سامنے وہ فیصلے بھی موجود ہین جنمین ان خلفا کی ساری عظمت وجبروت مٹادی
گئی ہے اور کوئی درجہ اونکا باقی نہین رکھا گیا ہے -
چنانچہ امام احمد ابن حنبل (جو اہل حدیث کے چوتھے امام اور اہل حدیث کے پہلے
امام گذرے ہین) کے بارے مین شیخ عبدالحق دہلوی ناقل ہین - کہا ابن مدینی نے
میمونی سے بصرہ مین بعد محنت کے کہ اے میمونی اسلام مین کسینے ویسی اقامت
نہ کی جیساکہ امام احمد نے اقامت کی - مین (میمونی) متعجب ہوا اور کہا کیون ؟
حالانکہ ابوبکر نے کیسی کچھ اقامت کی تھی قتال اہل ردہ مین - تو اوسکے جواب
مین کہا ابوبکر کو اعوان وانصار ملے تھے - اور احمد کا کوئی مددگار نہ تھا صفحہ ۱۶۲
ورق قلمی -
جو لصیدا ے بلند پکار رہا ہے کہ امام احمد کے برابر اسلام پر کسیکا حق نہین - نہ خلیفہ

کر سکتا ہے کہ یہی خلفائے ثلثہ ہین جبتک موازنہ نہ کیا جائے۔

خلفائے ثلثہ کے عہد خلافت وحکومت سے زمانہ واقف ہے اوسکے بیان کی ضرورت نہین مگر ان دونون خلیفون کی خدمات ضرور اس قابل ہین کہ بنظر غور وتحقیق ہم دیکھین وہ کونسی خدمتین ہین جنسے اسدرجہ کے مستحق قرار پائے کہ حضرت عمر وعثمان کی خلافت سے انکار کرکے انکی خلافت اسدرجہ پر تسلیم کیجاتی ہے۔ کہ یہی لوگ خلفائے ثلثہ سے مراد لئے جاتے ہین۔

عمر بن عبدالعزیز کی سوانح عمری کا یہ واقعہ کہ رسم قبیح سب وشتم جناب امیرؑ کو جو زمانہ معاویہ سے نہایت شدت کے ساتھ جاری تہا موقوف کیا ایک ایسا واقعہ ہے کہ جسپر جہانتک فخر کیا جائے بجا ہے کہ تمام عالم کو ایک سخت مہلک گمراہی سے نجات دینے کی کوشش کیگئی دوسرا امر یہ کیا کہ دلواکر رد مظالم قائم کیا۔ جو ناجائز مال بافراط تمام خاندان بنی امیہ کے ہاتھون مین تہا کچھ حصہ اوسکا داخل بیت المال کردیا۔ جس مین تمام مسلمانون کا حق مساوی تھا (گو اسکی تعمیل پوری نہوئی کیونکہ دو برس کچھ اوپر زمانہ خلافت انکا رہا ہے) تیسرا یادگار انکی رد فدک ہے جسمین انہون نے اپنے پیشرو خلفا کی کارروائیون کی غلطی اچھی طرح ثابت کردی جسپر زیادہ زور انکا اس وجہ سے چل گیا کہ مروان کی جائداد دین جو بطور میراث اوسکے کل اولاد کو ملی تہی اوسمین فدک انہین کے خاص حصہ مین آیا تھا جو عہد خلافت حضرت عثمان سے بطور جاگیر مروان کو ملا تہا غرض یہی چند منتخب واقعات ہین جو اصلاح رسوم مین مذکور ہوتے ہین جس سے بنی امیہ نے انکو زہر دلواکر کام تمام کیا کہ پورے دو برس بھی خلیفہ نہ رہنے پائے۔

یہ واقعات اگرچہ اوس زمانہ کے ہین کہ ظلم وجہالت کی گھٹا دور ہو چلی تھی

اسپر اقدام کرنا اور ان بدعتوں کا علانیہ باطل کردینا بہر طور مستحق شکرگذاری ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہین ہو سکتا۔ مگر اوسکا نتیجہ نہین ہو سکتا کہ اونکی مدح سرائی مین ان مبالغات سے کام لیا جائے کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پلائے جائین یا نہی بنائے جائین۔

اب رہے متوکل باللہ۔ خلیفہ عباسی لیس ان کا تو کوئی واقعہ ایسا نہین ملتا جس سے وہ اس عزت کے مستحق قرار پائین کیونکہ یہ خلیفہ ظاہر بظاہر ناصبی تھا دشمن اولاد رسولؐ جسنے حکم دیا تھا کہ مزار اقدس جناب سید الشہدا امام حسینؑ منہدم کر دیا جائے کہ کوئی نشان وہان باقی نہ رہے تاکہ کوئی حضرت کی زیارت کرسکے نہ آپکا نام لے چنانچہ خود علامہ سیوطی لکھتے ہین وکان المتوکل معروفا بالنصب ص ۲۳۷

اس حکم کا اثر اگرچہ اصل مرقد منور پر کچھ نہو سکا مگر دیوارین اوسکی توڑ دی گئین مکانات اوسکے خراب کر دئے گئے کھیت بنایا گیا تمام عمارت ایک صحرا بنگیا۔ یہ عداوت اوسکی خاندان رسالت کے ساتھ اسدرجہ پر تھی کہ علامہ ابن السکیت کو جو فن نحو و عربیت کا ایک بہت بڑا امام تھا اور متوکل کے فرزندونکی تعلیم اوس سے متعلق تھی اس جرم پر قتل کر ڈالا کہ ایک روز متوکل نے ابن السکیت سے پوچھا۔ بتاؤ میرے یہ دونون فرزند معتز و موید کو تو زیادہ دوست رکھتا ہے یا امام حسنؑ و امام حسینؑ کو تو ابن السکیت نے جواب دیا کہ قنبر غلام جناب امیرؑ میرے نزدیک ان دونون سے زیادہ محبوب ہین اسپر متوکل نے اونکی زبان گدی سے کھچوالی جسکے صدمہ سے وہ عالم شہید ہوئے۔

اسکے علاوہ اسقدر ظلم و ستم اسکے تواریخ مین مندرج ہین کہ اونکا شمار کرنا ہی مشکل ہے جسکا اثر یہی نہین ہوا کہ رعایا تباہ ہوئی شہر ویران بھی ہوئے

ایسی ہوا چلی کہ ... عراق میں چلی کہ بھی
ایسی ہوا ہین جلی تھی کھیتیان - کوفہ - بصرہ - بغداد کی جل گئین - بہت سے مسافر
اس صدمہ سے ہلاک ہوئے - یہ ہوا کامل (۵۰) روز تک چلتی رہی جسکا اثر موصل
سنجار - ہمدان تک پہونچا کہ بہت سے جانور ہلاک ہوئے - اور لوگونکی آمدورفت
بازارونمین سڑکون پر بند ہوگئی - ہزارون مخلوق تباہ ہوئے -
اسی سنہ مین یا اسکے قبل ایک ایسا زلزلہ آیا کہ دمشق سے انطاکیہ تک اسکا
سلسلہ جاری رہا جس سے ہزارہا مکانات تباہ ہوئے جزیرہ جل گیا موصل
مین (۵۰) ہزار آدمی ہلاک ہوئے -
سنہ ۲۳۳ھ مین عسقلان مین ازخود ایک ایسی آگ بھیلی تھی کہ بہت سے مکانات
جل گئے ثلث شب تک یہ سلسلہ جاری رہا -
سنہ ۲۳۸ھ مین نصاری روم نے دمیاط کو جو قبضہ اہل اسلام مین تھا لوٹ لیا
اور غارت کیا - اس واقعہ مین ۶ سو مسلمان عورتین قید کرلی گئین -
سنہ ۲۴۲ھ مین آسمان سے ایک ایسی آواز ہولناک سنائی دی کہ تمام مخلوقات
دہل گئی اور بہت سے لوگ ہلاک ہوئے اسی واقعہ مین آسمان سے بڑے
بڑے اولے بھی گرے جو مرغ کے انڈے کے برابر تھے -
۱۳ قریہ قیروان ملک مغرب کی زمین مین دھنس گئے جس سے کل ۴۲ آدمیون
نے نجات پائی جب وہ لوگ شہر قیروان مین داخل ہوئے تو اہل شہر نے یہ
کہکر کہ تم پر عذاب خدا نازل ہوا ہے نکال دیا جسپر وہان کے گورنر نے
بیرون شہر اُنکے لئے ایک خاص مکان تعمیر کرادیا جہان جاکر یہ لوگ سکونت
پذیر ہوئے -
سنہ ۲۴۱ھ مین اسقدر آسمان سے تارے ٹوٹ ٹوٹ گرے کہ لوگ خائف وترسان ہوگئے

گرے ہوئے اور زمین مین ایسا شق پیدا ہوا کہ بے تکلف لوگ اوسکے اندر داخل ہوتے اور نکل آتے۔ اس زلزلہ سے یمن مین یہ اثر ہوا کہ پہاڑون کی زراعتین اس پہاڑ سے اوکھڑ کر دوسرے پہاڑ پر جاتی رہین۔

~~سنہ~~ اِس زلزلہ مین آسمان سے آواز سنائی دی۔ اللہ اجل واعو ذباکرم لعبادہ

حلب مین ایک طائر عجیب نمایان ہوا جسنے دو روز تک چالیس چالیس مرتبہ آواز دی اتقو اللہ اللہ اللہ پھر اُڑ گیا۔

۲۴۵ھ مین تو پھر اس شدت سے زلزلہ آیا کہ کوئی شہر کوئی قریہ اُسکے اثر سے محفوظ نہ رہا۔

یہ واقعات اگرچہ دہریون کے نزدیک کسی فعل سے افعال بشری کے نہین متعلق ہوتے بلکہ انکے اسباب دوسرے امور ہوتے ہین جنپر بعض اوقات اطلاع بھی نہین ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو درحقیقت بہت ہی ناقص ہوتی ہے۔ مگر اہل اسلام کے عقائد مین یہ آثار غضب پروردگار عالم ہین اور اس مین تو کسی کو عذر ہی نہین کہ وہ زمانہ نحس ہوتا ہے جس مین یہ آثار پیش آئین۔ پھر نہ معلوم یہ متوکل اپنے کس عمل کے بدولت ایسا مقبول ہوا کہ خلفائے ثلثہ مین داخل کیا گیا۔

خلیفۃ السنۃ یا خلیفہ اہل السنۃ کا خطاب دیا گیا حالانکہ ہم اہل اسلام اگر اسکے اور کسی ظلم پر نظر کرین تو وہی ظلم اسکا جو مزار اقدس جناب امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ کیا ایسا عظیم ہے کہ اُسکا بیان دشوار ہے۔ چنانچہ خود علامہ سیوطی لکھتے ہین متوکل کی اس حرکت ناشایستہ سے جو اُسنے حکم انہدام قبر امام حسین دیا تھا تمام مسلمانون کو نہایت درجہ اندوہ ہوا۔ اہل بغداد نے متوکل کو گالیان دین اور دشنام صریح مسجدون کی اور دیوارون پر لکھی شعرانے ہجو مین لکھین چنانچہ

قسم بخدا اگر بنی امیہ نے اپنے نبی کی اولاد کو بظلم و ستم قتل کیا۔

فلقد اتاہ بنوابیہ بمثلہ   ھذالعمری قبرہ مھدوما

تو خود نبی کے چچا کی اولاد نے بھی وہی ظلم و ستم کیا کہ آج قبرین منہدم نظر آتی ہین

اسفوا علی ان لایکونوا شارکوا   فی قتلہ فتتبعوہ رمیما

ان کو انکو اسکا افسوس تھا کہ ہم شریک قتل نہوئے تو مردونکے ساتھ وہی حال کیا جب کہ [1] وہ خاک ہوگئے تھے۔

تو اب بجز اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ متوکل دشمن اہلبیت رسول تھا اسوجہ سے اس معزز لقب کا مستحق قرار پایا اور علامہ محی الدین عربی نے تو اور بھی کمال کیا کہ اس کو قطب بنا دیا جو ایک بہت ہی اعلی درجہ ہے۔ یہین سے اور بھی اسکی تصدیق ہوجاتی ہے کہ یہ مورخ تاریخ مین شاعرانہ مضامین لکھا کرتے ہین کیونکہ اگر ان لوگون کو صدق و راستی کی پابندی ہوتی تو کسی اصول کے پابند رہتے اگر کسی بادشاہ عادل کے مداح تھے تو ظالم کے دشمن یا بدگو ہوتے نہ یہ کہ ظالم و عادل کو درجہ مساوی پر اوتارتے جس سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ مدار انکی مدح سرائی و ہجو گوئی کا اصلی واقعات پر نہین ہے بلکہ اپنے ذاتی منافع پر یا ذاتی اغراض پر کیونکہ خاندان بنی امیہ نے جو کچھ چھوٹے محدثون و مورخون کی عزت افزائی یا قدردانی کی وہ تو سب کو معلوم ہے کہ کیا کچھ نہ ان لوگون کو صلہ و انعام ملتا تھا۔ جس سے ہزارون بلکہ لاکھون حدیثین بنائی گئین اور غلط واقعات مشہور ہوئے جسکا ایک ادنی اثر یہ تھا جو آپنے دربارہ عمر بن عبدالعزیز ملاحظہ کیا اب اس کو بھی دیکھیے کہ اس متوکل نے ان مظالم پر کیا کیا احسان

---

[1] شاعر نے یہ جملہ بربناء عام حالت اموات کہا ہے کہ مردے خاک ہوجاتے ہین یا اسکا اعتقاد بھی مثل تمام مسلمانون کے یہی تھا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اجساد طیبہ انبیاء و ائمہ

ہے ہین جس سے اسکو یہ درجہ ملی تو وعلاقہ یونہی ہے ہین

متوکل ۲۳۲ھ مین خلیفہ ہوا اسنے اپنا میل ظاہر کیا طرف مذہب اہلسنت کے

اور تمام ممالک محروسہ مین اسکا سرکلر جاری کیا کہ جو قواعد زمانہ مامون سے دربارہ

اقرار مخلوقیت قرآن جاری تھے اوٹھا دئے جائین اور ہر جگہ سے محدثونکو طلب کیا

سامرا مین - اور اونکی لئے نہایت فراخ دلی سے عطیہ مقرر کیا اور انعام واکرام

سے مالا مال کردیا اور اونکو حکم دیا کہ احادیث صفات و رویت کو بیان کرین

تاریخ الخلفا ص ۲۲۴

چنانچہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے جب جامع رصافہ مین مجلس درس قائم کیا تو

۳۰ ہزار محدث وہان جمع ہوئے - اور اوسکے بہائی عثمان نے جامع منصور مین

جب مجلس درس قائم کی تو وہان بہی ۳۰ ہزار آدمیون کا مجمع تہا اسیوجہ

سے تمامی محدثین وعلمانے اوسکی مدح وثنا مین مبالغہ کیا ہے

اس بیان سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس مدح سرائی کا کیا باعث تھا وہ کہ جس

شخص کے ظلم وستم سے زمین دہل جاے اور آسمان کانپ اوٹھے اوس ظالم کی

یہ عزت افزائی کیجاتی ہے کہ خلفائے ثلاثہ مین داخل کیا جاتا ہے اور قطب بنایا جاتا

ہے جسکے وجود پر انکے عقیدہ مین آسمان وزمین کا بقا منحصر ہے - اسپر بھی ہم

اگر ان بیانات کو شاعرانہ خیالی تصور نہ سمجھین اور تاریخی واقعہ اوسکو کہتے رہین

تو حیرت ہے اور کمال حیرت!!

یہان اگر ذرہ وہ شوخ چشم حضرات سر بگریبان ہون جو اسکے مدعی ہین کہ تاریخی

واقعات رہتی دنیا تک رہینگے اور کسیکے مٹائے نہ مٹینگے، کیونکہ انکے عقیدہ مین تو یہ

سب تاریخی واقعہ ہوگا جسمین آسمان وزمین کے قلابے ملائے جاتے ہین - یا کوئی

آلہ بھی آپکو دیا گیا ہے جس سے غلط صحیح کی تمیز کرسکین - سچے جھوٹھے کو پہچان سکین

عسل زنبور و عسل بلادر مین فرق نکال سکین -

ہان ہان وہ عقل ہے جو آپکو بتا دے گی کہ یہ صحیح ہے - یہ غلط - یہ خوشامد ہے

محققانہ تحقیق

... یعنی مذہب شافعی کو قبول

کیا اور اونکے مقلد بنے

یہ پہلا معاملہ ہے کہ خلیفہ وقت کسی امام مذہب کا مقلد ہو ورنہ خلیفہ کا درجہ کہین ارفع ہے اس سے کہ کسیکی تقلید کرے چنانچہ اسکے قبل جتنے خلفا گذرے ہین خواہ خلفا ثلثہ ہون خواہ بنوامیہ خواہ بنو عباس وہ سب خود مدعی اجتہاد ہوتے تھے کہ امام مذہب اوسکی تقلید کرتا اور اوسکے مطابق فتوی دیتا جس سے مذہب اہل سنت مین صدہا مذاہب قائم ہوئے اور آخر مین بحکم متوکل چار مذہبون پر انحصار کیا گیا۔

دوسرا احسان یہ بھی کیا تھا کہ جو امام احمد بن حنبل زمانہ خلفائے ماسبق مین مقید رہا کئے۔ تازیانہ کھاتے رہے۔ متوکل نے اونکو رہائی دی۔ اور بکمال عزت واحترام طلب کیا۔ مگر آمد امام احمد کی متوکل کی موت کے بعد ہوئی کہ ملاقات نصیب ہوئی ۲۳۷ھ۔

تیسرا احسان یہ کیا کہ قاضی ابوبکر محمد بن ابی اللیث کی ڈاڑہی منڈوائی اور گدہے پر سوار کراکر مصر کی گلیون مین پھرایا اور بضرب تازیانہ تادیب کی بلکہ حکم دیا تہا کہ ہر روز ۲۰ کوڑے قاضی صاحب پر پڑا کرین۔

یہ سب سزا اوسکی تھی کہ وہ مذہب جہمیہ رکھتا تھا جو اوس زمانہ مین اہل سنت کا ایک زبردست فرقہ تھا اور بعض عقائد مین حال کے سنیونکا مخالف تھا۔

غرض یہی سب اسباب ہین جن سے متوکل نے یہ عزت پائی کہ قطب وقت بنائے گئے اور خلفائے ثلثہ مین داخل کئے گئے ورنہ اوسکے ظلم وستم ایسے نہ تھے جو معمولی خلافت کے بھی قابل قرار پاتا چنانچہ خود اوسکے بیٹے نے انہین مظالم سے تنگ آکر اوسکو قتل کرڈالا تو جن مورخین کی یہ شان ہو کہ اپنے اپنے ذاتی اغراض کیلئے جسکو چاہین درجہ خلافت بلکہ نبوت پر پہونچا دین بلکہ قطب بنا دین اونکے کسی خوشامدانہ حملہ پر کیونکر کسیکو اعتبار ہوسکتا ہے۔ جو بخوبی دیکھ رہے

ہین کہ کس کس درجہ کے زور وافترا سے یہ لوگ کام لیتے ہین کہ نہ خدا و رسول سے انکو شرم آتی ہے نہ خلائق سے نہ موافق سے نہ مخالف سے ۔

اب اس سے بھی بڑھکر تاریخی غلطی دیکھنا آپکو منظور ہو تو اسی متوکل کے حال مین یہ تاریخی واقعہ ملاحظہ فرمائے کہ علامہ سیوطی لکھتے ہین وہ متوکل باللہ کے دور خلافت مین امام احمد بن حنبل نے رحلت کی مات فی ایام خلافۃ المتوکل من الاعلام ابوثور والامام احمد بن حنبل حالانکہ خود دو روایتین ایسی نقل کی ہین جو اس دعوی کے بالکل خلاف ہے ایک یہ کہ متوکل نے امام احمد کو بلایا تھا ۲۳۷ھ مگر امام احمد جب پہونچے تو متوکل سے ملاقات نہوئی بلکہ اوسکے بیٹے معتز باللہ کا زمانہ تھا ۲۴۷ھ دوسرے یہ کہ امام احمد بن حنبل بیان کرتے ایک رات تمام شب مین بدخواب رہا کچھ نیند جو آئی تو خواب مین دیکھا کوئی مجھے آسمان پر لئے جاتا ہے اور ایک شخص یہ شعر پڑھ رہا ہے

ملک یقاد الی ملیک عادل   متفضل فی العدل غیر جائر

یعنی ایک بادشاہ کو اوس بادشاہ عالمیان کے پاس لیجاتے ہین جو عدل مین تفضل کرتا ہے نہ جور امام احمد کہتے ہین جس شب کو مینے یہ خواب دیکھا تھا اوسی روز متوکل کے مرنے کی خبر آئی اوسی بغداد مین صفحہ ۲۴۹

کہان تو اظہار فضائل و مناقب متوکل کیلئے اسکے مدعی ہین کہ شب قتل متوکل امام احمد نے یہ خواب دیکھا اور کہان یہ بیان کرتے ہین کہ متوکل ہی کے زمانہ مین امام احمد نے انتقال کیا۔ ان دونون قولون سے کسکی تصدیق کیجائے کسکی تکذیب کیونکہ بتصریح شیخ عبدالحق صاحب دہلوی ولادت امام احمد کی ۱۶۴ھ مین ہے اور وفات ۲۴۱ھ مین اور قتل متوکل ۵ شوال ۲۴۷ھ مین تو یہ دعوی کہ امام احمد نے بعد قتل متوکل خواب دیکھا کیونکر درست رہ سکتا ہے ۔

خواب کا مضمون ان محدثین و مورخین کو ایسا سمتا یا تھا لگا ہے کہ کوئی خلیفہ

نہین کوئی ترازو کو خواب مین دیکھتا ہے - کوئی دودھ پیتے دیکھتا ہے - اس قسم کے ہزارون خواب مین جنکے سننے سے ہر ذی فہم کو ہنسی آئے کہ تحقیقی یا تاریخی واقعات کو خواب وخیال سے کیا واسطہ - فضیلت یا منقبت امور واقعیہ کے ذریعہ سے ثابت کیجاتی ہے - یا جھوٹھے خوشامد ہونکے خواب وخیال سے جنہین اختیار ہے کہ جسکی تعریف مین چاہین ایک خواب بنالین - اور مرید لوگ اوسپر ایمان لائین - ہو حق کرنے لگین اور وہی خیالی مصنوعی خواب آگے چلکر تاریخی واقعہ بنجائے - فاعتبروا یا اولی الالباب

نمبر ۷

علامہ سیوطی کے اس مطول قصیدہ کے بعد جو دربارہ حضرت عمر بن عبدالعزیز مرقوم ہوا - یہ مضمون گو پھیکا معلوم ہوگا مگر خالی از لطف نہین - لکھتے ہین -

ابونعیم محدث نے بسند صحیح ریاح بن عبیدہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز عمر بن عبدالعزیز نماز کیلئے جا رہے تھے تو اس راوی نے دیکھا کہ ایک شیخ اونکے ہاتھونپر تکیہ کئے ہوئے ہے - مینے اپنے دلمین کہا اس شیخ نے بڑا ظلم کیا جو ایسے بزرگ امیر پر تکیہ کئے تھا - بعد نماز مین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا اور پوچھا یہ شیخ کون تھا؟ جو آپکے ہاتھونپر تکیہ کئے ہوئے تھا؟ جواب دیا کیا تو نے بھی اونکو دیکھا تھا؟ ریاح راوی نے عرض کی - ہان مینے بھی دیکھا تھا - عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تو بھی اچھے لوگون سے ہے - یہ شخص میرے برادر خضر تھے جو میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے کہہ گئے ہین کہ اب خلافت مجھے پہونچی اور مین کارفرما کے عدالت ہونگا - دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۶

یہ بھی تاریخی روایت ہے جسکو حدیث کی صحت کا لباس بھی پہنایا گیا ہے اور ابونعیم سے محدث جلیل القدر نے صحیح جانا اور ریاح بن عبیدہ سا عالم اسکا ناقل ہے پھر اسکی صحت مین کسکو عذر ہو سکتا ہے -

اوسپر اعتماد نہین کرسکتا۔ کیونکہ معمولی عقل والا آدمی بھی اس جملہ کو سنکر ہنس پڑیگا اور فرط تہذیب سے گو منہ سے کوئی جملہ نہ نکالے مگر دلمین تو ضرور ایسے شخص کو خوشامدی دروغ گو کا خطاب دیگا۔

اس موقع پر وہ تقریر بہت ہی دلچسپ ہوگی جو ملا علی قاری نے اس دعویٰ کے رد و ابطال مین لکھا ہے "کہ حضرت خضرؑ پانچ برس تک روزانہ صبح کو امام ابو حنیفہ کے پاس آتے اور احکام شرعیہ کی تعلیم لیتے تھے۔ اور بعد موت ابو حنیفہ حضرت خضرؑ نے دعا کی کہ خداوندا اگر میری کچھ بھی قدر و منزلت تیرے نزدیک ہے تو اجازت دے ابو حنیفہ کو کہ قبر ہی سے بعد موت حسب عادت میری تعلیم کرین "

اس تقریر کے رد مین ملا علی قاری لکھتے ہین۔

"یہ کلام اون ملحدون کا ہے جو فساد دین مین سعی کرتے ہین۔ کیونکہ اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ جس خضرؑ کی تعریف مین خدا فرماتا ہے عبدا من عبادنا اتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما۔ اور جن خضرؑ سے حضرت موسٰیؑ نے باوصف اپنے علم نبوت کے کچھ علوم حاصل کئے۔ وہ ایسے نادان تھے کہ ابو حنیفہ کے شاگرد ہوے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ روح اللہ احکام اسلام کو حاصل کرین شاگرد شاگرد ابو حنیفہ سے اور کیا اچھا فہم تھا شاگرد کا جنہون نے کل تین برس مین حاصل کیا خضرؑ سے اور خضرؑ نے اونہیں علوم کو تیس برس مین ابو حنیفہ سے حاصل کیا کچھ تو زندگی مین کچھ مرنے کے بعد۔"

اس سے زیادہ عجب یہ ہے کہ ابو القاسم قشیری جو راوی ہین اس روایت کے وہ طبقہ حنفی مین نہین داخل ہین بلکہ مذہب شافعی رکھتے ہین پھر وہ ایسی روایت کیون بیان کرنے لگے۔ اور کیون اختیار کیا مذہب شافعی کو۔

مشرف ہوئے تھے مگر نہ حضرت سے احکام اسلام کی تعلیم لی نہ علمائے صحابہ کرام سے مثل علی بن ابیطالب کے جو باب مدینۃ العلم تھے اور تمام صحابہ سے زیادہ قاضی تھے نہ زید بن ثابت سے علم حاصل کیا جو علم فرائض کے استاد تھے نہ ابی بن کعب سے جو اقرا قرا تھے نہ معاذ بن جبل سے جو اعلم بحلال و حرام تھے۔ نہ تابعین عظام سے حاصل کیا مثل فقہائے شیعہ کے نہ سعید بن مسیب سے مدینہ مین نہ عطا سے مکہ مین نہ حسن بصری سے بصرہ مین نہ مکحول سے شام مین (تعجب ہے کہ عبدالملک بن مروان کا اس فہرست مین نام نہ لیا حالانکہ فقہائے اربعہ مین یہ بھی داخل ہین اور پھر خلیفہ برحق بھی ہین)

ان لوگون سے تو حضرت نے کچھ نہ حاصل کیا اور اپنی جہالت و ناواقفیت پر راضی رہے یہانتک کہ ان مسائل کو ابو حنیفہ سے آخر عمر مین سیکھنے چلے۔

یہ وہ باتین ہین جنکا بطلان عقول سخیفہ و فہوم ضعیفہ پر بھی مخفی نہین چہ جائیکہ ان علما پر مخفی رہے۔ اگر علمائے شافعیہ و حنابلہ و مالکیہ ان اقوال پر حنفیونکے مطلع ہون تو اونکی بے عقلی و نادانی پر تمسخر کرین اور اسکو بےعقلی حنیفہ کی دلیل قرار دین۔

ان باتونکے سوا اگر اسکی اور خرابیان عقلی و نقلی بیان کرون تو اس جملہ کے ابطال مین ایک مجلد مرتب ہو سکتی ہے مگر بحکم خدا خذ العفو و امر بالمعروف واعرض عن الجاهلین ان باتون سے مینے درگذر کیا۔

یہ تقریر ملا علی قاری کی اوس رسالہ مین ہے جسکو درباب بیان مذہب مہدی لکھا ہے اور مولوی عبدالحی صاحب نے بھی بعض مقام پر حنفیونکے اس دعوی کو رد کیا ہے۔ جس سے ہر صاحب فہم نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جب ملحدون نے ایک معمولی عالم کی شان مین ایسی روایات گڑھی جس سے خود اونکی بےعقلی نمایان ہوئی۔ تو کسی خلیفہ کیلئے اس قسم کی روایات بنائی کیا مشکل ہے۔ جسکے دربار

[illegible]

جنکے سواد دنیا مین کوئی ایسا خلیفہ نہوا جو یہ شرف رکھتا ہو کہ حضرت خلیفۂ دوم کے بیٹے عاصم کے نواسہ تھے - حالانکہ اس قسم کا رشتہ ان مسلمانون کے یہان بہت کمزور ہے -

چونکہ میری اس تحریر کا تعلق امام اعظم سے نہین ہے - بلکہ صرف عمر بن عبد العزیز کا تذکرہ بطور جملہ معترضہ آگیا ہے - لہذا ملا علی قاری کی تحریر سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ علامہ سیوطی کی یہ روایت کو حضرت خضر سے اور عمر بن عبد العزیز سے ملاقات ہوئی - اونہین لوگون کی ایجاد ہے جنہون نے حضرت خضر کو شاگرد امام ابو حنیفہ بنایا ہے - ورنہ حضرت خضرؑ کی ملاقات بجز انبیا و اوصیا کسکو نصیب ہو سکتی ہے الا ان یشاء اللہ

بہر حال اس تحریر سے باوقار ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہوا ہو گا کہ یہ حضرات مورخین جب کسی کی مدح سرائی پر آتے ہین تو اپنی نازک خیالیون سے بڑے بڑے نازک خیال شاعرونکو بھی مات کر دیتے ہین - اور جس مطلب کو چاہتے ہین ایسے دس پانچ عالمون راویونکی طرف منسوب کرتے کہ دیکھنے والا یا سننے والا زیادہ حد ادب کہکر خاموش ہو جائے ورنہ فوراً کفر کا فتوی جاری ہو جائے - اگر اسکی مزید تصدیق چاہتے ہین تو معویہ بن ابو سفیان کے فضائل و مناقب مین یہ روایت بھی دیکھ لیجیے کہ کسی نے عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا معاویہ افضل ہے یا عمر بن عبد العزیز - تو جواب دیا معویہ کے گھوڑے کے ناک کی خاک کہین افضل تھی عمر بن عبد العزیز سے - جس سے ظاہر ہوا کہ بمقابلہ معویہ یہ سب ہوا داریان خاک مین ملا دیجاتی ہین - نہ ہمسر انبیا ہونا باقی رہتا ہے - نہ خلفائے ثلثہ مین انکا داخل ہونا نہ حضرت خضر کی ملاقات کا کوئی رتبہ باقی رہتا ہے - پھر ان زٹل قافیونپر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے -

اگر اسپر بھی تسکین خاطر نہو تو انہین عمر بن عبد العزیز کا یہ واقعہ سنیے - کہ ولید بن

عبدالملک کی خلافت مین کہ مدینہ کے گورنر تھے ۸۶ھ مین امیر حج مقرر ہوئے تو زمانہ حج مین بروز نہر وقوف کیا جو محض ناجائز تھا۔ بعد کو جب معلوم ہوا کہ ہمنے غلطی کی تو سخت رنجیدہ ہوئے۔ دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۲

جس سے آپ بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ اگر یہ ارباب ملاقات حضرت خضر سے ہوتے تو ایسی غلطی فاش نہ کرتے۔ جس سے ہزارون لاکھون مسلمانون کا حج خراب گیا اور ابدالآباد کا الزام انکے سر رہا۔ کیونکہ خرابی حج سے یہی اثر نہین پڑتا کہ حج واجب اوسکے ذمہ باقی رہتا ہے جسکا ادا کرنا فرض ہے۔ بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ آیندہ جبتک حج صحیح ادا کرے اولاد حرامزادی پیدا ہوتی ہے جو طواف النسا کے ترک یا بے محل ادا کرنے کو لازم ہے۔

یہان پر ہم اگر کچھ وسعت نظر سے کام لین۔ اور یہ دکھائین کہ ان حضرات نے اپنی کن کن عالمون کے دربار مین حضرت خضرؑ کو پہونچایا ہے۔ اور کن کن امیرونکو اونکا مصاحب وہمدم بنایا ہے بلکہ اون بدمعاش فقرا کو انکا یار غار بنایا ہے جنکا کام بجز امردپرستی کچھ نہ تھا۔ تو ایک دفتر تیار ہو۔ اور ہمارا وہ مقصود جو اس تحریر سے ہے رہ جائے لہذا صرف اسیقدر یہان کہنا کافی ہے۔

کہ بیشک عمر بن عبدالعزیز بہ نسبت اپنے خاندان سابق ولاحق کے ممدوح تھے مگر نہ ویسا کہ علامہ سیوطی نے اونکی مدح سرائی کی ہے کیونکہ انکی خلافت بذریعہ وصیت نامہ سلیمان بن عبدالملک ہوئی ہے۔ جسپر تمامی اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ کل خلفا بطور ناجائز مالک خلافت ہوئے تھے۔ پھر جو چیز بذریعہ ناحق حاصل ہوئی ہو اوسکو ہزار عمدہ مصرف مین لاؤ وہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے اگر یہ پابند شریعت ہوتے تو ضرور حق اور حقدار کو پہچانتے اور اوسکے سپرد کرتے۔ اور اگر یہ اونکے اختیار سے باہر تہا تو جسطرح معویہ بن یزید بن معویہ نے اظہار حق کے بعد خلافت سے دستکشی کی تھی یہ بھی دستکش ہوجاتے اور یہ وزر وبال اپنے سر نہ لیتے۔

زمانہ کا کچھ ایسا بے ڈھنگا رنگ پڑا ہے کہ اصلیت کی تحقیق نہین کرتے اور بادہوائی اوڑے پھرتے ہین یہ نہین سوچتے دراصل کس کی حقیت ہے کسکی ملکیت۔ منتظم کے حسن انتظام یا بدانتظامی کی مدح وذم پر تل پڑتے ہین۔ کیا غصبی زمین پر کوئی عالیشان مسجد بنا دیجائے تو کسیطرح اوسمین عبادت درست ہوسکتی ہے۔ اگر چوری یا ڈاکہ کے مال سے کوئی حج کرے تو وہ حج صحیح ہوگا ہرگز نہین۔

پھر مستحقین خلافت کی موجودگی مین اگر کوئی ناجائز طور پر متصرف ہوکر کارفرمائے حسن انتظام ہو تو وہ کیونکر مستحق آفرین ہوسکتا ہے۔

یہان ہمنے عمداً اون مذہبی روایات سے چشم پوشی کی ہے جو تمامی بنی امیہ کے بارے مین عموماً اور مروانی خاندان کے بارہمین خصوصاً روایت کیجاتی ہے۔ جس سے کسی ممبر کا اس خاندان کے محفوظ رہنا رسول اللہ کی بددعا اور لعن سے مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصد صرف مورخونکے تعصب کے بیان کرنیکا تھا۔ نہ یہ کہ کسیکے ذاتی یا خاندانی اون اوصاف کا بیان کرنا جس سے کسیکی دلشکنی ہو۔ یا اوسکے گذشتہ کارنامونپر کوئی بداثر پڑے ہان تاریخ سے ہمکو ہمیشہ امر حق کا سبق لینا چاہیے کہ اہل حق کیونکر رفتار رکھتے ہین۔ اور اونکی کونسی سیرتین ایسی ہوسکتی ہین کہ ہم اونکی تقلید کرین اور دینی دنیوی معراج ترقی پر فائض ہون۔

البتہ جو لوگ اہل باطل ہین یا ظالم۔ اونکے صفات ذمیمہ کو بنظر حقارت دیکھنا اور خصائل حسنہ کا اونسے منتخب کرنا ہر ناظر فن تاریخ کا ضروری فرض ہے کیونکہ ظالم سے ظالم بھی اگر کوئی ہوگا تو اوسمین کچھ خوبیان بھی ضرور ہونگی کیسا ہی سفاک خونخوار کیون نہو۔ کچھ عمدہ باتین بھی ضرور ہوتی ہین جنسے اگر کچھ لوگ متنفر ہوتے ہین تو کچھ لوگ اوسکے دوست و طرفدار بھی۔ اب یہین ہم

عقل [illegible] فرق

فن تاریخ کی بنیاد اسی عنوان سے ہے کہ ہیرو کے کل حالات و واقعات کو قلمبند کرین بلا لحاظ تعصب وحمیت مگر عملدرآمد اس اصول پر کمتر کیا جاتا ہے۔ ثبوت مین یہی جملہ کافی ہے جو علامہ سیوطی دیباچہ مین تاریخ الخلفاء کے لکھتے ہین " اس کتاب مین مینے اون لوگونکو نہین لکھا ہے جو مدعی خلافت ہوئے بخروج اور امراو نکا تمام رہا مثل اکثر علویون کے اور بعض عباسیون کے اور خلفاے عبیدیین کے (یہ وہ خلفاء علویین ہین جنکی خلافت مین سو برس سے زیادہ دنون تک مصر مین مسلم رہی) کیونکہ اونکی امامت صحیح نہین ہے چند وجہون سے۔"

یہ بھی وہی پرانا تعصب ہے جس سے یہ اپنے کام مین بدنام ہین۔ کیونکہ اگر انکی یہ تالیف مخصوص اونہین خلفا سے ہوتی جنمین کسی نے اختلاف نہ کیا ہوتا۔ تو اگر خلفاے ثلثہ کو بوجہ جزئی مخالفتونکے اسمین درج کرتے۔ تو بہر طور جناب امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ کے ذکر سے اس کتاب کو خالی ہونا چاہیے تھا جنکے نہ خلیفہ ہونے پر اسی کتاب مین بہت سی روایتین موجود ہین۔ اور عملی طور پر بھی تمامی ممالک اسلامی نے حضرت علیؑ مرتضی کی خلافت کو نہ قبول کیا۔ اور جناب امام حسنؑ کا ذکر تو اور بھی شرائط مذکورہ کے خلاف ہے۔ اور اگر ہم فرض کرلین کہ چونکہ یہ واقعات اون عظیم الشان واقعا سے ہین جنکی یادگاری اسلام کے بقا کے ساتھ لازمی ہے۔ اسلئے انکا تذکرہ کیا گیا تو عبداللہ بن زبیر کی خلافت کسی طرح ان شرائط کے مطابق اس قابل نہ تھی کہ یہان ذکر کیجائی۔ کیونکہ ابتدا اس خلافت کی بعہد یزید بن معویہ ہوئی جسکی خلافت باتفاق اہل سنت صحیح تھی۔ اسکے بعد پھر معویہ بن یزید کی لوگون نے بیعت کی۔ پھر مروان کی۔ پھر عبدالملک کی جسکے حکم سے زبیر قتل ہوئے یا شہید تو بہر طور عبداللہ بن زبیر کی شان مدعی خلافت بخروج کی تھی جسکی خلافت بھی تمامی ممالک اسلامی مین نہین قبول کی گئی پھر اونکا ذکر کس طرح سے جائز ہوا

یہ نہیں ہے مگر بربنائے اوسی تعصب وحمیت کی کہ بمخالفت روایات وجمہور اہلسنت

علامہ سیوطی اس بنیاد پر اونکی خلافت کے قائل ہوئے کہ وہ حضرت خلیفہ اول

کے نواسہ تھے لہذا اونکو بذیل خلفا لکھا اور مروان وعبدالملک کو باغی خارجی

ٹھہرایا۔ یہان کوئی متعصب یہ جواب دے سکتا ہے کہ سیوطی نے اس ادعائے

خلافت بخروج کو بذریعہ تمثیل کے مقید کر دیا ہے علویون کے ساتھ تو یہ اعتراض

نہین ہو سکتا۔

جسکے جواب مین ہم پہر اوسی تعصب کو یاد دلائینگے جسکی بنیاد پر یہ سب تقریر ہے

کیونکہ جب یہ قاعدہ بنایا گیا کہ خلفائے مسلم الثبوت کا ذکر یہان کیا جائیگا۔ تو

علویین وغیر علویین کی شرط سے کیا فائدہ بجز اسکے کہ کہا جائے چونکہ اونسے عداوت

لہذا اونکی جزئی حکومت کے تذکرہ پر بھی راضی نہوئے جسکی تصدیق اس سے

بخوبی ہو جاتی ہے کہ خلفائے مصر مین جو علوی تھے اور تین سو سال سے زیادہ

حکمران رہے جس سے یقیناً اونکی شان بغاوت وخروج کی شان سے جدا ہو جاتی

ہے۔ اس کتاب مین نہ لائی گئی۔ جو ایک روشن دلیل تعصب کی ہے۔

کیونکہ انکے نسب وغیرہ کے بارہمین جو انکا اعتراض ہے اوسکا جواب ابن خلدون

کے کلام سے سابقاً مذکور ہو چکا کہ وہ یقینی صحیح النسب سادات علوی فاطمی تھے

نہ مشکوک النسب۔ بلکہ جو کچھ اونکے نسب کے بارہمین قدح کی گئی ہے وہ بخوشامد خلفائے

بنی عباس کے جو اور ذریعون سے مغلوب ہو رہے تھے۔ لہذا یہ تدبیر سوچی گئی کہ

کسیطرح اس پیرایہ سے اونکی حکومت کو مٹائین۔

وہی خوشامد خلفائے بنی عباسی آج اسکی مانع ہوئی کہ کسیطرح ان خلفائے

علویین کو درج تاریخ الخلفا کرین کیونکہ گو اس خلافت عباسیہ کا خاتمہ تا سنہ ۶۵۶ھ مین

ہو چکا تھا مگر برائے نام اوسکا ایک شعبہ مصر مین جاکر قائم ہوا جسکے ذلہ خوار علامہ

سیوطی بھی تھے کیونکہ آخری خلیفہ انکے زمانہ کا متمسک باللہ ہوا ہے جو ۲۲ محرم

اسی خوشامد نے سیوطی کو اسپر مجبور کیا کہ اپنی کتاب حسن المحاضرۃ مین بھی جو خاص مصر و قاہرہ کی تاریخ ہے۔ ان خلفائے کے کارنامونکو بتفصیل بیان نہ کر سکے۔ حالانکہ بخصوصیت تعلق مقامی ایک ضروری امر تہا۔ پھر ایسی حالت مین ان متعصب مورخونکے کسی بیان پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے اور کیونکر بلا تحقیق اوسکو قبول کر سکتے ہین۔

اس تحریر کے ناظرین ضرور متحیر ہونگے کہ ابتدا اسکی تو خلافت عبد الملک سے ہوئی تہی۔ مگر ابہی تک اوسکے متعلق کچہہ نہ بیان کیا اور دیگر واقعات و حالات ناحق بیکار اتنا وقت ضایع کیا۔

لہذا اونکی تسکین خاطر کے لئے اسقدر بیان کر دینا کافی ہے کہ علامہ سیوطی نے چونکہ اوسکی مدح و ثنا مین اپنی خاندانی بہت سی روایتین بیان کین لہذا اونکی یہ حالت دکہائی گئی۔ جس سے ناظرین سمجہہ رکھین کہ یہ مدحیہ روایات اون ایشیائی شاعرونکی نازک خیالیون سے بھی بڑہی ہوئی ہین۔ جنکو تمام عقلاے روزگار لغو و مہمل تصور کرتے ہین نہ یہ کہ اوسکو تاریخی واقعہ سمجہین اور اوسپر آجکل کے احمقون کی طرح ایمان لائین۔

ابتدای خلافت عبد الملک

مروان کی موت اور خلافت کی خوشخبری جب عبد الملک کو پہونچی ہے تو اوسوقت تلاوت قرآن شریف مین مشغول تھے۔ مژدہ خلافت سنتے ہی قرآن کو بند کیا اور کہا یہ آخری ملاقات تہی میری تیرے ساتھہ (روایت ابن عائشہ)

پہلے اسی ایک جزئی واقعہ کو آپ اون روایات سے ملایے جو عبد الملک کی مدح و ثنا مین پہلے مذکور ہو چکین کہ عبد الملک عابد و زاہد و ناسک و متقی و پرہیزگار تھے اور انکا شمار فقہاے مدینہ مین تہا وغیرہ۔ کیا کوئی دیندار مسلمان ایسا کلمہ زبان سے نکال سکتا ہے کہ قرآن کو کہے یہ آخری عہد میرا ہے تیرے ساتھہ؟ کیا

قرآن کی تلاوت اسی غرض سے کیجاتی ہے کہ کسی طرح حکومت و ثروت ملجائے تو
پھر وہ بند کر دیا جائے؟ کیا جن لوگون کو قرآن کی تلاوت کی حلاوت ملی ہے
کبھی کسی وقت مین اس شیرینی سے منہ موڑ سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔

یہین سے تو یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس فرقہ کے لوگ ہمیشہ خلیفہ بنتے آئے وہی
لوگ آجکل حافظ بھی زیادہ ہوتے ہین۔ جو تراویح کی بدولت سال بھر کی
روٹی کما لیتے ہین۔ مگر اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ باطنی خواہش خلافت
کی بھی اونکو رہتی ہے جس سے وہ ہر سال ماہ مبارک رمضان مین غلط
سلط تلاوت کر جاتے ہین۔

اسی صورت مین حضرت رسول مقبول کی وہ حدیث بھی ٹھیک ہوجاتی
ہے جو آپنے فرمایا کہ زیادہ تر منافق وہی لوگ ہوتے ہین جو قاری قرآن ہوتے
ہین اسطرح کی بہت سی حدیثین حضرت سے دربارہ خوارج منقول ہین جنکی
تطبیق بہت اچھی طرح اون لوگونپر ہوتی ہے جو اسکے برعکس صرف حدیث پر
اپنے عمل کو منحصر جانتے ہین۔

یہان تجھے خلفا کا مختلف عمل درآمد اس قرآن کے مادہ مین سخت حیرت مین
ڈالتا ہے کہ حضرت عثمان نے جب دیکھا مصر کے بلوائیون سے اب رہائی مشکل
ہے اوسوقت قرآن کہول کر بیٹھے کہ شاید اس ذریعہ سے کوئی صورت بچاؤ
نکلے مگر سودمند نہوا یہانتک کہ اوسی قرآن پر انکا خون بہا۔

معویہ نے صفین مین جب دیکھا کہ اب کسی طرح ذوالفقار حیدر کرار سے امان
نہین ملتی تو اسی قرآن کو نیزونپر بلند کیا جسکے کچھ دنون بعد سارے ممالک
اسلامی کے مستقل مالک قرار پائے۔

عبدالملک نے خلافت پاتے ہی قرآن کو ہمیشہ کیلئے بند کر دیا کہ بس یہ آخری عہد تھا
جسکے بعد پھر کسی روایت سے یہ پتہ نہین چلتا کہ کبھی قرآن کی تلاوت یا زیارت کی
[illegible]

اور ولید بن یزید نے جو عبدالملک کا پوتا تھا۔ اسپر اور ترقی یہ کی کہ قرآن کو تیرباران کیا جسکا کچھ اجمالی حال سابقاً مذکور ہوا۔

ناظرین باوقار یہان ضرور متوقع ہونگے کہ اگر سب نہین تو اس آخری خلیفہ کی اس حرکت شنیعہ کے عوض تکفیر کا فتوی ضرور جاری ہوگا۔ کیونکہ کوئی ہمدرد اسلام یا اسلام کا نام لیوا بھی اس مذہبی توہین کو گوارا نہ کریگا کہ کلام اللہ کی یون بیحرمتی ہو۔ اور اوسکے تکفیر کرنے سے بھی انتقام نہ لین۔ مگر علامہ ذہبی کا یہ فتوی سنکر بانگشت بدندان رہجاینگے کہ "ولید کے کفر و زندقہ کا دعوی صحیح نہیں بلکہ اوسکا لواطہ و شرب خمر مشہور ہوا تھا جسپر لوگون نے خروج کیا چنانچہ خلیفہ مہدی عباسی کے روبرو اسکا تذکرہ ہوا تھا کہ ولید زندیق تھا تو مہدی نے جواب دیا بس بس خاموش ہو یہ خدائی خلافت ایسی نہ تھی کہ کوئی کافر و زندیق اسکا مالک ہے"

علامہ ذہبی کی یہ گواہی صفائی کی اسی فرد جرم پر نہین ہے کہ اوسنے قرآن کو تیرباران کیا۔ بلکہ یہ جرائم بھی ولید پر ثابت تھے جسپر برادت کا حکم دیا

فرد جرائم ولید

ہتک حرمت خدا۔ شرب خمر۔ استخفاف اوامر الٰہی۔ زنا کرنا اپنے باپ کی مدخولہ عورتون کے ساتھہ۔ اپنی کمسن لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر۔ اپنے بھائی یزید کے ساتھ ارادہ لواطہ کرنا۔ شراب کا حوض بنوانا جس مین ڈوبا رہتا خاص خانہ کعبہ کی چھت پر شرابخواری کا سامان کیا تھا جسکے لئے ایک شامیانہ تیار کرایا۔ اور کتے کے پلّون کو آہنی صندوق مین اسی غرض سے بند کرایا تھا۔ قرآن پر سنگ باران کیا۔

اسکے بارہمین ایک خاص حدیث بھی مسند احمد بن حنبل مین موجود ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا اس امت مین ایک ولید ہوگا جو اس امت پر ایسا شدید ہوگا کہ فرعون بھی اپنی امت پر ایسا شدید نہ تھا۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۷۱۔

لقیہ تاریخ صفحہ [illegible]

اس خلیفہ نے درباره قرآن اسقدر کفریات و ملحدانہ باتونکی تصریح کی ہے
کہ معافی جوہری نے ایک خاص کتاب اس بارہ مین تصنیف کی۔

ان سب حالات کے دریافت کرنے پر جو علامہ ذہبی نے اسکے کفر و زندقہ
سے انکار کیا۔ تو اسکے معنی یہ ہوئے کفر و زندقہ کوئی چیز نہین۔ یا آدمی کسی
مسلمان کے گھر پیدا ہونیکے بعد پھر کافر نہین ہوسکتا۔

یا یہ کہ خلافت و سلطنت لینے کے بعد اگرچہ کوئی ہزارہا باتین خلاف اسلام کرے
تو وہ خارج از اسلام نہین ہوتا۔ کیونکہ حسب کلام مہدی سے استدلال کیا
گیا ہے اوسکے تو صریحی مطلب یہی ہین۔ کہ خلیفہ ہوجانا ہی اسکی ضمانت کیلئے
کافی ہے کہ وہ کافر و زندیق نہ تھا۔ کیونکہ خدا اپنی خلافت کو کبھی کسی زندیق
مین نہ دیگا۔

مگر بہت افسوس ہے کہ یہی علامہ ذہبی اپنی اس بیش بہا تحقیق کو درباره
تکفیر خلفاے علویین مصری بالکل بھول گئے۔ کہ فرماتے ہین۔

" وہ تھا قائم بن مہدی بدتر اپنے باپ سے۔ زندیق تھا۔ ملعون تھا۔ اوسنے ظاہر
کیا سب انبیا کو " علامہ سیوطی لکھتے ہین " اکثر ان خلفا کے زندیق تھے خارج
عن الاسلام " الخ

یہان مجھکو اور کسی جا بحث نہین کیونکہ ان خلفا کے بارے مین تصریحات
علامہ ابن خلدون و ابن اثیر جزری جو محقق مورخ گنے جاتے ہین۔ سابقاً
لکھ چکا ہون۔ اور بقیہ حالات ان خلفا کے آئندہ مرقوم ہونگے کہ اس قائم
بامر اللہ خلیفہ علوی نے اسدرجہ شریعت کی ترویج کی کہ اپنے سارے ممالک
محروسہ سے درخت انگور کو کٹوا دیا تاکہ شراب نہ بننے پائے۔ جو لوگ پی سکین۔
مگر ہمکو پوچھنا ہے کہ وہ کلیہ جو درباره ولید بنایا گیا تھا کہ خلیفہ کبھی کافر زندیق

کیونکہ اگر بنی امیہ کی خلافت کچھ کم سو برس رہی ہے۔ تو خلفائے فاطمین مصر کی خلافت
۲سو۷۰ برس قائم تھی۔۔ اور اگر ولید کی خلافت ۱۳ مہینہ رہی ہے۔ تو قائم بامر اللہ
کی خلافت (جو بالخصوص کافر زندیق ملعون بنایا جاتا ہے) گیارہ برس تک بڑے
زور و شور سے قائم تھی پھر وہ خلیفہ مروانی باوصف اون افعال و اعمال
کے جن سے کفر و زندقہ بھی خجالت کھائے۔ بذریعہ خلافت کیون مسلمان بنایا
گیا۔؟

اور یہ خلیفہ علوی جسکے قبائح بشرط تسلیم اون قبائح کے عشر عشیر بھی نہین
کیون باوصف خلافت دائرہ اسلام سے خارج کیا گیا؟

دیکھئے یہ خرابیان بھی اوسی خلط مبحث سے پیدا ہوئین جو ان محقق مورخون
نے اپنے فرض منصبی کے خلاف دوسرے قواعد کو درج تاریخ کیا۔ اگر یہ عنوان
نہوتا۔ تعصب کی گہری تاریکی انکو نہ گھیرے ہوتی۔ تو کسی قسم کی دقت نہ
پیش آتی۔ کیونکہ مورخ کا منصب واقعہ نگاری ہے نہ کہ جج بنکر تاریخی اجلاس
مین صحت و بطلان خلافت کی ڈگری دے یا ڈسمس فرمائے

ہمارا رونا مورخون کے نام پر ابتدا سے اسی پر زیادہ چلا آتا ہے کہ نہ یہ سچے
واقعہ نگار رہین۔ نہ ایماندار مورخ کوئی واقعہ انکا ایسا نہین ہے جسپر ہم آنکھ
بند کر کے ایمان لائین۔ اور اون فلسفیانہ خیال کو بالائے طاق رکھدین
جسکی ایجاد کا سہرہ علامہ ابن خلدون کے سر پر زمانہ کے ہاتھون بندھ چکا
اور وہ بتاکید تمام بتا چکے۔ کہ تم خدا کی دی ہوئی نعمت عقل کو رائگان نگردو
اور بے سمجھے بوجھے کسی بڑے آدمی کے کہے پر نہ چلے جاؤ۔ کہ ان ظاہری مقدس
صورت مین ہزار ورق ایسے بھی ہین ع

اے بسا ابلیس آدم روی ہست ॥ پس بہر دستے نباید داد دست

خلافت عبدالملک اور اول غدر فی الاسلام

مورخون نے اپنی بیش بہا تحقیقات سے جہان بہت سی باتون کو لکھا ہے جنمین صحت و غلطی دونون شامل ہے وہان اسکی بھی تحقیقات کی ہے کہ ہر امر کی اولیت یعنی ابتدا کو بھی دریافت کرین چنانچہ ۱۲ھ وہین ابو ہلال عسکری کی کتاب الاوائل نہایت درجہ مشہور ہے جسکا اصلی نسخہ تو شاید نایاب ہے مگر کم و بیش ہر مورخ نے اوس سے انتخاب ضرور کیا ہے اور بہت کچھ اوسپر اضافہ بھی کیا ہے۔

انہین اولیات سے ”غدر“ کی اولیت کا سہرہ خلیفہ عبدالملک کے سر باندھا گیا ہے کہ اسلام مین یہ پہلا خلیفہ ہے جسنے غدر کیا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہین۔ کہا عسکری نے کہ اول خلیفہ جسنے بخالت کی عبدالملک ہے جو بسبب اپنی بخالت کے رشح الحجارہ کے نام سے مشہور تہا۔ اور بہ سبب گندہ دہنی کے ابو الذباب کہلاتا۔ عبدالملک پہلا شخص ہے جسنے اسلام مین غدر کیا۔

اسکی روایت ابن کلبی سے یون آئی ہے کہ مروان ابن حکم نے عمرو بن سعید بن عاص کو ولیعہد کیا تھا ابن مضمون کہ عبدالملک کے بعد وہ خلیفہ ہو۔ لہذا عبدالملک نے اوسکو قتل کر ڈالا۔ اور یہ قتل کرنا اوسکا اسلام مین پہلا غدر قرار پایا چنانچہ بعض شعرا نے یہ اشعار کہے۔ ص ۱۴۱

یا قوم لا تغلبوا عن رائکم فلقد | جربتم الغدر من ابناء مروانا
امسوا وقد قتلوا عمرو وما رشدوا | یدعون غدرا بعهد الله کیسانا
ویقتلون الرجال البزل ضاحیة | لکی یولوا امور الناس ولدانا
تلاعبوا بکتاب الله فاتخذوا | هواهم فی معاصی الله قربانا

مروان نے چاہا کہ مکہ جا کر عبداللہ بن زبیر کی خلافت قبول کرے تو ابن زیاد کے بھکانے سے اپنی خلافت کے جمانے پر آمادہ ہوا مگر عمرو بن سعید الاشدق کو اپنی کامیابی مین حائل پایا۔ کیونکہ عمرو مذکور بنی امیہ مین نہایت درجہ عظمت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ اور باعتبار مال و دولت و ثروت و اقتدار کے بھی اپنے خاندان مین ممتاز تھا۔

مروان نے اسکو یہ فقرہ دیا کہ مین بڈھا ہون گور مین پیر لٹکائے بیٹھا ہون میری چندروزہ خلافت کو تم قبول کرو۔ مخالفت و نزاع کو موقوف رکھو کہ بعد میرے تم ہی مالک خلافت ہوگے۔

عمرو بن سعید نے ان فقرات مین ایسا دھوکھا کھایا کہ استحکام سلطنت مروان مین سب سے زیادہ کوشان ہوا یہانتک کہ ممالک شام پر مروان کا تسلط بیٹھ گیا اور عمرو دمشق کا حاکم مروان کیطرف سے بنایا گیا۔ یہانتک کہ مروان نے اپنا ولیعہد عبدالملک کو بنایا۔

اب یہان مورخون نے اختلاف کیا ہے کیونکہ روضۃ الصفا مین یہ مرقوم ہے کہ عمرو بن سعید کا خیال تھا کہ مروان اپنا ولیعہد بنائیگا جب یہ تمنا پوری ہوئی اور عبدالملک ولیعہد ہوا تو وہ مخالفت پر آمادہ ہوا۔

لیکن سیوطی لکھتے ہین عمرو بن سعید ولیعہد بنایا گیا مگر اس شرط پر کہ بعد عبدالملک خلیفہ ہو۔

غرض عمرو بن سعید کا بعد مروان خلیفہ نہونا اسکا باعث ہوا کہ عمرو بن سعید علانیہ مخالفت پر آمادہ ہوا و رسامان سلطنت کو درہم و برہم کرے۔ جب عبدالملک بغرض جنگ بصرہ و کوفہ روانہ ہوئے کہ پہلے مصعب ابن زبیر کا قصہ تمام کرین تب خود عبداللہ ابن زبیر کی صفائی کیجائے۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کو اپنا خلیفہ کیا کہ بہ نیابت میری مہمات سلطنت کو انجام دین۔

دوسرے مورخان کا بیان ہے ...

تھا تاکہ جنگ مصعب میں یہ بھی ساتھ رہے ۔ مگر اثنائے راہ سے عمرو بن سعید نے مراجعت کی اور دمشق کو پایہ تخت قرار دیکر اخذ بیعت میں مشغول ہوا کہ بجائے عبدالملک خود خلیفہ بنے ۔

تحقیق اولیت غدر

ہماری تقریر کو اس اصل واقعہ سے کوئی تعلق نہیں صرف دلچسپی ناظرین کیلئے مختصر طور پر اسکا تذکرہ کر دیا ۔ کیونکہ مجھے یہاں صرف اسقدر دکھانا منظور ہے کہ اس واقعہ کو جو "اول غدر فی الاسلام" قرار دیا ہے کہانتک صحیح ہے ۔

غدر کے معنی لغت میں ترک وفا یا نقض عہد کے ہیں ۔ کہ جس بات کا وعدہ کیا ہو یا عہد کیا ہو اوسکے خلاف کرنے والے کو غادر کہتے ہیں ۔ اور عرف عام میں زیادہ استعمال اسکا اوس حال پر ہوتا ہے کہ کسیکو امان دیکر مار ڈالے یا دھوکہ دیکر قتل کرے ۔

اب ہر معنی سے اگر دیکھئے تو اسلام میں عدہا غدر اسکے قبل ہو چکے ہیں پھر یہ معاملہ اول غدر کے لقب سے کیونکر ملقب ہو سکتا ہے ۔

مجھے اس واقعہ کے غدر ہونے سے انکار نہیں ہے جو یقینی غدر ہے مگر اولیت اسکی نہیں مانی جا سکتی جب صدہا تاریخی واقعہ اس قسم کے موجود ہوں جس سے اور لوگوں کا غدر کرنا ثابت ہے ۔

(۱) مثل اسکے کہ عثمان بن حنیف صحابی پر طلحہ و زبیر نے اندھیری رات کو حملہ کیا حالانکہ دنکو معاہدہ ہو چکا تھا فریقین ایک دوسرے کے متعرض نہوں ؟ باینہمہ طلحہ نے رات کے وقت چھاپہ مارا ۔

(۲) مثل اسکے کہ مالک اشتر کو زہر دلوا کر معویہ نے شہید کیا جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کیطرف سے حاکم مصر مقرر ہو کر روانہ ہوئے تو اپنے ایک دوست کے مہمان ہوئے جو معویہ سے ملگیا تھا اور شہد میں زہر ملا کر دیا ۔

(۳) مثل اسکے کہ امام حسن علیہ السلام زہر سے شہید کیے گئے حالانکہ حضرت کو اور

اسلئے سبعون کو معویہ کی طرف سے امان مل چکی تھی۔

(۴) حضرت مسلم بن عقیل کو اسیطرح ازراہ عذر و مکر کوفیان پر دغائے شہید کیا۔ واقعہ کربلا بھی یقیناً ازراہ عذر تھا مگر بس معمولی عذر سے اوسکو خارج کرتا ہون

(۵) مالک بن نویرہ کا قتل بزمانہ خلیفہ اول ازراہ عذر تھا۔ کیونکہ خالد بن ولید اونکو امان دے چکے تھے باایںہمہ وہ قتل کیئے گئے جسپر ہمیشہ خلیفہ دوم صاحب فرماتے یا خالد کو قتل کرو یا سنگسار کرو۔ یا معزول کرو جو بہت ہی خفیف سزا ہے مگر خلیفہ اول نے نہ مانا۔

اس قسم کے صدہا واقعات ہین جو یقینی عذر ہے۔ پھر ان عذرونکی موجودگی مین کیونکر اسکی اولیت کا بار عبدالملک کے سر ڈالا جاسکتا ہے جو محض اپنے پیشروون کا مقتدی اور مقلد تھا۔

اور اگر تاریخی دنیا سے دو تین منٹ کے لئے قدم باہر نکالئے۔ تو آپکو حدیث کی کتابون مین خصوصاً صحیح المسلم مین جو اصح الکتب بعد کتاب الباری کہی جاتی ہے۔ ایک بہت بڑی لمبی چوڑی حدیث مین یہ مضمون ملیگا " کہ خلیفہ دوم نے جناب امیر و حضرت عباس کو کہا کہ تم دونون ابوبکر کو کاذب۔ غادر۔ خائن۔ اثم سمجھتے تھے اور اسیطرح ہمکو سمجھتے ہو حالانکہ قسم بخدا نہ وہ ایسے تھے نہ ہم ایسے ہین "

یہ روایت صحیح بخاری مین بھی لیگئی ہے مگر اسطرح کہ ان الفاظ کو نکال کر اوسکی جگہ کذا و کذا لکھا۔ جسکا پتہ الفاظ مقابلہ سے بخوبی مل جاتا ہے۔

ہمکو نہ اس حدیث کی صحت سے مطلب ہے نہ خلیفہ دوم کے خیال کی صحت یا عدم صحت سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ تواریخ و احادیث سے بخوبی ثابت ہے کہ خلفا و امرائے ماسبق بھی ہزارون قسم کا عذر کر چکے ہین خواہ بذریعہ قتل ہو یا اسیری۔ یا بذریعہ دوسرے قسم کی بدعہدیون کے۔ پھر عبدالملک کیون اول عذر کرنیوالا اسلام مین قرار پاتا ہے ؟

اسی قسم کا معاملہ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ بھی کیا گیا ہے کہ علامہ سیوطی نے دو مقام

پر لکھا ہے سب سے پہلے جسکے پاس سر کاٹ کر کسیکا لایا گیا وہ عبداللہ بن زبیر ہے
واول من حملت الیہ الراس عبد اللّٰہ ابن الزبیر صفا۔
واخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عن الزہری قال لم یحمل الی رسول اللّٰہ صلعم راس الی المدینۃ قط ولا یوم بدر وحمل الی ابی بکر راس فکرہ ذلک واول من حملت الیہ الرؤس عبد اللّٰہ بن الزبیر
یعنی عبدالرزاق ناقل ہین کہ کبھی زمانہ رسول اللہ صلعم مین کسی کا سر کاٹ کر نہین لایا گیا یہانتک کہ روز بدر بھی کسی کا سر نہین آیا۔ ابوبکر کے زمانہ مین سر کاٹ کر لائے جس سے ابوبکر نے کراہت ظاہر کی۔ مگر پہلا وہ شخص جسکے پاس سر کاٹ کر لائے وہ عبداللہ بن زبیر ہے۔
اس روایت مین جب صاف موجود ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس سر کاٹ کر لایا گیا پھر اسکی اولیت عبداللہ بن کیطرف کیون منسوب کیجاتی ہے۔
اب اسکے بعد کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ مین اسکی ابتدا ہوئی گو آنکھو نا گوار گذری ہو معویہ وغیرہ کے زمانون کا تذکرہ فضول ہے کہ بہت سے سر کاٹے گئے اور محمول ہوئے۔
اسی طرح حضرت مسلم بن عقیل اور اونکے فرزندونکا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجا گیا۔ بلکہ خود جناب امام حسین علیہ السلام کا فرق منور کوفہ وشام مین نیزہ پر بلند کرکے یزید وابن زیاد کے پاس بھیجا گیا جس سے تمام عالم کو خبر ہے پھر اسکی اولیت بہ نسبت عبداللہ بن زبیر کیونکر قبول کیجاسکتی ہے۔
ان واقعات سے آپ اچھی طرح نتیجہ نکال سکتے ہین کہ ان مورخون نے جو اولیت قائم کی ہے اور ایک ایک امر کے لئے کسی خاص شخص کو منتخب کیا ہے۔
اونکی اصلی غرض صرف اسیقدر ہے کہ آنیوالی دنیا کو مشتبہ کردین تا کہ ان

کیونکہ عام قاعدہ ہے جو شخص کسی حیثیت سے معزز و موقر سمجھا جاتا ہے بادی النظر مین اوسکی وہ راسخ عزت مانع ہوتی ہے کسی امر قبیح کی نسبت سے چہ جائیکہ بڑے بڑے علما کملا ثقہ لوگ اوسکی حمایت وطرفداری پر بھی آمادہ ہوجائین اور ان قبائح کی ایجاد وابتدا کا طرہ دوسرے سر باندھین تو اور بھی اصلی اشخاص کی براءت ہوگی۔

اگرچہ "اولیات" کی بحث نہایت تفصیل طلب ہے جو کسی موقع پر کیجائیگی مگر اسی ایک جزئی واقعہ سے آپ اس ضروری نتیجہ پر پہنچ گئے ہونگے کہ ان مورخون نے کبھی ایمانداری و دیانت سے نہین کام لیا ہے۔ بلکہ تعصب حمیت طرفداری کی غرض سے بہت کچھ اخفائے واردات کیا ہے اور اوسکے ساتھہ یہ بھی افترا کیا کہ دوسرے اشخاص کو نامزد کردیا۔ تاکہ اصلی لوگونپر پردہ پڑجائے اور نقلی لوگ اسمین گرفتار نظر آئین۔ کیونکہ اصلیت کسی بات کی اگر غلط طور پر بھی معلوم ہوجاتی ہے تو تسکین ہوجاتی ہے۔ اور کسی قسم کی اولجھن نہین رہتی۔ یہی سبب ہے کہ آجتک تاریخی واقعات کے ہزارون جزئیات ایسے مشہور ومعروف وزبان زد خواص وعوام چلے آتے ہین کہ کسیکو اسپر خیال بھی نہین ہوتا حالانکہ اوسی زمانہ کا یہ بھی مقولہ چلا آتا ہے۔ رب مشہور لا اصل لہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ بہت سی مشہور باتین بے اصل بھی ہوتی ہین۔

یہ سنکے آپکو اور بھی حیرت ہوگی کہ جن علامہ سیوطی نے حمل روس کے بارہ مین اولیت کا سہرہ ابن الزبیر کے سر باندھا ہے حالانکہ سرونکے کٹ کر حضرت ابوبکر کے پاس آنے کے خود ہی ناقل ہین۔ وہی سیوطی اپنی کتاب حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر وقاہرہ مین لکھتے ہین۔ عمرو ابن الحمق بن کاہل بن حبیب الخزاعی قال البخاری حدیثہ فی المصریین وقال ابن الربیع دخل مصر فی خلافۃ عثمان [illegible]

قال فی التہذیب بایع فی حجۃ الوداع واصحب بعد ذلک و
قتل بالحرۃ وقال ابن سعد کان فیمن سار الی عثمان واعان علی
قتلہ ثم قتلہ عبد الرحمن بن ام الحکم وعن الشعبی قال اول
راس حمل فی الاسلام راس عمرو بن الحمق وقال ابن کثیر
اسلم قبل الفتح وہاجر وکان من جملۃ من اعان حجر بن عدی
فتطلبہ زیاد فہرب الی الموصل فبعث معویۃ الی نائبہ فوجدہ قد
اختفی فی غار فنہشتہ حیۃ فمات فقطع راسہ وبعث بہ الی معاویہ
فطیف بہ فی الشام وغیرہا وکان اول راس طیف بہ قال
وورد فی حدیث ان رسول اللہ ﷺ دعی ان یمتعہ اللہ
بشبابہ فبقی ثمانین سنۃ لایری فی لحیتہ شعرۃ بیضاء مآلہ

دیکھئے یہ ایک واقعہ ہے جسمین کسقدر اختلافات ہین (۱) یہ کہ عمرو بن الحمق صحابی
کی شہادت کا واقعہ حسین ہے جو زمانہ یزید بن معاویہ واقع ہوا (۲) یہ کہ
معاونین قتل عثمان مین یہ بھی تھے۔ لہذا بحکم معاویہ قتل ہوئے اور انکا سر
نیزہ پر بلند کیا گیا (۳) یہ کہ چونکہ اونہون نے حجر بن عدی کی اعانت کی تھی۔
لہذا ابن زیاد نے انکی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ اس خوف سے یہ ایک
غار مین پوشیدہ ہوئے سانپ نے کاٹا۔ وقت تلاش مردہ پائے گئے پھر سر
اونکا کاٹ لیا گیا اور نیزہ پر رکھ کر تمام ملک شام وغیرہ مین اوسکی تشہیر کی گئی
یہ پہلا سر ہے اسلام مین جو اسطرح تشہیر کیا گیا۔

پس ان مورخون کے کسی بیان پر کیونکر ایمان لاسکتے ہین یہان سے بھی اچھی طرح
اوس بیان کی تصدیق ہوئی جو سابقاً مذکور ہوا کہ بغرض اخفاے واردات
اصلی واقعات چھپائے جاتے ہین کہان تو سب سے پہلے اس بدعت کے موجد
خلیفہ اول ہوئے پھر اوسکے تمام کرنیوالے حضرت معویہ مگر ان مورخون نے

اعلی درجہ کے صحابی رسولؐ جو قبل فتح مکہ اسلام لائے اور ہجرت کرکے خدمت
رسول مین حاضر رہے اپنا وطن ملک خدمت اسلام کیلئے ترک کیا اور حجۃ
الوداع مین شریک رہے بلکہ بیعت رسول سے فائز ہوئے مگر اس جرم پر کہ
وہ شیعہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے تھے ان آفات ومصائب
مین مبتلا ہوئے جس سے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اصل شئی نہ اسلام ہے نہ
صحابیت رسول مقبول بلکہ جو کچھ ہے وہ اتباع شیخین ہے اور اونکی
موافقت وہمراہی کہ فاسق بلکہ کافر بھی اس دولت متابعت شیخین کی بدولت صحابی
بنجاتا ہے بلکہ خود رسول مقبول سے وہ افضل واشرف قرار پاتا ہے اور اگر یہ صفت
یعنی متابعت شیخین نہین ہے تو اوسکی کچھہ حقیقت نہین چنانچہ اس عبارت سے
بخوبی اسکی تصدیق ہو سکتی ہے کہ علامہ شیخ عبد الحق دہلوی اپنی کتاب اسماء الرجال
مشکوۃ مین تحریر فرماتے ہین عمرو بن الحمق بفتح الحاء المہملۃ وکسر المیم
الخزاعی صحابی سکن الکوفۃ ثم انتقل بمصر وبایع النبیؐ فی حجۃ الوداع
روی عنہ جبیر بن نضیر ورفاعۃ بن شداد وجماعۃ وکان ممن سار
بعثمان وھو احد الاربعۃ الذین دخلوا علیہ الدار فیما ذکروا ثم
صار من شیعۃ علیؑ وشہد معہ مشاہدہ کلہا بالجمل والنہروان
والصفین قتل بالموصل سنۃ احدی وخمسین وھو ابن ثمانین
سنۃ روی عن النبیؐ وروی لہ النسائی وابن ماجہ حدیثا
واحدا وذکر المولف حدیثہ عن شرح السنۃ قال سقیت رسول اللہ
لبنا فقال اللہم متعہ لشبابہ فمرت علیہ ثمانون فلم یر لہ شعرۃ
بیضاء رواہ البغوی وابن عساکر فی تاریخہ وھو ممن شہد مع
علی من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر السیوطی
فی جمع الجوامع عن ابن عساکر فی تاریخہ انہ لما قتل عثمان وبایع

وسلم انه قال يا عمرو الا اریك آية الجنة قال نعم يا رسول الله

فمرّ علیؓ فقال هذا وقومه آية الجنة فكان معه حتى اصيب

ثم ان معاوية طلب عمرو بن الحمق ليقتله فهرب منه نحو الجزيرة

ومعه رجل من اصحاب علی يقال له زاهر فلما نزل الوادي نهشت

عمرو احيه عن جوف الليل فاصبح منتفخا فقال لزاهر تنح فان خليلي

رسول الله صلی الله عليه وسلم قد بشرنی انه سيشترك في دمي

الانس والجن ولا بد لی من ان اقتل فقد اصابتني بليه الجن

بهذ الوادی فبینا هما علی ذلك اذ رايا نواصی الخيل في طلبه

فامر زاهر استغيب قال فاذا قتلت فانهم باحذون راسی فارجع

الی جسدی فادفنه فقال له زاهر بل انثر نبلی ثم ارميهم حتى اذا

فنيت نبلی قتلت معك قال لا ولكن ساروك منی ما نفعك

الله منی فاسمع آية الجنة محمد رسول الله صلی الله عليه وسلم

وعلامتهو علی بن ابیطالب وادی زاهر فاقبل القوم فنظروا الی عمرو

فنزل اليه رجل منهم ادم فقطع راسه وكان اول راس في

الاسلام نصب فی الناس وحمل من بلد الی بلد وخرج زاهر اليه

فدفنه صفحه ۱۲۰

یعنی عمرو بن حمق خزاعی صحابی رسول اللہ ہین جنہون نے کوفہ مین سکونت کی پھر

مصر چلے گئے۔ انہون نے رسول اللہ کی بیعت کی تھی حجۃ الوداع مین جبیر بن

نضر اور رفاعہ بن شداد وغیرہ نے انسے روایت کی یہ بھی اون لوگون سے

ہین جنہون نے عثمان پر لوگون کو برانگیختہ کیا۔ اور یہ بھی اون چار آدمیون

مین داخل تھے جو عثمان کے گھر مین گھسے تھے جیسا کہ لوگون نے ذکر کیا ہے

اسکے بعد وہ شیعہ علیؑ سے ہوئے اور کل مشاہد مین حضرت کے شریک

... نہروان ۔

سنہ ۵۱ھ مین بمقام موصل قتل کیے گئے اوسوقت اونکا سن اسّی برس کا تہا۔ انکی روایت حدیث سنن نسائی وابن ماجہ مین موجود ہے اور مولف مشکوٰۃ نے بھی شرح السنۃ سے ایک روایت انکی نقل کی ہے۔ کہا کہ ایکدفعہ دودھ پلایا مینے رسول اللہ کو تو آپنے دعا دی۔ خدایا اسکو متمتع کر شباب سے جس سے انکی اسّی برس کی عمر مین ایک بال بہی سفید نہوا۔ جیسا کہ بغوی نے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین لکہا ہے۔ یہ اون صحابیون سے ہین جنہون نے منجملہ دیگر صحابہ حضرت علیؑ کی موافقت کی۔ اور سیوطی نے جمع الجوامع مین لکہا ہے کہ جب عثمان قتل ہو چکے اور لوگون نے جناب امیر المومنینؑ کی بیعت کی تو عمرو بن حمق نے ملازمت حضرت کی اختیار کی۔ کیونکہ انسے رسول اللہ نے فرمایا تہا کہو تو تمکو ہم جنت کی نشانی دکہاوین۔ عمر نے عرض کیا ہان یا رسول اللہ تو آپنے فرمایا اشارہ کرکے طرف حضرت علیؑ کے کہ یہ اور اون کی قوم نشان جنت ہین۔ اسیوجہ سے عمر بن حمق ہمیشہ انکی صحبت مین رہے یہانتک کہ جناب امیرؑ شہید ہوئے۔ تو معویہ نے اسکی کوشش کی کہ کسی طرح انکو قتل کرین۔ لہذا یہ بہاگ کر جزیرہ مین چلے گئے۔ وہان ایک اور شخص انکے ساتہہ تہا جو اصحاب علیؑ سے تہا اور اوسکا نام زاہر تہا۔ جب یہ لوگ بہاگ کر وادی جزیرہ مین داخل ہوئے۔ تو عمر کو ایک سانپ نے بوقت شب ڈسا اس سے صبح کو ان کا بدن پہول گیا۔ تب انہون نے زاہر سے کہا تم ہمارے پاس سے چلے جاؤ کہ ہمارے حبیب رسول اللہ نے خبر دی ہے ہمکو کہ ہمارے خون مین جن وانس دونون شریک ہونگے۔ تو اب ضرور ہے کہ ہم قتل کیے جاوین کیونکہ جن کی بلا تو آچکی۔ یہی بات چیت ہو رہی تھی کہ دور سے کچھ سوار نظر آئے جو عمر کی گرفتاری کو آرہے تھے لہذا زاہر سے کہا کہ تم جلد کہین پوشیدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ جب ہم قتل کیے جاوینگے تو یہ لوگ ہمارا سر لیکر چلے جاوینگے۔ تم اوسکے بعد ہمکو دفن کر دینا۔ اسپر زاہر نے کہا کہ ہم تیر کا نشانہ نہ بناوینگے جبتک ...

بھی تمھارے ساتھ قتل کیے جائیں۔ عمرو بن حمق نے کہا کہ نہیں بلکہ زیاد آنحضرت نے مجھے
یہ لو جس سے تمکو نفع ہوگا وہ یہ ہے کہ سمجھ رکھو آیہ (انگشتان) جنت رسول اللہ
ہین اور علامت اون سب کی علی بن ابیطالب
یہ کلام سنکر زاہد پوشیدہ ہوئے۔ اور معویہ کے سوار نے اور عمرو بن حمق کو شہید کیا
اور سر اون کا کاٹ کر نیزہ پر نصب کیا یہ پہلا سر ہے مسلمانون کا جو نیزون پر بلند
کیا گیا اور شہر بشہر پھرایا گیا۔ اسکے بعد زاہد باہر نکل آیا اور اسنے اس صحابی
رسول کو دفن کیا اس روایت مین بہت سے امور غور طلب ہین۔
پہلے یہ کہ عمرو بن الحمق صحابی جو مہاجرین سے ہین وہ قتل عثمان مین شریک ہین
نہین شریک ہی نہین ہین بلکہ یہ اون چار اشخاص مین داخل ہین جو حضرت
عثمان کے مکان کے اندر گھسے بہ ارادہ قتل گو قاتل کوئی اور ہو جس سے
معلوم ہوا کہ قتل عثمان کیسا امر تھا جسمین جمہور صحابہ شریک ہین اور یہ اجماع صحابہ
یہ امر واقع ہو رہا ہے۔ تو اب کون خیال کرسکتا ہے کہ یہ فعل اونکا ناجائز ہو
کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے تو خلافت ناجائز ٹھہرتی ہے جو محض صحابہ کے اتفاق بلکہ
دو آدمیون کی راے سے قائم ہوئی۔ تو ضرور ہوا کہ یہ بھی اوسیطرح مان لیا جائے
کہ جسطرح وہ خلافت قائم ہوئی اوسیطرح خلیفۂ ثالث کا قتل۔ بلکہ عمر بن الحمق
کے مابعد والے حالات صاف بتا رہے ہین کہ اس امر کا حکم یا اجازت انکو خود
رسول اللہ سے حاصل ہو۔ کیونکہ جب حضرت نے انگولستان جنت بتادیا اور یہ
بھی بتایا کہ تم یون شہید ہوگے۔ تمہارا سر کاٹ کر لوگ لیجائینگے تو عقل کہتی
ہے کہ حضرت نے اسکو بھی ضرور بتایا ہوگا کہ تم یون عثمان قتل کرنا یا اوسمین شریک
رہنا۔
رہا یہ شبہہ کہ شاید حضرت نے قتل عثمان سے منع کیا ہو اور انہون نے
بمخالفت حکم رسول اسپر اقدام کیا اس درجہ سے لغو ہے کہ کسی دیندار صحابی

انکا اسلام وایمان الیسا قوی ہے کہ حضرت نے انکے حق مین دعائے خیر فرمائی اور آپ جنت دکھا دیا اور انکی روایت حدیث سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ مین لی گئی جو صحاح ستہ مین داخل ہے جسپر تمامی اہل سنۃ کے دین و ایمان کا دار و مدار ہے لہذا ضرور اسکا اقرار کرنا ہوگا کہ یہ صحابی جلیل القدر بحکم صریح رسول مقبول شریک قتل عثمان ہوا اور جو کیا وہ فعل جائز کیا نہ ناجائز۔

دوسرے یہ کہ اسکے بعد عمر بن الحمق کا مخصوصین جناب امیر المومنین مین داخل ہونا بجائے خود کافی ثبوت ہے اسکے لئے کہ یہ فعل انکا جائز اور صحیح تہا ورنہ اسکا اقرار کرنا ہوگا کہ معاذ اللہ جناب امیرؑ یا خلیفہ ناجائز تھے یا مخالفت رسول سے راضی تھے جسکا کوئی مسلمان قائل نہین ہو سکتا۔ کیونکہ جب آپ جنت جناب امیرؑ ہین اور حصول جنت اسپر موقوف ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی فعل آپکا ناجائز ہو یا امر ناجائز آپ سے راضی و خوش ہون۔

تیسرے یہ کہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ رسول اللہ بھی شیعہ تھے تو اب شیعہ کو لقب حادث اور رجدید کہنا کسدر رجہ لغو ٹھہرا چہ جائیکہ اوسکو عبداللہ بن سبا کا ایجادی مذہب قرار دین جیسا کہ بعض دیوانون کا خیال ہی۔

چوتھا امر یہ غور طلب ہے کہ رسول اللہؐ نے عمر بن الحمق کو بتایا کہ نشان جنت علی بن ابی طالبؑ ہین کیونکہ یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے آیا رسول اللہ نے صرف انہین کو یہ بتایا یا کل صحابہ کو اگر یہ کہین کہ یہ مخصوص تعلیم انہین کو تھی تو حیف ہے کہ رسول اللہ تبلیغ احکام شریعت مین یہ بخل فرمائین کہ ایک آدمی کو تو راہ ہدایت بتائین اور سبکو گمراہی مین رہنے دین۔ اوسیطرح یہ بھی محال ہے کہ حضرت سبکو تو ہدایت کرین اور ایک شخص کو ایسا گمراہ کرین کہ معاذ اللہ اوسکا کہین ٹھکانا نہ رہے۔ لہذا ضرور اسکا اقرار کرنا پڑیگا کہ حضرت نے سبکو امر حق کی تعلیم دی اور راہ ہدایت بتایا جسے بعض نے قبول کیا جو پیرو جناب امیرؑ ہوئے (شیعہ) اور بعض نے

مضمون کی فریقین کے یہان موجود ہین جسکے اثبات کی یہان کوئی ضرورت نہین -

پانچوین یہ کہ سواران معویہ نے ایک صحابی رسول کو قتل کیا اور اوسکا سر نیزہ پر رکھ کرلے گئے اور جثہ اوسکا بلا دفن وکفن چھوڑ دیا کہ آخر ایک شیعہ علی ظاہر ہوا جسکا نام زاہر تہا اور اوسنے اس صحابی کو دفن کیا جس سے معلوم ہوا کہ معویہ اور اوسکے ہمراہی کیسے مسلمان تھے جو اسکے بھی روادار نہوئے کہ صحابی رسول کو دفن کرین حالانکہ یہ سب سنی تھے صحابہ پرست -

اب یہان اون حالات دفن پر غور کرنا چاہیے جسکا خوف حضرت عبد المطلب کو تھا کہ قریش ہمکو بلا دفن وکفن چھوڑ دینگے جسکے لئے خود گڑہا کھودنا شروع کیا -

پھر حال دفن رسول اللہ پر خیال کرنا چاہیئے کہ کل صحابہ نے حضرت کی نعش کو بلا غسل وکفن چھوڑ دیا اور انتظام خلافت مین مشغول ہوئے یہانتک کہ جب حضرت ابوبکر بنا چکے تب اسکا خیال آیا - اسیطرح بضعہ رسول کے دفن وکفن مین خلفائے ثلثہ سے کوئی نہ شریک ہوا ان سب پر طرہ یہ کہ جنازہ امام حسن کے دفن سے خود حضرت عائشہ اور اونکے ساتھ مروان مانع ہوئی بلکہ جنازہ پر تیر چلایا جو بالکل جدید ظلم ہے یہانتک کہ ان سب مظالم کا خاتمہ جناب امام حسین پر ہوا کہ صحابہ کی اولاد حضرت کے قتل مین تو شریک ہوئے مگر دفن کا کسیکو خیال نہ آیا کہ آخر فرزند رسول ہے -

چھٹے یہ کہ اسکی تصریح کی یہ پہلا سر ہے عمر بن الحمق کا جو اسلام مین نیزہ پر بلند کیا گیا - اس تصریح کے بعد پھر اسکا دعوی کرنا کہ سب سے پہلے ابن الزبیر کے زمانہ خلافت مین نیزونپر سر رکھے گئے - کسقدر خلاف واقع ہے اور کوئی
[illegible] اسلئے کہ معویہ کے اس فعل پر

پردہ داری کی ہے اور آئندہ کو شبہہ نہ رہے کہ ایسے فعل قبیح کے بادی اول عبداللہ بن زبیر ہین حالانکہ ہم بتلا آئے ہین کہ اس ابتدا کا سہرہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر کے سر بندھتا ہے جنکے زمانہ خلافت مین دشمنون کے سر کٹ کر آئے مگر اونکو مکروہ معلوم ہوا۔

اب سنئے کہ علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل مین لکھتے ہین وامر بن زیاد براس الحسینؑ فطیف به فی الکوفة وکان راسه اول راس حمل فی الاسلام علی خشبة فی قول والصحیح ان اول راس حمل فی الاسلام راس عمرو بن الحمق ثم ارسل ابن زیاد راس الحسینؑ ورؤس اصحابه مع زحر بن قیس الی الشام الی یزید صفحہ ۳۴ جلد ۴

اس روایت مین بے ایمان مورخون نے اور بھی معویہ کی پردہ داری کی ہے۔ کہ اسکا دعوی کیا سب سے پہلا سر جو اسلام مین نیزہ پر بلند کیا گیا وہ سر امام حسینؑ کا ہے کہ ابن زیاد نے تشہیر کا حکم دیا۔ علامہ مذکور لکھتے ہین مگر قول صحیح یہی ہے کہ اسلام مین سب سے پہلا سر جو نیزہ پر بلند ہوا وہ عمر بن الحمق کا سر تہا۔

اس عبارت سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ ان مورخون نے چاہا کہ معویہ کو بھی اس الزام سے بچائین اور اوسکے فرزند رشید یزید پلید کو بھی کہ ابن زیادہ کے سر اس الزام کو ڈالین مگر چونکہ یہ امر سراسر خلاف واقع تہا اسلئے اقرار کرنا پڑا کہ قول صحیح یہی ہے کہ وہ پہلا سر عمر بن الحمق کا تہا۔

اس تحریر سے جہان مورخون کی بے ایمانی معلوم ہوئی وہان یہ بھی اچھی طرح معلوم ہوا کہ محدثین بھی کسی طرح اس ملک کذب و افترا مین اونسے کم حصہ دار نہین ہین۔ کیونکہ علامہ سیوطی کا قصہ فن حدیث و فن تاریخ مساوی

ہے اسیروہ اسطرح مہافت کلام لکھتے ہین کہ تاریخ الخلفا مین تو اس اولیت
کا سہرہ عبد اللہ بن الزبیر کے سر باندھا اور حسن المحاضرۃ مین معویہ کو اسکا مجرم
قرار دیا حالانکہ خود لکھتے ہین سب سے پہلے اس جرم کی نسبت خلیفہ اول کیطرف ہے۔

اسی قاعدہ کلیہ مین اسکو بھی داخل سمجھنا چاہیے جو عبد الملک کو اسلام کا
پہلا غدر کرنے والا بنایا ہے ورنہ یہ پہلا شخص نہین ہے بہت سے غدر کرنے والے
اسی اسلام مین قبل عبد الملک گذر چکے ہین جنکے اخفاے جرم کے لیے یہ نسبت
عبد الملک کی طرف کی گئی۔

ہان اولیت کے معنی اگر یہ لیے جائین کہ باجود ہا مین یہ پہلا غدر ہے تو قبول
کرلیا جاسکتا ہے کیونکہ انکے اسلاف کے غدر و نقض عہد ان لوگون سے متعلق
تھے جو فریق مخالف کہلاتے جنکے ساتھ کسی قسم کا ظلم و ستم کرنا عین الصواب
تھا جو پولیٹکل دنیا مین ایک ضروری چیز ہے۔ یہی سبب ہے کہ مالک اشتر کو یا
جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوانا غدر مین نہین شمار کیا گیا۔ بخلاف
قتل عمر بن سعید اشدق کے جو عبد الملک کا چچازاد بھائی تھا اور ویسا ہی
مستحق خلافت غدر بنا دیا گیا۔ اور اس قسم کا غدر کرنے والا پہلا ’’غادر‘‘
ورنہ صحیح مسلم کی روایات سے یہ لقب عالی دوسرے شخص کو مدت ہوئی مل
چکا ہے۔ اور صدہا روایتون کے ذریعہ سے رسول اللہ اسکی خبر دے چکے ہین
کہ حضرت کے اصحاب اولاد رسول سے خصوصاً جناب علی مرتضی سے غدر کرینگے
پس اگر یہ قول قبول کیا جاے ’’کہ اول غدر کرنے والا اسلام مین عبد الملک
ہے‘‘ تو لازم آتا ہے رسول اللہ کی یہہ خبرین غلط ہون اور راویونکی تکذیب
کرین جسکی جرأت شاید کسی مسلمان کو نہو گی۔

لہ حضرت عمر نے جناب امیر اور حضرت عباس سے کہا کہ تم لوگ ابو بکر کو غادر خائن آثم سمجھتے
تھے اور ہمکو بھی ویسا ہی سمجھتے ہو۔ یہ کلام حضرت عمر کا معاملہ فدک کے متعلق ہے جو

یہان مجھے ایک اور واقعہ یاد پڑا جسکو حضرت عبد اللہ عمر نے غدر فرمایا ہے اور اوسکی دلیل حدیث سے دی ہے جو بہ اعتبار زمانہ کے عبد الملک کے غدر سے مقدم ہے۔ پھر اوسکو چھوڑ کر یہ پہلا غدر کیونکر قرار پا سکتا ہے۔ صحیح بخاری مین ہی

لما خلع اهل المدينة يزيد بن معوية جمع ابن عمر حشمه وولده فقال انی سمعت النبیؐ یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیمة وانا قد بایعنا هذا الرجل علی بیعة الله ورسوله وانی لا اعلم احدا منکم خلعه وقد بایعه فی هذا الامر الا کانت الفصل بینی وبینه۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر۔ اس فعل کو عبد اللہ بن حنظلہ الملائکہ کے غدر قرار دیتے ہین جو اونہون نے خلع یزید چاہا تھا کہ خلافت سے اوسکو معزول کرین۔ تو عبد اللہ بن عمر کو یہ غصہ آیا اور اوسکو غادر بنایا اسپر بھی نہ اکتفا کی اپنی اولاد حشم وخدم کو جمع کر کے آمادہ کار زار و نبرد و پیکار ہی۔

بہرحال اولیت غدر عبد الملک کا دعوی غلط ہوا اور اچھی طرح ثابت ہوا کہ اسکے قبل بھی بہت سے غدر فی الاسلام ہوئے ہین چونکہ یہہ قصہ جو واقعہ حرا سے متعلق ہے بتفصیل خلافت یزیدی مین مذکور ہوگا لہذا اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

افسوس ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے اہل مدینہ کے اس فعل کو کہ اونہون نے خلع یزید کرنا چاہا لفظ غدر سے یاد کیا اور جن لوگون نے کہ بیعت جناب امیرؑ سے عہد شکنی کی اون کو یہ خطاب نہ دیا۔ حالانکہ خود حضرت عمر بروز خم غدیر کہہ چکے تھے بخ بخ لک یا ابن ابی طالب قد اصبحت مولائی ومولی کل مومن ومومنة اسپر لطف یہ ہے کہ جب عمر کی رحلت کا وقت قریب پہونچا ہے تو انہین عبد اللہ بن عمر نے نہایت درجہ باپ سے اصرار کیا کہ جب آپ حضرت علیؑ کو ایسا سمجھتے ہین کہ اگر وہ خلیفہ ہون تو سب کو راہ ہدایت پر لے چلین (جیسا کہ عمر نے کہا تھا) تو پھر اونہین کو خلیفہ بنائیے۔ جسکا جواب نہ معلوم پوشیدہ طور پر کیا دیا کہ اب ابن عمر ایسا بگڑ گئے ہین کہ سارے مہاجرین و انصار کی بیعت پر بھی یہ راضی نہین

ہوتے کہ خلافت جناب امیر کو قبول کریں اور نہ تو بلکہ یزید سے ایسی محبت اور عقیدت تھی کہ خلع خلافت پر آمادہ کارزار ہوں۔

یہان وہی قول حجاج یاد پڑتا ہے جو اوسنے انہیں عبداللہ بن عمر کے بیعت کی نسبت کہا تھا کہ حضرت علیؑ کی تو بیعت نہ کی اور عبدالملک کی بیعت کرنے آئے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کرو۔

اوس غدر کی نسبت عبدالملک کی طرف جہان اس بنیاد پر ہے کہ دونون شخصون کی نسبت استحقاق خلافت مین مساوی تھی۔ وہان اسکی شہرت کا ایک دوسرا سبب بھی ہے۔ جسنے بنی ہاشم کے ایک معزز رکن کو کید و مکر عبدالملک سے محفوظ رکھا۔ اور آیا ہوا شکار اسکے جال سے نکل گیا۔ کیونکہ جب حضرت محمدؐ بن حنفیہ کو عبداللہ بن زبیر نے بوجہ نہ قبول بیعت کے ایک مکان مین قید کیا جو چاہ زمزم کے قریب تھا اور غروب آفتاب کا انتظار ہو رہا تھا کہ کسی طرح آفتاب غروب ہو اور اون لکڑیون مین آگ لگادی جائے جو محمدؐ بن حنفیہ کے جلانے کے لئے جمع کی گئی ہین۔ جسپر مختار نے چار ہزار کا لشکر کوفہ سے بھیجکر رہائی دلوائی اور ابن الزبیر منہ تاکتا رہگیا۔ تو اسی عبدالملک نے اونکو خط لکھا کہ آپ ملک شام مین چلے آیئے چنانچہ محمد حنفیہ نے وہان کے سفر کا ارادہ مصمم کرلیا۔ اور روانہ ہوگئے۔ اثنائے راہ مین جب یہ خبر سنی کہ عبدالملک نے اپنے چچازاد بھائی عمر بن سعید اشدق کے ساتھ غدر کیا اور بمکر وحیلہ اوسکو قتل کیا۔ تو حضرت محمد بن حنفیہ راہ سے واپس آئے اور طائف مین سکونت اختیار کی۔

یہی سبب ہوا کہ یہ غدر اوسکا زیادہ مشہور ہوا اور اسی غصہ نے کہ فرزند جناب امیرؑ کیون اسکے ہاتھون سے نکل گئے۔ مورخون سے یہ لکھوایا کہ یہ پہلا غدر کرنے والا ہے ورنہ کوئی پیش رو اسکا اس کرشمہ غدر سے خالی نظر نہین آتا۔

حملہ بر خانہ کعبہ

یہ واقعہ جو غدر کا واقع ہوا اسکی ابتدا یون ہوئی تھی کہ عبدالملک نے جب زمام خلافت اپنے ہاتھون لی۔ تو سب سے مقدم اسکو سمجھا کہ عبداللہ بن زبیر کا قلع قمع کرنا چاہیے۔ جو یزید کے ابتداے خلافت سے اپنی خلافت کا رنگ خانہ کعبہ مین جمائے تھا اور واقعہ کربلا کے بعد سے جو عام نفرت یزید سے پیدا ہوئی۔ تو ابن الزبیر کی خلافت نے اور بھی قوت پکڑی۔ **عبداللہ بن حنظلہ** نے مدینہ منورہ مین علم مخالفت بلند کیا۔ اور یزید کے خلع خلافت کا اعلان دیا۔ جبیر **عبداللہ بن عمر** سے حلیم اور بظاہر تارک الدنیا کو یہ غصہ آیا کہ غدر کا الزام دیا اور حدیث رسول امثل کی انہین دونون جدید خلافتون کی بیخکنی کے لئے یزید نے مسلم بن عقبہ کو سپہ سالار بنا کر ایک بڑے لشکر کے ساتھہ مدینہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ اوس سے فراغت پانے کے بعد مکہ پر چڑہائی کرنا۔

واقعہ حرا مدینہ کے اسی واقعہ کا نام ہے جو خلافت یزیدی مین مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی۔ اب یہ لشکر مکہ پہونچا تو خود یہی عبدالملک جو ابہی تک نہ خود خلیفہ ہے نہ خلیفہ زادہ بلکہ بنی امیہ کا ایک معمولی شخص ہے لشکر شام کے اون لوگون کو نصیحت کرتا ہے جو مکہ پر چڑہائی کرنے آئے ہین اور طواف خانہ کعبہ بجا لا رہے ہین۔ "کہ تم لوگ کس سے لڑنے آئے ہو کیا نہین جانتے یہ عبداللہ بن زبیر حواری رسول اللہ کا ہے مگر جب خود مالک خلافت ہوا ان نصیحتون کو بھول گیا اور سب پر اسکو مقدم سمجھا کہ خانہ کعبہ ویران کیا جائے اور ابن الزبیر قتل ہو۔

اس ارادہ کی تکمیل مین مصعب ابن الزبیر حائل تھا جو ایک مرد شجاع تھا اور کوفہ کا گورنر تھا منجانب اپنے بہائی عبداللہ بن الزبیر کے ...

تو قتل کا ارادہ ختم کیا۔

عبدالملک نے جو پہلی تقریر کی تھی دربارہ قتل عبداللہ بن الزبیر اوسکو
علامہ سیوطی اسطرح پر لکھتے ہین کہ یحیی غسانی ناقل ہے کہ جب مسلم بن عقبہ سپہ
سالار یزید عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے وارد مدینہ ہوا تو بغرض زیارت نبی
داخل مسجد رسولؐ ہوا عبدالملک نے پوچھا کیا تو بھی اسی لشکر سے ہے
جو بغرض جنگ ابن الزبیر آیا ہے مینے کہا ہان۔ تو عبدالملک نے کہا مان
تیری سوگ نشین ہوجاتا ہے کس سے لڑنے آیا ہے؟ یہ ابن الزبیر پہلا مولود
ہے جو اسلام مین پیدا ہوا اور یہ حواری رسول کا فرزند ہے اور اسکی
مان ذات النطاقین ہے اگر دن کو ملاقات کریگا تو اوسکو روزہ دار پائیگا
اور اگر رات کو اوس سے ملے تو وہ عابد شب زندہ دار ہے اگر تمامی
اہل زمین اُسکے قتل پر اجماع کرین تو خداوند عالم سبکو داخل جہنم کریگا۔
یہ تقریر تو زمانہ خلافت یزید تھی اور جب خود خلیفہ ہوا تو خود عبدالملک
نے ہم لوگون کو حجاج کے ساتھ عبداللہ بن الزبیر سے لڑنے کو بھیجا یہانتک
اوسکو قتل کیا۔

دوسری حکایت اسکی یون لکھی ہے کہ یوسف نامے ایک یہودی تھا جو
مسلمان ہوا اوسنے کتب قدیمہ کا علم حاصل کیا تھا جب اوسکا گذر مروان کے
گھر پر ہوا تو یوسف نے کہا وائے ہے امت محمدیہ پر اس گھر والون سے اس
یوسف سے اور عبدالملک سے گہری دوستی تھی ایک روز اوسنے
عبدالملک کے شانہ پر ہاتھ مارا اور کہا خدا سے ڈر دربارہ امت محمدؐیہ
جب تو انکا مالک ہو۔ عبدالملک نے کہا ہمکو ان باتون سے کیا سروکار
کیونکہ ابہی تک اوسکو یا اوسکے باپ کو اسکی امید بھی نہ تھی کہ کبھی خلافت
ملیگی تو پھر اوسنے کہا خدا کا خوف کر انکے بارے مین۔ اور جب یزید
کے لشکر کی آمد سنی تو عبدالملک نے کہا پناہ بخدا کیا حرم خدا پر چڑھائی

کی جاتی ہے؟ تو اسی یوسف نے اوسکے شانہ پر ہاتھ مارا اور کہا تیرا الشکران لوگون پر نہایت عظیم ہوگا تاریخ الخلفاء ۱۴۵

ان حکایات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خانہ کعبہ پر چڑھائی کرنا یا اوسپر جنگ وجدال کا ارادہ کرنا ایسا امر عظیم تھا کہ ہر مسلمان بلکہ یہود و نصاری بھی نہایت حیرت کی نگاہ سے اسکو دیکھتے تھے مگر یہ خلفا ایسے دنیا پرست تھے اور بادہ حب جاہ مین مست تھے کہ اونکو مطلقاً ان امور کا خیال نہوتا اور ذرہ برابر بھی پرواہ اسکی نہ کرتے۔ پھر فرمائیے یہ کیسے مسلمان تھے اور کیسے خلیفہ رسول کہلا سکتے ہین جب خود دین محمدی کے مٹانے پر آمادہ ہون۔

خلیفہ یا بادشاہ ایک شخص واحد کا نام ہے جسکی قوت وجرات مین خلقی طور پر کوئی شئی زائد نہین ہوتی۔ ہان قوت فکریہ کی توجہ اور مجمع ناس کے اجتماع سے ایک ہیئت اجتماعیہ پیدا ہوتی ہے جسکے بعد وہ خلیفہ یا بادشاہ کہا جاتا ہے تو ہمارا تعجب یا الزام صرف ذات عبدالملک پر محدود نہین ہے بلکہ اوس زمانہ کی کل مسلمانون کی حالت قابل غور ہے جنہون نے باوصف قبول کرنے خلافت ابن الزبیر کے جو مکہ مین خلیفہ ہے عبدالملک کو خلیفہ بنایا اور اسکی جانب سے خود لڑنے کو مکہ پر گئے اور چڑھائی کی خانہ کعبہ مین آگ لگائی ویران کیا تباہ وبرباد کیا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔ تو جن مسلمانون کی یہ حالت ہو اُس زمانہ مین جو خیر القرون کہا جاتا ہے کہ صحابہ بھی موجود ہین اور تابعین تو سبھی ہین پھر اونکے اور افعال پر جو اُسکے بعد ہوئے یا اب ہوتے ہین کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔

انہین حالات سے آپکو اسکے ماقبل کی خلافتون کا حال بھی معلوم ہوا ہوگا کہ یہی رویہ مسلمانون کا ہمیشہ تھا اور ہمیشہ یہی ہوا کیا تو اُن مسلمانون کے صرف اجتماع سے جسکا نام اجماع رکھا گیا ہے کسی فعل ناجائز کی حقیت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے جسے ہر زور دیا جارہا ہے کہ قرآن و حدیث اُس سے منسوخ ہو جاتے ہیں۔

اب یہان آپ اہل بیت رسول کی اُن سیرتون پر خیال کیجے کہ بخلافت جناب امیر المومنین طلحہ و زبیر و عبد اللہ بن عمر نے جب مکہ کا قصد کیا ہے اور وہان کجا کر مقیم ہوئے تو حضرت نے وہان پر کچھ تعرض نہ کیا - اسی طرح جناب امام حسین نے قیام مکہ کو عین بوقت حج ترک کر دیا حالانکہ چار پانچ مہینہ قبل سے وہان پناہ گزین تھے - صرف اس خیال سے کہ آپکو معلوم ہوا تھا کچھ لوگ یہان آپکے ساتھہ فساد کیا چاہتے ہین لہذا آپنے فرمایا مین نہین چاہتا میرے سبب سے حرمت خانہ کعبہ ضایع ہو -

یہ ہین امام بحق اولاد رسولؐ جو اسطرح حرمت خانہ کعبہ کی حفاظت کرتے ہین - اور یہ مسلمان وہ ہین جنکو اپنے نفع و طمع کے مقابل مین کسی امر کا خیال نہین - کیونکہ یزید و عبد الملک و عبد اللہ بن زبیر سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہین سب دنیا دار ہین جب کا داؤن چل گیا اُسے قابو پایا - خدا و رسولؐ سے کسیکو سروکار نہین شریعت سے کسیکو مطلب نہین - اور اُنھین کے ذلہ خوار ہمارے باوقار مورخ ہین جو بلا تحقیق کئے ہوئے جو چاہتے ہین لکھ جاتے ہین -

یہ الزام عبد الملک کے سر کچھہ آج کا نیا الزام نہین ہے بلکہ جس زمانہ مین یہ سب آفتین انہون نے پیدا کین اُسیوقت کے حال مین لکھا ہے لما حصر الحجاج ابن الزبیر و نصب المنجنیق علی ابی قبیس یرمی به الکعبة و کان عبد الملک ینکر ذالک ایام یزید من معاویه فکان الناس یقولون خذل فی دینه تاریخ کامل ۱۲۶ جلد ۴

کہ جب حجاج نے منجانب عبد الملک ابن الزبیر کو خانہ کعبہ مین محصور کیا اور کوہ ابو قبیس پر منجنیق نصب کردی تو لوگ کہتے تھے وہ عبد الملک اپنے دین سے مخذول ہوا ۔

پھر معلوم کہ اس اقرار کے ساتھہ مگر مسلمانون نے اُسکی خلافت قبول کی اور اُسکا ساتھہ دیا ... ڈھانے لگے - اسپر قیامت یہ ہے کہ تمامی علما اس عبد الملک کو

بلا اختلاف ان کو خلفاء اثنا عشر سے سمجھتے ہین اور اُسکی امامت پر ایمان لاتے ہین۔

اب مین مختصر طور پر تاریخی حالات اسکے عرض کرتا ہون کہ سنہ ۶۴ھ مین بعد واقعہ حرا بحکم یزید بن معاویہ خانہ کعبہ پر اس غرض سے چڑھائی ہوئی کہ ابن الزبیر کو قتل کرین جو وہان خلیفہ بنا ہوا ہے۔ مسلم بن عقبہ سپہ سالار لشکر یزید اثناء راہ مین مرگیا۔ حصین بن نمیر کو بحکم یزید اُسنے خلیفہ کیا۔ ۲۶ محرم کو داخل مکہ ہوا چار روز محرم کے اور پورا مہینہ صفر کا باخود ہاکے جنگ وجدل مین صرف ہوا یہانتک کہ ۳ ربیع الاول سے یہ کارروائی شروع ہوئی کہ خانہ کعبہ پر منجنیق نصب کیا اور آگ برسانا شروع کی جس سے خانہ کعبہ جل گیا۔ یہ یزیدی مسلمان اُسوقت یہ رجز پڑھتے تھے۔

خطارة مثل الفنيق المزبد ۔۔۔ نرمي بها اعواد هذا المسجد

نہایت عجیب ہے کہ افواج یزیدی اور فوج عبداللہ بن زبیر جو مدعی اسلام تھے وہ تو یہ کارروائی کرین کہ خانہ کعبہ مین جنگ کرین اور اُسکو جلائین۔ اور بخلاف اسکے نجدہ بن عامر حنفی سردار خوارج اس غرض سے وہان پڑاؤ ڈالے کہ خانہ کعبہ کی حمایت کرین اور اُسکی محافظت کرین۔

خانہ کعبہ کا جلنا اگرچہ مورخون نے افواج یزیدی کے سر رکھا ہے یہانتک کہ خود بخاری صاحب نے بھی یہی روایت قبول کی ہو کہ ابن الزبیر نے خانہ کعبہ کو جلا ہوا اس غرض سے چھوڑ دیا تھا کہ لوگ دیکھین فوج یزیدی نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی اور اُسکو جلا دیا کہ سبب ہوکر اہل شام سے آمادہ قتال ہوان۔ اگرچہ بعض مورخین یہی لکھتے ہین کہ خانہ کعبہ اسوجہ سے جل گیا تھا کہ ابن الزبیر کا لشکر گرداگرد خانہ کعبہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کھانا پکاتے تھے۔ اُسی سے ایک چنگاری اُڑی جسنے پردہ ہائے کعبہ کو اور اُسکی لکڑیون کو جلا دیا صفحہ ۹۴ کامل

یہی آخری روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ منجنیق بہت فاصلہ پر تھی بخلاف ان لشکریون کے جنہون نے خانہ کعبہ کو اپنا گرد گاہ بنایا تھا [illegible]

[illegible]

اسطرح مشہور کرنا کہ یزیدیون نے خانۂ کعبہ کو جلا دیا۔ بین علامت اسکی ہے کہ اصل واقعہ کے خلاف شہرت دی گئی۔

باینہمہ ابن الزبیر کی یہ حالت کہ اُسنے خانۂ کعبہ کو یونہی جلا ہوا اس غرض سے رہنے دیا کہ لوگ یزید سے برگشتہ ہون اُنکی اصلی طینت پر پوری روشنی پہونچاتی ہے کہ مسلمان ہوکر بلکہ صحابی و ابن الصحابی کہلا کر بلکہ باوصف ادعائے خلافت رسول کیونکر اُنہون نے جائز رکھا کہ خانۂ کعبہ کو جلا ہوا چھوڑ دیا صرف اس غرض سے کہ عام مسلمانون مین برخلاف یزید جوش پیدا ہو اور اُسے قابل نفرت سمجھین کیا یہ حرکت کسی سچے مسلمان کی ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہین۔

محدثین کا شور و غل اور بھی نہایت تیز ہے کہ علامۂ ذہبی لکھتے ہین اس واقعہ مین خانۂ کعبہ کی چھت جل گئی اور اُسکے پردے بھی اور دونون شاخ اُس دنبہ کی جو فدیہ حضرت اسمعیل مین ذبح ہوا اور سقفِ خانۂ کعبہ مین بغرض یادگار آویزان تھا وہ بھی جل گیا تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۲

یہ پہلا محاصرہ تھا۔ دوسرا محاصرہ ۷۲ھ مین شروع ہوا جب عبد الملک قتل مصعب سے فارغ ہوا تو جمادی الاول ۷۲ھ مین عبد الملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو قتل ابن الزبیر کے لئے نامزد کیا کیونکہ حجاج نے اپنا یہ خواب بیان کیا تھا "وہ کہ ہم ابن الزبیر کی کھال چھوڑا رہے ہین"، لہذا دو ہزار فوج لیکر راہی کعبہ ہوا پہلے وارد مدینہ ہوا جہان اسنے ایک شخص ثعلبہ نام کو حاکم مدینہ بنایا جسکی یہ حالت تھی کہ منبر رسول پر بیٹھکر بکری بھیڑ کا کلہ توڑ کر بھیجا اُسکا نکالتا اور منبر ہی پر بیٹھا بیٹھا کھاتا پھر اُسپر تازے خرمے کھاتا۔ تاکہ اہل مدینہ کو غصہ آئے۔ مگر کیا کرتے۔ اس انتظام کے بعد حجاج نے حج کا احرام باندھا اور لشکر سمیت ماہ ذیقعدہ مین داخل مکہ معظمہ ہوا۔ وہان ابن الزبیر بھی آمادہ پیکار تھے نہ خود حج کرسکے نہ حجاج کو اسکی مہلت دی کہ پورے ارکان حج بجا لائے۔ تب ابن عمر نے امارت

کردیا تھا اور خانہ کعبہ پر سنگ باری ہو رہی تھی۔ لہذا ابن عمر نے کہلا بھیجا کہ حاجی لوگ دور دور مقام سے بغرض حج آئے ہیں۔ اور تیری منجنیق اسکی اجازت نہیں دیتی کہ وہ لوگ ارکان حج کو بجا لا سکیں۔ لہذا از زمانہ حج تک یہ سنگ باری موقوف کی جائے حجاج نے قبول کیا اور آتشباری موقوف ہوئی جب سب حج سے فارغ ہوئے منادی حجاج نے ندا دینی شروع کی کہ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ کہ آتش باری پھر شروع ہوگی۔ ابن الزبیر ملحد ہیں۔

اس تاریخی واقعہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ وفات رسول کو کل ۶۲ برس گذرے تھے اور بہت سے صحابی موجود تھے یہانتک کہ ابھی تک ایک بزرگ صحابی خلیفہ رسول بھی بنا ہوا ہے۔ اسلام کس حالت پر پہونچ چکا تھا کہ خود خانہ کعبہ اس طرح بے حرمت کیا جا رہا ہے اور کسی مسلمان کو اسکا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا بیحرمتی اسلام اور شعائر اسلام کی ہو رہی ہے تو اور کیا ان سے امید ہو سکتی ہے۔

ابن عمر سا صحابی جلیل القدر موجود ہے اور اوسکو بھی اسکا خیال نہیں آتا کہ اسلام کی کیا ذلت ہو رہی ہے خانہ کعبہ جلایا جا رہا ہے ارکان اسلام ڈھائے جاتے ہیں اور تماشا دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ بخوشی تمام ان سب خرابیوں کے بعد خود عبدالملک کی بیعت حجاج کے ہاتھوں پر کرتے ہیں جسپر وہ تمسخر کرتا ہے اور استہزا کہ حضرت علی علیہ السلام کی کیوں نہ بیعت کی؟

ابن عمر کی طرفداری اور حمایت بنی امیہ اسی پر نہیں ختم ہوتی کہ جناب امیرؑ کی بیعت کو ترک کر کے معاویہ و یزید و عبدالملک کی بیعت میں در آئے اور عبداللہ بن حنظلہ وغیرہ اہل مدینہ کو مانع رہے کہ خلع یزید نہ کرو اُسکی بیعت پر ثابت قدم رہو۔ بلکہ ابن الزبیر کو بھی یہی مشورہ دیتے تھے کہ بنی امیہ کی خلافت کے مخالف نہ ہو۔ اور انکو اپنا امام اور پیشوا مانتے رہو۔ چنانچہ جب ابن الزبیر کو حجاج نے قتل کیا اور سولی پر لٹکایا ہے۔

اباخبیب انا واللہ لقد کنت انہاک عن ھذا ۱۳۸

یعنی سلام ہو تم پر اے اباخبیب (کنیت ہے عبداللہ بن زبیر کی) قسم خدا کی ہم تم کو اس سے منع کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انکی راے مین یہ فعل ابن الزبیر نا جائز تھا اور وہ مانع تھے اس سے کہ بمقابلہ بنی امیہ ادعاے خلافت کرین۔ پھر تعجب ہے کہ مورخین و محدثین اہل سنۃ کیون ابن الزبیر کو خلیفہ جایز جانتے ہین جب ابن عمر سا شخص اونکو مانع تھا اور مشورہ دیا کہ خلیفہ نہ ہو۔

یہان پر ایک دوسرا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر کی راے مین مردے کسیطرح اس قابل نہین رہتے کہ اُن سے تخاطب کیا جاے جیسا کہ آجکل بھی علماٗ اہلحدیث کا یہی مسلک ہے جس سے وہ نذر و نیاز و فاتحہ خوانی وغیرہ کے مانع ہین اور حضرت عمر نے تو صاف لفظون مین جناب رسالتمآب پر اعتراض بھی کیا جب آپنے کشتگان بدر کو مخاطب کرکے کلام فرمایا تھا جسپر حضرت عمر نے کہا کیا مردے بھی سن سکتے ہین جو آپ کلام کرتے ہین بجواب اسکے حضرت نے ارشاد فرمایا وہ لوگ تمسے زیادہ سننے والے ہین۔ پھر اس اجتہاد خلیفہ دوم کے مقابل اُنکے صاحبزادہ نے کیونکر اسکی جراءت کی کہ ابن الزبیر کے مردے سے خطاب کیا جو سولی پر لٹکا رہا تھا کہ ہم تمکو ہمیشہ ممانعت کرتے تھے اس سے۔

مین یہ نہین کہہ سکتا کہ ابن عمر کی راے اب بدل گئی تھی جس سے وہ اسکے قائل ہوتے کہ مردون سے بھی خطاب کر سکتے ہین اور انپر سلام کر سکتے ہین بلکہ جوش ولاے عبدالملک وغیرہ بنی امیہ نے اُنکو اسپر آمادہ کیا کہ برخلاف راے پدری وہ اسپر آمادہ ہوئے کہ اُس مردہ کی روح کو ایذا دین۔ مرے پر سو درے

بہرحال اس جملہ سے بھی حضرات احناف بمقابلہ اہل حدیث بہت کچھ اپنے طرز عمل پر استدلال کر سکتے ہین کہ جب ابن عمر سے صحابی خلیفہ زادہ نے ایک مردہ کو اپنا مخاطب قرار دیا اور اُس سے ہم کلام ہوے۔ تو پھر انکی متابعت پر

تقلید و اقتدا سمجھتے ہین۔

نوادر الاصول مین ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر کو بحکم عبد الملک بن مروان سولی دی گئی تو عبد اللہ بن عمر کا وہان گذر ہوا اُسکی یہ حالت دیکھکر کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے جو عمل بد کرے گا اُسکی جزا دنیا مین یا آخرت مین پائیگا۔ پس اگر یہ وہی ہی تو وہی ہے۔ مصنف لکھتے ہین کہ ابن عمر نے جو کہا اُسکے یہ معنی ہین۔ انہ قال فی حرم اللہ واحدث احداثا عظیما فیھا حتے احرق البیت ورمی الحجر الاسود بالمنجنیق فانصدع وخبب بالفضۃ فھوالی یوءنا ھکذا وسمعت للبیت انین آہ آہ

کہ یہ سزا ہے اُن افعال کی کہ اس عبد اللہ بن زبیر سے سرزد ہوئے کہ حرم خدا مین مرتکب قتل ہوا اور احداث عظیم کیا جس سے خانۂ کعبہ جلایا گیا اور حجر اسود منجنیق سے توڑا گیا کہ پھر چاندی سے اوسکا تعبیہ کیا گیا جسکی وجہ سے خانۂ کعبہ سے آہ آہ کی آواز پیدا ہوئی۔

نہ معلوم مورخون نے اس حالت کو کیون مخفی کیا اور اس پردہ داری کی کیا وجہ ہے حالانکہ نفس خلافت مین ابن الزبیر و یزید بن معاویہ۔ و یزید و عبد الملک مساوی ہین۔ پھر ایک کی طرفداری کس اصول پر ہو سکتی ہے جو ایک ملزم بنایا جاتا ہے اور دوسرے کا جرم ہلکا کیا جاتا ہے۔

ان سب قصون کے بعد حجاج نے عبد اللہ بن زبیر کو قتل کیا اور دار پر چڑھایا جو ایک طولانی قصہ ہے۔ مگر یہ واقعہ نہایت ہی عبرتناک ہے جو عرب کی تاریخ مین نہایت عجیب ہے کہ ابن الزبیر کے ہمراہیون ایسی ترک رفاقت کی کہ خود اُن کے دونو بیٹے حمزہ۔ اور خبیب اپنے باپ سے علحدہ ہوگئے اور امان لیکر فوج حجاج مین پناہ گزین ہوئے۔ حالانکہ عرب کی غیرت اور حمیت معلوم ہے۔ مگر چونکہ یہ خاندان کسی زمانہ مین بھی اُن لوگون سے نہ گنا گیا جن کے افعال پر عرب کی عزتون کا مدار رہا جو کچھ

نہ چھوڑا باقی آٹھ بیٹوں نے اپنی جان عزیز رکھی اور باپ سے علحدہ ہو کر لشکر مخالف سے جا ملے۔

اُن باقی ماندوں کی یہ فہرست ہے۔ عبداللہ۔ حمزہ۔ خبیب۔ ثابت۔ عباد۔ قیس۔ عامر۔ موسیٰ۔

مورخوں نے یہاں بھی پردہ داری کی ہے کہ صرف حمزہ اور خبیب کا نام اُن لوگوں میں لکھا ہے جو ایسے باغیرت تھے کہ باپ کو چھوڑ کر لشکر مخالف سے جا ملے مگر علماء انساب و رجال کی تحقیق اسکے خلاف ہے چنانچہ ان آٹھ آدمیوں کا باقی رہنا عقد الثمین تاریخ بلد الامین سے لکھا گیا صفحہ ۵۶۔

قتل ابن الزبیر میں بھی مورخوں نے اختلاف کیا ہے کوئی کہتا ہے جنگ میں قتل ہوئے کوئی کہتا ہے زخم کھایا تھا اُسکے چند روز بعد راہی ملک عدم ہوئے۔

قبر کے بارہ میں عقد الثمین میں لکھا ہے جو خانہ کعبہ کی تاریخ ہے کہ محلہ معلےٰ کے شعبہ نور میں دفن ہوئے اور اب تک اُنکی قبر ظاہر ہے کہ لوگ زیارت کرتے ہیں۔ مگر علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں والذی ذکرہ مسلم فی صحیحہ ان عبد اللہ الزبیر القی فی مقابر الیہود صفحہ ۱۳۹

کہ صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر مقابر یہود میں ڈالدئے گئے اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ آخر عبدالملک بھی اوسی خاندان کی ایک شاخ سے ہے جس خاندان سے حضرت عثمان تھے تو کیا ممکن ہے کہ اُسنے اُسکا معاوضہ نہ لیا ہو گا جو حضرت عثمان کے ساتھ ہوا کیا گیا۔ مگر غور کیا جائے تو درحقیقت نہیں مقابلہ ہوا کیونکہ وہاں وہ مرحلہ تھا جہاں لوگ عام طور پر [illegible] ہوا کرتے۔ اور یہاں [illegible] ہے تو مقبرہ ہے گو یہود ہی کا کیوں نہ ہو۔

اسیطرح نماز جنازہ کے بارے میں بھی یہ روایت ابن ملیکہ سے لی گئی ہے کہ وہ اونکے ایک ایک عضو کو غسل دیتے تھے اور وہ اپنی جگہ سے جدا ہوتا جاتا تھا جب غسل ہو چکا تو اونکی ماں اسما بنت ابو بکر نے نماز جنازہ پڑھی۔

...وان عبد اللہ لم یصل علیہ احد منعہ
الحجاج من الصلوۃ علیہ وقال انما امر امیر المومنین بدفنہ
وقیل صلے علیہ غیر عروہ والذی ذکرہ مسلم فی صحیحہ ان
عبد اللہ بن الزبیر القی فی مقابر الیہود صفحہ ۱۳۹
کہ عبد اللہ بن زبیر پر کسی نے نماز نہ پڑھی کیونکہ حجاج مانع تھا اُسنے کہا کہ عبد الملک
کا حکم دفن کرنیکا ہے نہ نماز پڑہنے کا۔ بعض لوگون نے کہا ہے کہ غیر عروہ نے
نماز پڑہی مگر صحیح مسلم مین یہی لکھا ہے کہ مقابر یہود مین ڈال دیے گئے۔
اگر ہم اسطرح کے اختلافات مورخون کے ایک اسی بحث مین لکھے جائین
تو ایک دفتر تیار ہوجائے۔ لہذا مختصر طور پر اب دوسرے واقعات کی طرف
توجہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ ابتدا سے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کا اسیطرح سامان ہوتا
آیا ہے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کا بھی یہی دستور تھا کہ جب حاجی لوگ
حج سے فارغ ہوتے تو حضرت عمر درہ (ڈنڈا) لیکر حاجیون کے سر پر مسلط ہوجاتے
کہ اب اپنے اپنے گھر جاؤ یہان رہنے کی کوئی ضرورت نہین۔ بلکہ عام طور پر ارادہ
کر لیا تہا کہ لوگون کو کثرت طواف سے مانع ہون۔ جسکی وجہ یہ قرار دیجاتی
ہے کہ زیادہ قیام یا کثرت طواف سے عزت وعظمت خانہ کعبہ دل سے نکل
جائے گی صفحہ ۷ عقد الثمین۔
چونکہ عام طور پر یہ لکھا جاتا ہے کہ حجاج نے زیاد کی مشابہت اختیار کی اور
زیاد نے عمر کی لہذا معلوم ہوا کہ یہ فعل حجاج کا حاجیونکو بعد حج قیام خانہ کعبہ
سے روکنا اسی غرض سے تھا کہ مشابہت پوری ہو۔ ورنہ کون مسلمان
ہوگا جو قیام مکہ معظمہ سے کسی مسلمان کو مانع ہو۔
یہین سے حضرت عمر کے اس خیال کا بھی پتہ چلتا ہے جو حجر اسود کی نسبت
فرماتے تھے کہ اگر مین نے رسول اللہ کو نہ دیکھا ہوتا کہ وہ حضرت حجر اسود کا
بوسہ لیتے ہین تو ہرگز مین بوسہ نہ لیتا کیونکہ خوب جانتا ہون حجر اسود...

پہونچا سکتا ہے۔ نہ نفع تو جسپر حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو کیونکہ
خدا نے جب (عالم ذر مین) لوگون سے عہد و میثاق لیا تھا تو وہ عہد نامہ اسی
حجر اسود کے سپرد کیا گیا جو بروز قیامت گواہی دیگا کہ مومنین نے ایفاء عہد
کیا اور کافرون نے عہد شکنی کی۔ عقد الثمین صـ

بدور سافرہ مین علامہ سیوطی لکھتے ہین کہ اس تعلیم پر حضرت عمر نے فرمایا اعوذ
باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم یا ابا الحسن یعنی خدا سے
پناہ مانگتا ہون کہ ایسی قوم مین زندہ رہون جہان تم نہ ہو اے ابو الحسن
جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے اپنی اس رائے سے عدول کیا اور قول
جناب امیرؑ کو قبول کیا مگر شاہ ولی اللہ صاحب کا اس عقیدہ کو مذہب
عمری مین لکھنا بتاتا ہے کہ اونکا خیال نہین بدلا اور وہ سمجھتے رہے کہ حجر
اسود ایک بیکار سا پتھر ہے جو نہ نفع پہونچا سکتا ہے نہ ضرر۔ تو جب شروع سے
یہ سلسلہ قائم رہا پھر حجاج یا یزید یا ابن الزبیر پر تنہا یہ الزام کیونکر آسکتا ہے
کہ ان لوگون نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی اور اوسکی حرمت کا کچھ
خیال نہ کیا۔

مجھے بہت افسوس آتا ہے کہ آج نہ وہ کتاب میرے پاس حاضر ہے نہ مجھے یاد
رہا کہ کس کتاب مین دیکھا تھا۔ مگر کسی مستند کتاب مین یہ مضمون نظر سے گذرا
ہے کہ بنی امیہ نے اپنے زمانہ حکومت مین زیادہ تر اسکی کوشش کی تھی
کہ لوگون کو بیت المقدس کی زیارت پر آمادہ کرین اور خانہ کعبہ سے عام
خیالون کو پھیرین مگر جب بنی عباس کا تسلط ہوا تو اونہون نے بیت المقدس
کی زیارت موقوف کیا۔ کیونکہ اب بغداد پایہ تخت تھا اور حج خانہ کعبہ کو زیادہ
رواج ہوا۔ جسکی تصدیق ان واقعات سے بخوبی ہوتی کہ ہر خلیفہ نے ابتدا
سے کوشش اسکی کی ہے کہ خانہ کعبہ کی حرمت ضایع ہو جسکے لئے کوئی ذرہ

کے دکھانے کو چھوڑ دیتا۔ حج تمتع سے ممانعت کرنا حضرت عمر کا جسکے بارے
مین فرمایا متعتان کانتان علی عہد رسول اللہ وانا احرمہما
متعۃ الحج ومتعۃ النسا بھی اسی بنا پر ہے کیونکہ حج تمتع مین دو حج
ہو جاتا ہے ایک عمرہ جو حج اصغر ہے اور دوسرا حج اکبر۔ ممانعت فاروقی
نے اس تعداد کو کم کر دیا کہ ایک ہی حج ہوا کرے۔

حضرت عمر نے اسکا بھی ارادہ کیا تھا کہ خانہ کعبہ کے خزانہ کو جس مین مختلف
قسم کی قیمتی چیزین محفوظ تھین ضروریات خلافت مین خرچ کر ڈالین مگر حضرت
علی مرتضی کی ممانعت سے بمجبوری باز آئے۔ جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ خلیفہ صاحب نے خانہ کعبہ کو بھی مثل ممالک مقبوضہ کے ایک شہر یا مکان سمجھا
تھا جسپر خلیفہ حسب مرضی تصرف کر سکتا ہے حالانکہ کسی طرح استحقاق انکو نہ تھا۔
بہرحال ہمکو یہان یہ تعجب ہوتا ہے کہ آخر یہ شہر مکہ جسمین خانہ کعبہ واقع ہے
خلیفہ دوم کا ابتدائی وطن تھا جہان انکے آبا و اجداد کی سکونت تھی اور
وطن سے محبت ہونا فطری امر ہے پھر کیون خلیفہ صاحب کو اُس سے
ہمدردی نہ ہوئی جو اس طرح کی روکاوٹین اُسمین پیدا کیا کرتے۔

لہ صحیح بخاری مین ہے باب کسوۃ الکعبہ مین ابی وایل سے کہ اُس نے بیان کیا مین
شیبہ کے ساتھ خانہ کعبہ مین ایک کرسی پر بیٹھا تھا کہ شیبہ نے بیان کیا۔ یہان ایکدفعہ عمر بھی
بیٹھے تھے تو کہا مینے ارادہ کیا ہے کہ اسمین سونا چاندی جو کچھ ہے اُسکو چاہتا ہون کہ تقسیم
کر دون تو مینے (شیبہ) کہا کہ تمھاری دونون صاحبون نے (رسول اللہ صلعم و ابوبکر) تو
یہ کام نہین کیا اوپر عمر نے کہا وہ دونون ایسے ہی آدمی تھے کہ اونکی اقتدا کرنی چاہیے۔
حافظ ابن حجر فتح الباری مین اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ چونکہ وہ مال وافر تھا اسلیے عمر نے
چاہا کہ اوسکو خرچ کر ڈالین مگر جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم اس کے متعرض نہ ہوئے
تو انہون نے بھی چھوڑ دیا۔ اور اون لوگون نے اسوجہ سے نہین تقسیم کیا کہ اوس

کتب سیر و تواریخ پر نظر کرنے سے جہانتک استنباط کیا جاسکتا ہے یا تو اسکی یہ وجہ ہو گی کہ مکہ پہونچکر انکو اپنی وہ ابتدائی حالت یاد آجاتی تھی جسے وہ خود ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں حج عمر فلما کان بضجنان قال لا الہ الا اللہ العلی العظیم المعطی ما یشاء لمن یشاء اذکرو انا امعی ابل الخطاب بھذا الوادی فی مدرعۃ صوف وکان فظا یتعبنی اذا عملت ویضربنی اذا قصرت وقد امسیت الیوم ولیس بینی وبین اللہ احد ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۹۶

اور اسی مضمون کو عمرو عاص یوں ادا کرتے ہیں لعن اللہ یوما کنت والیا لابن الخطاب واللہ لقد رایتہ ورایت اباہ وان علی کل واحد منھما عباء قطرانیۃ موتزرا بھا ما تبلغ مابعض رکبتیہ وعلی عنق کلو احد منھما حزمہ من حطب صفحہ ۱۰۳ ازالۃ الخفا

یعنی حضرت عمر جب حج سے فارغ ہو کر وادی ضجنان میں پہونچے (جو ایک وادی کا نام ہے) تو کہا لا الہ الا اللہ مجھے یاد ہے۔ اپنی وہ حالت جب میں خطاب کے اونٹ اسی جھاڑی میں چراتا تھا۔ گاڑھے کا ایک چھوٹا سا کرتہ پہنے ہوئے اور وہ سخت بدمزاج تھا اگر میں اچھی طرح خدمت کرتا تو تعب میں ڈالتا اور اگر کچھ قصور کرتا تو مارتا تھا۔ ایکدن وہ تھا اور آج میرا یہ دن ہے کہ بجز خدا کے کوئی ہمپر حاکم نہیں۔ حضرت عمرو عاص فرماتے ہیں خدا لعنت کرے اُس روز پر کہ میں بسبب خطاب عمر کا ماتحت ہوا حالانکہ میں نے خود عمر کو اور اُن کے باپ کو دیکھا تھا کہ ایک قطرانی عبا کو (جو از قسم ٹاٹ وغیرہ کے ہوتا ہے) وہ دونوں بطور لنگ باندھے تھے جس سے دونوں گھٹنے بھی اُن کے نہیں چھپتے تھے اور وہ دونوں اپنے سر پر لکڑیوں کا بوجھا (بیچنے کے واسطے) رکھے ہوئے تھے شاید یہیں خیال تو نکان پیدا کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴ کی عظمت اسلام کی نمایاں ہوتی ہے اور دشمنوں کے دل پر اس کی ہیبت اسلام بیٹھی ہے اور علامہ زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس بارہ میں جناب امیر سے سوال کیا تو فرمایا کہ جو قرآن رسول اللہ پر نازل ہوا اسمیں مال کی چار قسمیں ہیں ایک تو

تھا کہ انکو خانہ کعبہ سے وہ الفت نہ تھی جو ہونی چاہیے۔
یا یہ کہ خانہ کعبہ مین داخل ہوتے ہی انکو وہ سب بشارتین یاد پڑتی ہون گی جو خداوند
عالم نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے وعدہ کیا تھا انی جاعلک للناس اماما
جب حضرت ابراہیم نے دعا کی ومن ذریتی تو فرمایا لاینال عہدی الظالمین۔
جس سے خواہی نخواہی اونکو تنغص ہوتا اور چاہتے کہ یہان کوئی زیادہ نہ رہنے پائے
کہ وہ آیات اور اوسکی حدیثین لوگونکو معلوم ہون گی خصوصاً جناب امیر علیہ السلام
کا خاص خانہ کعبہ مین متولد ہونا جسکا ابتک نشان موجود ہے۔
پھر سات برس تک آپ کا تنہا رسول اللہ کے نماز پنجگانہ پڑھنا جس مین کوئی دوسرا
شریک نہوتا لوگونکو زیادہ معلوم ہوگا اس سے خلافت مین رخنہ پڑیگا اور اسکے
علاوہ بہت سے خصوصیات ہین اہل بیت طاہرین کے خانہ کعبہ کے ساتھ جسکی تفصیل
کا یہان موقع نہین۔ انہین دور اندیشیون نے انکو مجبور کیا کہ حاجیون کو خانہ کعبہ
مین زیادہ نہ رہنے دین اور درہ مار مار کر نکالین۔
یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے عام طور پر فتوی دیدیا تھا کہ مجاورہ مکہ معظمہ

مسلمانون کا مال ہے جو بین الورثہ تقسیم ہوتا ہے اور فرائض مین دوسرا مال فی (غنیمت ہے)
جسے اوسکے مستحقوں پر تقسیم کیا تیسرا مال خمس ہے جسکی تقسیم بھی اوسنے معین کردی چوتھا مال صدقہ ہے
اوسکے بھی احکام معین ہین۔ اور مال خانہ کعبہ اوسوقت بھی موجود تھا (جسوقت یہ حکم آیا تھا) مگر خدا نے
اوسکو اپنے حال پر رہنے دیا اور یہ بھی نہین ہے کہ خدا اوس مال کو بھول گیا ہو یا نہ جانتا ہو لہذا اسکو
اسیطرح رہنے دینا چاہیے جسطرح پہلے تھا۔ یہ سنکر عمر نے کہا اگر تم نہوتے تو ہم لوگ فضیحت ہو جاتے اور وہ
مال اوسیطرح رہنے دیا۔ مگر علامہ سیوطی اپنی کتاب عرف الوردی فی اخبار المہدی
مین لکھتے ہین کہ عمر ایکدفعہ داخل خانہ کعبہ ہوئے تو وہان کے مال و اسباب سلاح جنگ کو دیکھکر کہا ہم اس
مال کو کیا کرین یون ہی رہنے دین ؟ یا راہ خدا مین تقسیم کر دین ؟ تو حضرت علی بن ابیطالب علیہ
السلام نے فرمایا تم اسکے صاحب نہین ہو۔ بلکہ اسکا صاحب (مالک) ہماری نسل سے ایک جوان قریشی
ہوگا جو آخر زمانہ مین اسکو راہ خدا مین تقسیم کریگا ۱۲۔ راقم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵

کا اثر غالب تھا وکذلک کرہ الامام مالک والشعبی رضی اللہ عنہما

المجاورۃ بمکۃ عقد الثمین ملک

حضرت ابن عباس کیطرف بھی اسکی نسبت کی گئی ہے۔ کیونکہ اونہوں نے قیام طائف کو قبول کیا تھا اور مکہ مین نہ رہتے تھے۔ مگر یہ نسبت ان لوگون کی غلط فہمی ہے کیونکہ قیام طائف کی یہ وجہ تھی کہ ابن الزبیر نے اپنے زمانہ خلافت مین ابن عباس و محمد بن الحنفیہ کو مجبور کیا تھا اپنی بیعت پر جسکے لئے آگ لکڑیان جمع کی گئین کہ اگر یہ لوگ ہماری بیعت کو نہ قبول کرینگے تو جلا دیے جائینگے یہانتک کہ لشکر مختار آیا اور اُسنے رہائی دلوائی۔ لہذا ابن عباس نے مکہ چھوڑ کر سکونت طائف قبول کی اور ان لوگون نے اخفائے ظلم ابن الزبیر کے لئے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت ابن عباس قیام مکہ مکروہ جانتے تھے جو محض غلط ہے۔

حجاج جب اس مہم سے فارغ ہوکر وارد مدینہ ہوا اور ایک مہینہ یا دو مہینہ قیام کیا اور بہت سے صحابہ رسولؐ کے ہاتھ داغے گئے جیسا کہ اہل ذمہ کے ساتھ معمول تہا اس غرض سے کہ ان لوگون کی توہین و تحقیر ہو چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری۔ انس بن مالک۔ سہل بن سعد سب اسی مصیبت مین مبتلا تھے۔

حضرت جابر و سہل تو دوستان اہل بیت طاہرین سے تھے۔ لہذا جو کچھ نہ انکے ساتھ سلوک کیا جاتا کم تہا مگر انس بن مالک کا جرم نہین معلوم ہوتا بجز اسکے کہ شاید اونہون نے عبداللہ بن زبیر کی طرفداری مین زیادہ حصہ لیا ہوگا۔ کیونکہ انکو حرمت شیخین کا بہت خیال تھا۔ اسیوجہ سے کہ ابن الزبیر خلیفہ اول کے نواسے تھے۔ یہ انکے طرفدار ہوئے ہونگے جسپر حجاج نے یہ سزا تجویز کی۔ اور یہ سزا[1] اُنکو انہیں

---

[1] یہ مضمون اگرچہ مین نے بطور استنباط از قرائن لکھا تھا مگر ان حالات کے دو ہی چار ورق بعد اوسی تاریخ کامل مین یہ مضمون ملا کہ ۷۵ھ مین جب اہل بصرہ نے حجاج سے بغاوت کی تو انس

لوگون سے مخصوص نہین بلکہ تمامی اہل مدینہ اسی عذاب مین مبتلا تھے۔ کیونکہ حجاج عام طور پر ان لوگون کو کہتا تھا انتم قتلۃ امیر المومنین عثمان صفحہ ۱۲۹ جلد ۴ کامل

زیادہ حیرت تو اس پر ہے کہ کبھی تو اجماع صحابہ کی یہ عزت کیجاتی ہے کہ قرآن کی عزت اُسکے مقابلہ مین کوئی چیز نہین رہتی۔ پھر اجماعیت مین اوسکا وزن زیادہ تیز ہوتا ہے جبکہ اہل مدینہ کا اجماع ہو۔ مگر اس مسئلہ قتل عثمان مین نہ اصل صحابہ کی عزت باقی رہتی ہے نہ اجماع صحابہ کی نہ اجماع اہل مدینہ کی کہ وہ سب عام طور پر مفسد و بدمعاش کہے جاتے ہین۔ پھر شیعون کا کیا قصور ہے جو بعض صحابہ کو ظالم و خاطی و غاصب کہتے ہین

بہرحال حجاج چند روز رہکر مدینہ سے یہ کہتا ہوا باہر آیا شکر خدا کہ ہم اس خبیث (مدینہ طیبہ) شہر سے باہر آئے اگر عبدالملک کے خطوط نہ آیا کرتے تو اس شہر کو مانند جوف حمار (عربی مثل ہے ویرانی مین) بنا دیتے۔ چند لکڑیان ہین یا بوسیدہ ہڈیان جسے لوگ منبر رسول کہتے ہین یا قبر رسول اللہ دیکھو تاریخ کامل صفحہ ۱۳۵

اب معلوم ہوا کہ فرقہ وہابی یعنی اہل حدیث کے عقاید کی بنیاد اسی حجاج کے وقت سے ہے جو زیارت قبور کو یہ لوگ منع کرتے ہین حتی کہ زیارت قبر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳ ابن مالک کے بیٹے عبداللہ بھی اُن باغیون کے شریک تھے جنہیں حجاج نے ابن الجارود کے ساتھ قتل کیا۔ جب حجاج بصرہ مین پلٹ آیا تو انکا مال و متاع سب ضبط کرلیا جسکے بعد خود انس بن مالک حجاج کی ملاقات کو آئے تو حجاج نے کہا لا مرحبا ولا اھلا بک یا ابن خبیثہ شیخ ضلالۃ جوال فی الفتن۔ مرۃ مع ابی تراب و مرۃ مع ابن الزبیر و مرۃ مع ابن الجارود اما واللہ لاجردنک جرد القضیب ولاعصبنک عصب السلمۃ ولاقلعنک قلع الصمغۃ ۹۰ ۴ یعنی حجاج نے کہا نہ مرحبا ہو تجھے اے پسر خبیثہ شیخ گمراہ فتنوں مین دوڑنے والا کہ کبھی ابوتراب کے ساتھ تھا۔ کبھی ابن الزبیر کے ساتھ ۱۲ راقم

رسول ص کو بھی ناجائز جانتے ہیں - کیونکہ ابھی تک تاریخی حیثیت سے کوئی ثبوت اسکا
نہین ملتا کہ حجاج کے سوا اور کسی نے یہ کلمہ کہا ہو یا اسکا مرتکب ہوا ہو کہ قبر رسول ص
کی نسبت یہ گستاخانہ جملے کہے (اگرچہ مسلم بن عقبہ کی گستاخیان بھی واقعہ حرّا
مین اسقدر ہین کہ اونکی کوئی انتہا نہین) مگر حجاج نے صرف اپنا ارادہ ہی ظاہر
کیا تھا اور ان وہابیون نے کر دکھایا کہ قبر رسول ص کو کھودنا شروع کیا اور اوسکی
بے حرمتی چاہی [لہ] مگر واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون ٥

لہ اس عقیدہ فاسدہ کی ابتدا تو ابن تیمیہ سے ہوئی جسنے زیارت قبر رسول کو حرام قرار دیا
اور آجتک اہلحدیث (وہابی) اسی عقیدہ پر ہین چنانچہ صدہا تحریرین فریقین کی اس مادہ
مین ہو چکین مولوی عبدالحی صاحب کی سعی مشکور اس بحث مین نہایت مبسوط التصنیف
ہے - مگر تکمیل اس عقیدہ کی ابن عبدالوہاب نجدی کے نواسے سعد بن عبدالعزیز کے
ہاتھون ہوئی جسکا تفصیلی حال ہم اپنے ایک قدیم عنایت فرما مولوی محمد صاحب کے
رسالہ سے لکھتے ہین جو خود بھی اہلحدیث (وہابی) ہین اور رسالہ نجابت اپنے ہم مشربون کے
نکالتے تھے مگر افسوس وہ رسالہ قبل از وقت بند ہوا -

مولوی صاحب موصوف اپنے دوست مرزا حیرت اڈیٹر کرزن گزٹ کی تصنیف سے
اقتباس کرتے ہین وہ عبدالعزیز کے بعد اسکا بڑا بیٹا سعد اپنے باپ سے بھی زیادہ پرجوش
اور مرد میدان نکلا اسنے اور بھی اپنے فتوحات ملکی اور مذہبی کو وسعت دی - اور ترکی
سلطنت کی بنیادونکو ہلا دیا - یہ ایک نہایت پاکیزہ صورت اور جمیل شکل کا نوجوان تھا
جیسا حسن ظاہری سے آراستہ تھا حسن باطنی سے بھی قدرت نے ویسا ہی مزین کیا تھا -
علم وفضل مین جیسا اپنے وقت کا شیخ الکل تھا اسیطرح فنون جنگ مین بھی بے مثال مہارت
رکھتا تھا - بارہ برس کی عمر مین اپنے باپ کے مذہبی جھنڈے کے نیچے خونخوار عربون سے ایک بڑا میدان
لے چکا تھا اور ابتو اسکے عنفوان جوانی کا زمانہ تھا اس حالت مین اسنے وہ وہ کارنمایان کئے جو ابتک
نجد کی تاریخ مین تعجب سے دیکھے جاتے ہین - قرآن کا قرات کیساتھ خوش لہجہ پڑھنا بھی اسی پر ختم تھا خد

۷۴ھ میں حجاج نے خانۂ کعبہ کو منہدم کیا اور از سر نو تعمیر کیا۔ کیونکہ ابن الزبیر نے اپنے زمانۂ خلافت میں اوس میں یہ جدّت کی تھی کہ مقام حجر کو داخل خانہ کعبہ کر لیا کیونکہ اونکو رسول اللہ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تھی کہ حجر داخل خانہ کعبہ ہے۔ حجاج و عبدالملک نے

کھڑے ہونے لگے سعد نے بیس ہزار فوج سے سلیمان پاشا سے مختلف جنگون مین پے درپے فتوحات حاصل کین اور اسکے پیروان یا فوج کے آگے ترکون کی ملکی اسپرٹ کی دال نہ گلی۔ آخر ان فتوحات کے بعد اسنے سیدھا کربلائے اقدس کا رخ کیا اور خفیف سے مقابلہ کے بعد شہر کربلا پر سعد کا قبضہ ہو گیا صدہا بلند بلند مقبرے جنپر سنہرے کام ہو رہے تھے شریعت محمدی کے مطابق ڈھا دئے گئے اور شہدائے کربلا کے مزار دنکے آرائشی سامان فوراً آگ مین جلا دئے گئے سعد کیطرف سے ڈھنڈورا پٹ گیا کہ آئندہ سے اگر کسی نے خلاف شریعت کوئی بات کی تو اوسکی سزا قرآن و حدیث کے موافق دیجائیگی اسی سال کے بعد اسکے پرجوش مذہبی لشکر نے مکہ پر بھی قبضہ کر لیا اور ۲۷ اپریل سنہ ۲۴ء مین سعد اپنے ہمراہیون کے ساتھ طواف کیلئے کعبہ مین داخل ہوا مقام کی بزرگی نے سعد کے کسیقدر وحشیانہ خونخوار روح کو ملائم کر دیا اور اسنے صرف اس ادب سے کہ یہان ہمارا آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا تھا مطلق یہان کے لوگون کو کسی قسم کی بھی تکلیف نہین دی۔ وہان خلاف شریعت امور کی اصلاح کرنیکے لئے سخت ہدایت ضرور کر دی گئی مثلاً چاندی سونے کے حقّے ایرانی مثال گنگا جمنی کے ظروف ریشمی ایرانی پوشاکین جنجین شریعۂ اسلام نے کبھی جائز نہین ٹھہرایا تھا ایکجگہ جمع کیگئی اور ان سب مین آگ دی گئی ہر شخص مجبور کیا گیا تھا کہ احکام دین کی پابندی کرے اور تمام وہ باتین جو نبی اکرم کے زمانہ مسعود مین رائج تھین بہت دھوم دھام سے انکی اشاعت دی گئی حقّہ پینے کی ممانعت بہت سخت تھی ایک دن اتفاق سے محتسب نے ایک خاتون کو جو حقّہ کی حد سے زیادہ عادی تھی حقّہ پیتے دیکھ لیا وہ ہر چند چاہتی تھی کہ بچکے نکل جاؤن پر ممکن نہوا آخر وہ پکڑی گئی اُلٹے گدھے پر سوار کی گئی اور اسکی گردن پر اسکا حقّہ رکھا گیا اور گلی در گلی اسے پھرایا گیا تا کہ عورتون کو سخت عبرت ہو اور پھر وہ شہر بدر کر دی گئی (معلوم نہین یہ کس شریعت مین حکم ہے ۔ اڈیٹر) قوانین شرعی کے موافق سزا دیجاتی تھی جو احکام اسلام سے انحراف کرتے تھے۔ خواہ مرد ہو یا عورت

اینٹ کو توجہ عبداللہ ابن الزبیر اوسکا نام نہ رہے کہ خانہ کعبہ کو اسنے تعمیر کیا اور
دوسرے اس خیال سے کہ قدیم سے مقام حجر خارج تھا از سر نو توڑ کر اوسکو قدیم طریقہ
پر بنوایا۔ صفحہ ۱۲۱

کوئی سوتا ہوا نہ اُٹھا تو اُسے درّہ ہوشیار کرتا تہا۔ شہر کی مسجدین اب پانچون وقت لبالب بھری ہوئی معلوم ہونے لگین خلفاے راشدین کے عہد مبارک کے بعد پھر یہ موقع تھا کہ معائنہ کرنے والے کی آنکھ شریعت کے احکام پر لوگونکو خواہ دلچسپی سے خواہ طوعاً کرہاً مگر عمل ضرور ہی کرتا ملاحظہ کر گئی۔ بازار مین کسی دوکان پر حقہ یا کوئی چلم نظر نہ آتی تھی اور ذرا بھی خلاف شریعت کوئی سامان کہین دوائی کو بھی ڈھونڈھے نہ ملتا تہا کیا مقدور رہا کہ کوئی اپنے گھر مین پوشیدہ رکھ سکے بازار تو بازار رہا جب سعد نے اپنا پورا پورا منشا فتح مکہ کا پورا کر لیا تو اسنے سلطان ترکی کی خدمت مین مفصلہ ذیل الفاظ مین ایک خط لکھا جسمین اپنی کامیابی یا فتحیابی کی خبر دیگئی ہے وہ یہ ہے سعد کیطرف سے سلیم کو معلوم ہو مین مکہ معظمہ مین ۴ محرم سنہ ۱۲۱۸ ہجری کو داخل ہوا اپنے شہر مین بالکل امن رکھا اور کسی متنفس کو نہین ستایا ہان اُن چیزونکو برباد کر دیا جسکی پرستش ہوتی تہی مینے ہر قسم کے خراج کو سوا ان ٹیکسونکے جنکی اجازت قرآن دیتا ہے موقوف کر دیا ہے مینے قاضیونکو مقرر کر دیا ہے جو بالکل شریعت محمدی کے موافق مقدمات کا فیصلہ کرتے ہین امید ہے کہ آپ بھی یہ سنکے خوش ہونگے مین چاہتا ہون آپ دمشق مین اور مصر القاہرہ کے حکمرانون کے پاس حکمنامہ لکھ کے بھیجدین کہ وہ اس پاک معبد مین خلاف شرع محمل لیکے نہ آئین اور نہ قرانا بجاتے ہوے شہر مین داخل ہون مذہب اسلام ایسی بالونکی اجازت نہین دیتا۔ مین دعا کرتا ہون خدا کی برکتین اور رحمتین تمپر نازل ہون سنہ ۱۸۰۶ع کے اختتام پر مدینہ بھی سعد کے قبضہ مین آگیا مدینہ لیکے اسکے مذہبی جوش مین یہانتک اُبال آیا کہ اسنے اور مقبرون سے گذر کے خود نبی اکرم کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا آپکے مزار کے جواہر نگار چھت کو برباد کر دیا اور اس چادر کو اُٹھا دیا جو آپ کی قبر مقدس پر پڑی رہتی تھی نو برس تک سعد نے بہت زور شور سے مذہبی حکومت کی دن بدن عربون مین انکا اثر بڑہتا گیا اور فوج سال لبال زیادہ ہوتی گئی۔ جب انکی قوت بڑہنے لگی تو سلطان ترکی کی بھی آنکھین کھلین اور اب اونہین اپنی سلطنت کا اندیشہ ہوا کہ کہین اسپیر سعد حملہ نہ کرے علی پاشا ترکون کی فوج لیکے سلطان کے حکم سے مکہ کیطرف بڑھا دو تین خونریز لڑائیان

دین رسول کو بے حرمت کیا کیونکہ اسکے بعد عبد الملک بھی افسوس کرتا تھا جب اوسکو معلوم ہوا کہ اس حدیث کے راوی صرف ابن الزبیر ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اور لوگ بھی اسکی روایت کرتے ہیں۔ مگر اس افسوس سے اب کیا ہو تا ہے وہ حرابی آجتک باقی ہے

ممانعت عبد الملک از امر تقوی

اسی ۷۵ھ مین عبد الملک نے حج کیا اور بعد حج مدینہ آکر ایک خطبہ پڑھا جسمین کہا وہ نہ مین خلیفہ مستضعف ہون (ضعیف الرائے) یعنی عثمان اور نہ خلیفہ مداہن (نرمی وسستی کرنیوالا) یعنی معاویہ۔ اور نہ خلیفہ مامون ضعیف الرائے ہون یعنی یزید بلکہ مین اس امت محمدیہ کے علاج کو منحصر سمجھتا ہون تلوار مین (کہ قتل کیا جاؤن)۔ یہانتک کہ تملوگون مین استقامت آوے۔ تم لوگونکو مہاجرین و انصار کے اعمال تو یاد ہین مگر خود اسپر نہین عمل کرتے۔ تقوی کا حکم دیتے ہو مگر خود تقوی نہین کرتے قسم بخدا اب اگر کسی نے مجھے خوف خدا کو یاد دلایا تو سر اوسکا اوڑا دونگا۔ یہ کہکر منبر سے اوتر آیا۔ صفحہ ۱۵۱۔

یہ فرمان کوئی معمولی فرمان نہ تھا بلکہ نہایت زوردار اور پُر اثر جسنے سبکے دلونکو ہلا دیا اور سبکے ناطقے بند کر دئے۔

اگرچہ ظاہر مین یہ حکم سخت معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان خلیفہ عام طور پر خاص مدینہ رسول مین بلکہ منبر رسول پر یہ کہہ رہا ہے " اب کوئی تقوی کے بارے مین نہ کلام کرے اور خدا کے بعد مکہ اور مدینہ فتح کر لیا گیا۔ آثار السنن نمبر ۳ صفحہ ۱

مولوی وکیل احمد صاحب اس فتح کی حالت مین لکھتے ہین۔ آخر محمد علی پاشا ۱۸۱۱ عیسوی مین عربستان کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوئے بعد نصرت کے وہابیون کے اتنے کان کاٹے کہ تین تھیلیان کانون کی قسطنطنیہ کو روانہ کئے اور بلاد معظمہ مقدسہ کو مثل مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے انکے قبضہ نکال لیا صیانۃ الایمان صفحہ ۶

... مذہب کا یہ عقیدہ ہے اور اس عقیدے نے اسلام پر ایسا بڑا احسان
کیا ہے کہ کبھی کوئی اوس سے سبکدوش نہین ہو سکتا۔

ہم تو اسے تجدید اول نہین کہہ سکتے مگر تجدید ضرور ہے کیونکہ سچ پوچھو تو کف لسان کا مسئلہ اسیکے بدولت پیدا ہوا ورنہ اسکے پہلے اعتراض کرنا خلیفہ پر یا اونکی غلطی جتنا کسی طرح معیوب نہ تھا چنانچہ اوسی تاریخ کامل مین ہے و اول من نھی عن الکلام فی حضرۃ الخلفا وکان الناس قبلہ یراجعونھم صفحہ ۲۰

یعنی عبد الملک پہلا شخص ہے جسنے منع کیا کہ کوئی شخص خلیفہ وقت کے سامنے کلام نہ کرے ورنہ اسکے قبل لوگ خلیفہ سے بات چیت کرتے تھے اور رد و بدل ہوتا تھا اسکی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ یہانتک کہ صدہا مرتبہ خلیفہ دوم سا پرزور حکومت والا شخص منبر پر ٹوکا گیا اور بجز اعتراف کوئی چارہ نہ رہا۔ حضرت عثمان سے عام طور پر کہا گیا منبر پر کہ تم توبہ کرو۔ اور معویہ کے ساتھ تو عام طور پر اس قسم کا مزاح ہوتا چنانچہ شریک اعور کا قصہ مشہور ہے کہ شریک نے معویہ سے کہا۔ معویہ سگ مادہ کو کہتے ہین پھر تو کیونکر امیر المومنین بن گیا؟ مگر اس خطبہ نے عبد الملک کے سبکے ہوش اُڑا دئے اور بتا دیا کہ داب خلافت کے خلاف ہے جو اسطرح ٹوکا جائے اسیوجہ سے اُسنے حکم تقوی ہی کی مخالفت کی کہ خدا کا خوف کوئی نہ دلائے حالانکہ یہ فرائض اسلامی سے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر جسکے یہی مطلب تھے کہ سبکو معلوم ہو جب خدا کے خوف دلانے پر یہ سزا دیجاتی ہے تو اور کسی قسم کا اعتراض کس سزا کا مستحق ہوگا۔

اسی فرمان کے بعد سے خلافت کی عظمت و جبروتیت نے اتنی ترقی کی کہ اب کسیکی یہ مجال نہ رہی کہ اوسکے کسی حکم پر کوئی اعتراض کر سکے یا اوسکو نا جائز تصور کرے جسکا اثر

۱؎ ولید بن عبد الملک کے حال مین لکھا ہے کہ ۹۱ سنہ مین جب ولید وارد مکہ معظمہ ہوا تو نماز جمعہ کا خطبہ پہلے بیٹھ کر پڑھا۔ دوسرا کھڑا ہو کر جس پر اسحق بن یحیی نے رجاء بن حیوہ سے کہا کہ یہی دستور ہے

خلافتوپر ایسا زبردست پڑا کہ تمامی یا اکثر علماء اہل سنتہ نے ہمیشہ کیلئے اس خلافت کو جائز اور حق قبول کیا۔ یہانتک کہ اثنا عشر خلیفہ والی حدیث مین متفق اللفظ سب نے اس عبدالملک کو بھی داخل کیا ہے اور امام حق قبول کیا اور اس سے بڑھکر اسکا اثر ان ابتدائی خلافتوں پر پڑا جسکی یہ فرع ہے او رشاخ اور جو خلافت راشدہ سے تعبیر کیجاتی ہے۔ کیونکہ ان خلافتوں کے مظالم اور ناشائستہ حرکات ایسے مسلم الثبوت تھے کہ ہزار باتین بنائی گئین صدہا تاویلین کی گئین مگر کسیطرح چھپائے نہ چھپ سکے لہذا تمام مورخوں اور محدثوں کا سارا زور ادھرہی راجع ہوا اور سبکو اسکی فکر پڑی کہ کسی طرح اصل کو درست کرین کہ یہ سب عیب بچ جائیگا مگر ع مرض بڑھتا گیا جیون جیون دوا کی۔

اگرچہ آپکو تعجب ہوگا کہ مقدس علماء اہل سنتہ نے کیونکر ایسی جرأت کی ہوگی کہ ان خلفا کے خلافت کی صحت کے درپے ہون جنہین کافر سے کافر بھی اپنا دینی پیشوا نہین مان سکتا چہ جائیکہ مقدس علما و محدثین اونکو پیشوا مانین۔ مگر سابق تحریروں سے جو اسکے قبل حدیث اثنا عشر خلیفہ کے بارہ مین علما و محدثین کے اقوال منقول ہوئے اونسے یہ حیرت آپکی بخوبی دفع ہو جائیگی۔ اگر آپ دور نہ جائین تو اسی عبدالملک کی ابتدائی حالت پر اسی رسالہ مین غور فرمائے کہ کیا کیا عزت افزائیان انکی کی گئین ہین اور اگر اسپر بھی تشکین نہو تو صرف ابن حزم اندلسی کا حال ملاحظہ فرمائے جو اہل سنتہ کے فرقہ ظاہریہ کا امام مانا جاتا ہے۔ علامہ ابن حجر لسان المیزان مین لکھتے ہین وکان مما یزید فی بغضہ الناس تعصبہ لبنی امیہ ماضیہم وباقیہم واعتقادہ بصحۃ امامتہم حتی لنسب الی النصب۔ اور علامہ ذہبی سیر النبلاء مین لکھتے ہین۔ وکان

نہین سمجھاتے کہا کہ قبیصہ بن ادیب نے عبدالملک سے اس بارے مین کچھ کہا تھا مگر اسنے نہ مانا اسکے علاوہ عثمان بھی یونہی پڑھا کرتے تھے۔ صفحہ ۲۱۱ کامل

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی بے عنوانیان خلاف شریعت باتین دیکھتے تھے مگر کوئی کچھ بول نہ سکتا تھا ۱۲ راقم۔

نقوش ماضی ص ۱۲۳

لصحة امامتہم حتی نسب الی النصب - یعنی زیادہ فضیحتی ابن حزم کی اسوجہ سے ہوئی کہ پیروی اور محبت کرتاتہا امرا بنی امیہ سے خواہ گذشتہ ہون خواہ باقی اور اونکی صحت امامت کا معتقد تھا یہانتک کہ اسی وجہ سے وہ ناصبی کہلایا -

دیکھیے ابن حزم پانچوین صدی کے علما سے ہے کیونکہ وفات اسکی ۴۵۶ھ مین ہے اور دولت بنی امیہ کا خاتمہ دوسری ہی صدی کی ابتدا مین ہوا مگر یہ اعتقاد تھا کہ انکی صحت امامت کے قائل رہے - یہی وجہ ہے کہ ابن حزم مذکور ابن ملجم قاتل جناب امیر کو دربارہ قتل مجتہد مانتا ہے اور سند مین اشعار عمران بن خطان کو پیش کرتا ہے - چنانچہ بجنسہ اوسکی عبارت یہ ہے ولاخلاف بین احد من الامۃ فی ان عبد الرحمن ابن ملجم لم یقتل علیا رض الامتاولا مجتہدا مقدرا علی انہ صواب وفی ہذا یقول عمران بن خطان شاعر الصفریہ ؎

یا ضربۃ من تقی ما اراد بہا	الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی لاذکرہ حینا فاحسبہ	اوفی البریۃ عند اللہ میزانا

بہرحال اسی ایک حال سے آپکو معلوم ہوگا کہ کسطرح عام طور پر خیالون مین تبدیلی ہو گئی تھی - کیونکہ ابن حزم مذکور اگر امرا اندلس کے وزیر کا بیٹا تھا - تو یہان کل محدثین و مورخین ان بنی امیہ کی بدولت ایسی ایسی حکومتون اور سلطنتون پر فائز تھے کہ اگر مافوق خلافت و امامت کا درجہ تجویز کرین تو کم ہے - چنانچہ نمونہ اسکا آپنے احوال عمر بن عبد العزیز مین ملاحظہ کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام انکے مجرائی بنائے گئے اور کیا کچھ نہو اسکا اعادہ فضول ہے -

جس عمارت کی بنیاد عبد الملک نے رکھی اور رجال و سابق کی خلافتون کو مستحکم کیا ادہیر آہستہ آہستہ اتنی ترقی کی گئی کہ لفظ خلافت نے وہ درجہ پایا جو آجتک عام مسلمانون کے ذہن مین نبوت بلکہ خدائی کے ہمسر ہے -

یہی وجہ ہے کہ اسکے بعد سے حکام نے تعظیم امر خلافت کو اپنا فرض منصبی قرار دیا اور سب

مكة خطبهم وعظم امر الخلافة وحثهم على الطاعة فقال لو انى اعلم ان
هذه الوحش التى تامن فى الحرم لو نطقت لم تقر بالخلافة لاخرجها
منه فعليكم بالطاعة ولزوم الجماعة فانى والله لا اوتى باحد يطعن على
امامه الا صلبته فى الحرم الخ لا ادرى فيما كتب به الخليفة او راه الا
امضاه واشتد عليهم صفحہ ۲۴۱

یعنی خالد جب حاکم مکہ معظمہ قرار پایا تو اسنے پہلے ہی خطبہ مین تعظیم امر خلافت پر بہت کچھ زور دیا اور اطاعت خلیفہ پر آمادہ کیا چنانچہ اوسی خطبہ مین کہا "سمجھہ رکھو کہ یہ طیور جو حرم خدا مین امان لئے ہین اور پناہ پکڑے ہین اگر یہ کلام کرین اور اطاعت خلیفہ کا نہ اقرار کرین تو انکو بھی مین حرم سے نکال دونگا - پس لازم ہے تمپر کہ اطاعت خلیفہ کرو اور راہ جماعت سے منحرف نہو - قسم بخدا اگر مینے کسیکی نسبت بھی یہ سنا کہ وہ امام وخلیفہ (حاکم وقت) کے بارے مین طعن کرتا ہے تو اسی حرم خدا مین (جو محل امن ہے) اُسے سولی دونگا - مین تو خلیفہ کے ہر خط کو اور ہر حکم کو نافذ او رجاری سمجھتا ہون کہ کسی طرح اُسکی مخالفت جائز نہین - اسی طرح بہت کچھ تشدد کیا اس بارے مین اور سبکو اطاعت خلیفہ پر مجبور کیا -"

اس تقریر سے جو بہت مختصر ہے بہ نسبت اصلی تقریر کے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ تعظیم امر خلافت پر کسقدر زور دیا گیا اور کیسی اُسکی عظمت ثابت کی گئی یہانتک کہ عام طور پر کہدیا گیا اگر حرم کے پرندے بھی جو غیر مکلف ہین اور کسیطرح اونکا ستانا جائز نہین - اقرار اطاعت نہ کرین تو نکال دیے جائینگے یعنی خدا کا صریحی حکم من دخله کان امنا بمقابلہ خلافت منسوخ وغیر واجب التعمیل ہے - کیونکہ وہ حکم تو بمقابلہ انسان ہے اور یہان جانورون پر یہ تکلیف دیجاتی ہے -

اب آپ خیال کرسکتے ہین کہ عام طور پر خلافت کی عظمت وجلالت نے کسقدر مسلمانون کے دلون پر قبضہ کیا ہوگا - کیونکہ جب خاص خانہ کعبہ مین یہ تشدد تھا جہان کے لوگ

شہرون مین اسکا کیا اثر پڑا ہوگا -

یہ وہی اثر آجتک چلا آتا ہے جو ہر شخص آیتون سے حدیثون سے تاریخی حالات سے خلفا کے پوست کندہ حالات پر مطلع ہو رہا ہے مگر کف لسان کی ایسی مہر پڑی ہوئی ہے کہ کوئی زبان نہین کھول سکتا اور اسی حکم کی تعمیل کیے جاتے ہین "دیدہ را نادیدہ شنیدہ را ناشنیدہ انگارند" جیسا کہ شیخ عبدالحق صاحب نے تکمیل الایمان مین لکھا- مین اسی حجاج پر کیونکر اقتصار کرون جب اسی خالد کے حال مین علامہ ابن اثیر تاریخ کامل مین لکھ رہے ہین وقیل وفی ہذہ السنۃ ولی خالد بن عبداللہ القسری مکۃ فخطب اہلہا فقال ایہا الناس ایہما اعظم خلیفۃ الرجل علی اہلہ او رسولہ الیہم واللہ لو تعلموا فضل الخلیفۃ الا ان ابراہیم خلیل الرحمن استسقاہ فسقاہ ملحا اجاجا واستسقی الخلیفۃ فسقاہ عذبا فراتا- یعنی بالملح زمزم وبماء الفرات بئر احفرہا الولید بثنیۃ طوی فی ثنیۃ الحجون وکان ماءہا عذبا وکان ینقل ماءہا ویضعہ فی حوض الی جنب زمزم لیعرف فضلہ علی زمزم فغارت البئر و ذہب ماءہا فلا یدری این ہو الیوم صفحہ ۲۰۵

یعنی بعض لوگ سنہ ۸۹ھ مین بھی حکومت خالد کو بیان کرتے ہین جب وہ حاکم مکہ معظمہ مقرر ہوا تو اُسنے خطبہ پڑھا اور کہا ایہا الناس بتاؤ کس کا درجہ بڑھکر ہے؟ خلیفہ کا؟ یا اُسکے رسول کا؟ قسم بخدا تم لوگون نے ابتک نہ جانا فضیلت خلیفہ؟ دیکھو ابراہیم خلیل اللہ نے (جو رسول خدا تھے) خدا سے پانی مانگا تو خدا نے اُنکو آب شور و تلخ عنایت کیا- !! اور خلیفہ نے جب پانی مانگا تو خدا نے آب شیرین و خوشگوار عنایت کیا !! خالد کا مقصود آب شور سے چاہ زمزم ہے- اور آب شیرین سے مقصود وہ کنواں ہے جسے ولید بن عبدالملک نے اسی زمانہ مین بمقام ثنیہ طوی جو ثنیہ حجون مین واقع ہے کھدوا کرایا اور اسکا پانی شیرین تھا چنانچہ اُسکا پانی چاہ زمزم کے بغل مین ایک

زمزم کے آخر یہ کنوان اندھا ہوا اور پانی اُسکا غائب ہو گیا جسکا اب کچھ نشان بھی نہین باقی ہے۔

اس واقعہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان حکام و امرانے تعظیم امر خلافت کا کیا جال پھیلایا تھا کہ عام طور سے منبرون پر اسی کا وعظ ہوا کرتا کہ خلیفہ کا درجہ رسول سے بڑھا ہوا ہے جسکے لئے نظر الیہ مثال پیش کی جاتی خلیل اللہ کے لئے تو کھاری پانی کا کنوان نمایان ہوا اور خلیفہ کے لئے آب شیرین کا چشمہ خدا نے عنایت کیا جسکے پانی سے ایک حوض بمقابلہ چاہ زمزم آب شیرین سے بھرا جاتا کہ حاجی لوگ پئین اور اس چشمہ دید فضیلت خلیفہ کو اپنے اپنے دور و دراز ملکون مین لیجائین اور بجائے آب زمزم یہ عقیدہ تقسیم کرین کہ خلیفہ افضل ہے رسول اللہ سے۔

حکام کا پرزور وعظ جسمین علما و محدثین سب شریک رہتے اور سُنا کرتے اُن جہال و عوام الناس پر کیا اثر کرتا ہوگا جو سب کے سب ہمہ تن گوش بنے ہوئے سُن رہے تھے اور علما کے سکوت کو جو بمنزلہ تصدیق و اقرار تھا دیکھ رہے تھے جس سے اُنکا دل اُس عقیدہ پر ثابت قدم ہوتا جاتا اور جزو ایمان قرار پاتا۔

نہین نہین علما صرف ساکت ہی نہین رہتے بلکہ خلفا و امرا کی خوشامد مین اُن سب کی تصدیق کرتے اور حدیثین گڑھ گڑھ کر سناتے جس سے اور بھی انکا عقیدہ پختہ ہو اور کسیکو شک و شبہہ نہ رہے۔ چنانچہ آپنے لآلی مصنوعہ علامہ سیوطی موضوعات ملا علی قاری۔ موضوعات امام شوکانی مین وہ حدیثین بکثرت ملاحظہ کی ہونگی جو مدح خلفا مین بنائی گئین یہ اُسی کا اثر تھا کہ جب خلفا و حکام کی یہ خواہش دیکھی تو اُسکی تعمیل شروع کر دی۔ کسی نے ۲۰ بیس ہزار حدیث بنائی کسی نے تیس ہزار کسی نے کتاب کی کتاب ہی پوری وضعی بنا دی۔

خلفا کی فضیلت کا عقیدہ بہ نسبت رسول اللہ کے اگرچہ عام طور پر بوجہ دار و گیر علماء اہلحق شایع نہ ہوسکا اور صاف صاف طور پر نہین ظاہر کیا جاتا بلکہ یہ علوم سینہ سے ہین جو مریدون کو بوقت بیعت بتایا جاتا ہے۔ یا خاص خاص شاگردون کو بطور اسرار اسکی تعلیم

[illegible] جاتی ہے [illegible] ہزاروں [illegible] ہر شخص نتیجہ [illegible]
کہ رسول اللہ کی عظمت گھٹائی جاتی ہے اور خلفا کی عزت بڑھائی جاتی ہے تاکہ ہر شخص کے دل پر یہ اثر جم جائے کہ رسول اللہ کا درجہ ان خلفا کے مقابلہ مین کچھ نہین چنانچہ وہ سب روایتین موجود ہین جن مین رائے حضرت عمر دربارہ فدیہ اسرا بدر مقبول درگاہ احدی ہوئی اور حضرت پر عتاب نازل ہوا اور آپنے فرمایا اگر عذاب نازل ہوتا تو بجز عمر کوئی نہ بچتا جسپر شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ ترقی کی کہ جنگ احد مین جو حضرت کو صدمہ پہنچا اُسیکا نتیجہ تھا۔

پھر قرآن کا مطابق رائے عمر نازل ہونا بھی مطلب ثابت کرتا ہے کہ حضرت نے ایک منافق پر نماز جنازہ پڑھنی چاہی عمر صاحب نے حضرت کا دامن پکڑ کر کھینچا کہ یہ منافق تھا اسپر کیون نماز پڑھتے ہین جسکے بعد یہ آیہ قرآنی بھی نازل ہوا کہ منافقون پر نماز نہ پڑھا کرو۔ اسطرح کی ہزار ہا روایتین بنائی گئین کہانتک اُنکا اعادہ کیا جاے سب کو معلوم ہے۔

چونکہ یہ بحث تفصیلی طور پر ہم تاریخ الخلفاء الکواذب مین لکھنے والے ہین اسلئے یہان زیادہ بحث کرنا اس سے مناسب نہین۔ مگر اسقدر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ سب کارروائیان صرف اس غرض سے ہوئین اور ہوتی جاتی ہین کہ عام طور پر لوگون کے خیالات خلفا کی فضیلت پر اسطرح جم جائین کہ بمقابلہ انکے رسول اللہ بھی کچھ نہین چنانچہ اسی غرض سے یہ حدیث بھی بنا دی گئی کہ اگر ہم تم مین پیغمبر نہ بنائے جاتے تو عمر نبی ہوتے۔

تعظیم امر خلافت مین کوشش اگرچہ اُسوقت سے جاری ہے جب سے ناجائز خلافتون کی بنیاد پڑی جس سے مسلمانون نے بے دھڑک احکام خلیفہ کی تعمیل اسطرح کرنی شروع کی کہ رسول اللہ کے احکام کی بھی ویسی تعمیل نہ ہوئی مگر عہد بنی امیہ مین اسنے ایک خاص زور پکڑا کہ یہ روایت مشہور کی گئی کہ جو والی خلافت ہو آتش جہنم سے آزاد ہو گا۔ اس مضمون کی تصدیق اُس حکایت سے بخوبی ہوتی ہے جو یزید اپنے باپ معاویہ سے کہہ
[illegible]

خلیفہ ہوتا ہے وہ آتش جہنم سے آزاد ہوتا ہے لہذا مین امید کرتا ہون کہ مجھے خلیفہ
بناؤ اپنے بعد تاریخ کامل صفحہ ۵

جس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر یہ حدیث مشہور کی گئی تھی اور اسپر زور دیا جاتا تھا کہ عام طور پر یہ مضمون ذہن نشین ہو جائے کہ صرف خلیفہ ہونا آزادی جہنم کا پروانہ ہے جسکی غرض اور کچھ نہ تھی بجز اسکے کہ خلیفہ کی عظمت دلون مین راسخ ہو اور اُسکو ہر الزام سے بری سمجھین ۔ معٰویہ کے عہد سے یہ رنگ جم چلا تھا چنانچہ اُسکی آخری وہ تقریر تھی جو یزید نے اپنے باپ سے کہا اور انہین خیالات کا زیادہ اثر تھا جس سے عام طور پر مسلمانون نے حکم یزید کی درباب شہادت جناب امام حسین تعمیل کی اور کسیکو اسکا نہ خیال ہوا کہ ہم کیا کر رہے ہین ۔ جسکی آجتک علمائے اہل سنۃ تاویل کر رہے ہین کہ خطا فی الاجتہاد ہوا حتی کہ عمر بن سعد بھی خاطی فی الاجتہاد بنایا جاتا ہے ۔ اسکے بعد بوجہ خلافت یا مخالفت ابن الزبیر یہ مضمون کچھ دنون تک دبا دیا گیا بلکہ عام طور پر وہ ملحد و منافق کہا جاتا ۔ کیونکہ اگر اُسوقت تعظیم خلافت پر زور دیا جاتا تو عبد الملک کی خلافت نہ جمتی جو کل شرائط مصنوعی خلافت سے عاری تھا اور ابن الزبیر عام طور پر خلیفہ مان لیا جاتا ۔ مگر جب عبد الملک اپنے دشمنون اور مدعیان خلافت سے فارغ ہوا تو اُسنے اس ضرورت کو اسقدر پورا کیا کہ مجدد بلکہ موجد کہلانیکا مستحق ہے ۔

اُسوقت سے یہ عقیدہ ایسا مستحکم ہو گیا کہ خود اُسکا بیٹا ولید جو بعد عبد الملک خلیفہ ہوا پوچھتا ہے کیا خلیفہ سے بھی حساب و کتاب ہوگا ۔ تاریخ الخلفا ص ۱۵۲
جب خود خلیفہ کی یہ حالت ہو کہ وہ سمجھے ہمسے حساب و کتاب نہین ہے تو عوام الناس کا کیا ذکر ۔ کیونکہ قاعدہ کی بات ہے جو شخص کسی امر جدید کا احداث کرتا ہے یا اُسکو رائج کرتا ہے تو بجائے خود سمجھتا ہے کہ ہم خلاف کر رہے ہین یا موافق حق ۔ اگرچہ مصالح ذاتی کے خیال سے شائع کرے ۔ مگر نہین ان خیالات نے عام طور پر استحکام

پرست تھے اسطرح کی خوشامدانہ باتین کرتے جس سے اور بھی وہ لوگ گمراہ ہون چنانچہ
یزید بن عبدالملک کے حال مین لکھا ہے کہ جب بعد عمر بن عبدالعزیز وہ خلیفہ ہوا تو اسنے
اپنے ماتحتونکو حکم دیا کہ سیرت عمر بن عبدالعزیز پر رفتار کرین چالیس روز بھی نہ گذرنے
پائے تھے کہ چالیس آدمی شیوخ و بزرگان دین سے آئے اور سبنے بحلف کہا کہ خلیفہ
پر نہ حساب ہے نہ عذاب ہے تاریخ الخلفا صفحہ ۱۶۲

پھر کیا تھا سب طریقہ بدل گیا بادہ خواری ظلم جور و جفانے رواج عام پایا اور وہ سب
ترکیبین برہم ہوئین۔

اب یہان سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب خود خلیفہ و ارکان خلیفہ اسطرح تعظیم
امر خلافت مین کوشان ہون اور علما و شیوخ و محدثین اسطرح انکے آزادی جہنم کا
فتوی دین تو پھر کیونکر نہ عام مسلمانون کے خیالات بدلین اور کیونکر نہ خلافت کی اسقدر
درجہ عظمت انکے دلون مین راسخ ہو جسکے مقابلہ مین سب الزام ہیچ ہون۔ اسی تعظیم
امر خلافت کا یہ نتیجہ ہے کہ باوصف اقرار بغاوت و خارجیت معویہ بن ابی سفیان
نہ اسکے کفر کا اقرار کرتے ہین نہ اسپر لعنت کو جائز جانتے ہین حالانکہ سب مقر ہین وہ باغی
تھا جسنے امام پر خروج کیا یہانتک اس بارے مین مبالغہ کیا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ
کے حال مین لکھا ہے قال ابراہیم بن میسرہ ما رایت عمر بن عبدالعزیز
ضرب احدا فی خلافتہ غیر رجل واحد تنا ول من معویہ فضربہ ثلثہ
اسواط تاریخ الخلفا صفحہ ۱۶۱

ابراہیم بن میسرہ راوی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ خلافت مین کسیکو
نہ مارا مگر ایک آدمی کو جسنے کچھ برا کہا تھا (گالی دی تھی) معویہ کو کہ اسے تین کوڑہ مارا
جس سے آپ سمجھہ سکتے ہین کہ اس تعزیر کی اور کوئی غرض نہ تھی بجز اسکے کہ حدود و تعظیم
خلافت محفوظ رہین ورنہ معویہ ایسا شخص ہے کہ جناب رسالتمآب سے تا بہ خلفا و

مین آیات - احادیث رسول اللہ - اقوال صحابہ - اقوال جناب امیرؑ اقوال جناب امام حسنؑ واقوال بی بی عائشہ واقوال تابعین واقوال خلفاے مابعد علحدہ علحدہ لکھے گئے ہین کہ ہر شخص نے انکی لعنت مین حصہ لیا ہے -

اور عمر بن عبد العزیز کا حال سابقاً مرقوم ہوا کہ وہ عام طور پر انکے یہان ممدوح گذرے ہین اور بہت سے رسم ورواج کو اپنے خاندان کے مٹایا یہانتک کہ آخر ان سب کی بدولت زہر دیا گیا مگر تعظیم امر خلافت مین ان کی بھی وہی پالیسی تھی جو انکے اسلاف کی تھی اور جزو خلافت قرار پا چکی تھی -

معویہ کے بارے مین تو یہ عذر ہو سکتا ہے کہ وہ سرحد دار اہل سنتہ ہے - مگر نہین تعظیم امر خلافت نے یہانتک ترقی کی کہ یزید پلید کے کفر و استحقاق لعن کو بھی نہین قبول کرتے حالانکہ ایک نہین صدہا علماء اہل سنتہ اسکے قائل ہین کہ وہ کافر تھا اور اُسپر لعنت جائز بلکہ واجب ہے - مگر بخیال حفظ حقوق خلافت عام طور پر اُسکے کفر سے بھی انکار کیا جاتا ہے بلکہ وہ آئمہ اثنا عشر مین داخل کیا جاتا ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا -

اُسپر ترقی یہ ہے کہ ولید بن یزید بن عبد الملک بھی اسی بنیاد پر کفر سے بری کیا جاتا ہے حالانکہ معافی جویری لکھتے ہین کہ مین نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس مین ولید کے حکایات تھے اور وہ اشعار جن مین اُسنے تصریح کی ہے اپنے کفر کا اور جو ملحدانہ کلام کہے قرآن کے بارے مین مگر اسی خلافت کے قصے سے اُن سب باتون کا انکار کرکے علامہ ذہبی لکھتے ہین لم یصح عن الولید کفر ولا زندقۃ بل اشتھر بالخمر والتلوط فخرجوا علیہ لذلک وذکر الولید مرۃ عند المھدی فقال رجل کان زندیقا فقال المھدی خلافۃ اللہ عندہ اجل من ان یجعلھا فی زندیق - تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶

کہ بطور صحیح نہین ثابت ہوا ہے ولید کا کفر یا زندقہ بلکہ اُسکا شراب پینا اور لواطہ البتہ مشہور رہے جسپر لوگون نے خروج کیا - ایک دفعہ اسی ولید کا کسی نے مہدی
[illegible]

[illegible]

العرض جب ایسے فساق و فجار و منافقین و کفار کی بوجہ خلافت اسدرجہ پردہ داری کی جاتی ہے کہ ہزارون قسم کے کفر پر بھی اُسکے کفر کا نہین اقرار کیا جاتا تو آپ خلفائے ثلثہ کے بارے مین خیال کر سکتے ہین کہ کہانتک اُن کی تعظیم و اجلال مین کوشش کی گئی۔ جو ان سب خلافتون کی اصل اور مولد و منشا ہے۔ درحقیقت یہ پردہ داری اور تعظیم امر خلافت صرف اسی غرض سے ہے کہ ابتدائی خلافتین محفوظ رہین۔ بمرگش گیر تا بتپ راضی شود۔ ورنہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یزید و ولید سے فساق و فجار کی خلافت اس قابل ہو کہ کوئی مسلمان اُسے خلافت کہہ سکے اور اُسکی اطاعت و فرمان برداری کرے۔

انہین کارروائیون کا یہ اثر ہوا کہ تمام مسلمانون کا (باستثناء بعض) عقیدہ خراب ہوا اور سب اُن خلافتون کو الیاحق و جائز سمجھنے لگے کہ برخلاف اُس عقیدہ مستحکمہ کے اگر کسی خلیفہ نے بھی زور دیا تو وہ مقبول عوام نہ ہوا اور رعایا نے اُسے مذہبی مداخلت سمجھکر بغاوت کی تیاری کی جس سے خود اُن خلفا و حکام مابعد کو بھی بظاہر اُنکی متابعت کرنی پڑی اور کسیطرح اسکی جرأت نہ کر سکے کہ کچھ بھی امر حق کو ظاہر کرین۔

دیکھیے ۲۸۴ھ مین معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے (جسکی تعریف علامہ سیوطی لکھتے ہین کہ معتضد باللہ نہایت بہادر اور دلیر تھا جسکی ہیبت و سطوت نے تمام دلون پر قبضہ کیا تھا اور تمام فتنہ و فساد اُسکی ہیبت سے ساکن ہو گئے تھے) ارادہ کیا کہ لعن معاویہ کا منبرون پر جاری کیا جائے۔ عبید اللہ وزیر نے فہمایش کی کہ رعایا مین شورش پیدا ہوگی بغاوت پھیل جائیگی۔ معتضد نے نہ مانا اور اس قسم کا فرمان جاری کیا جس مین بہت سے فضائل و مناقب جناب امیرؑ کے لکھے اور معاویہ کے معایب و مثالب تحریر کیے اُسپر قاضی یوسف نے کہا کہ مجھے اسکا خوف ہے کہ فتنہ پیدا ہو بلوا قائم ہو جائے معتضد نے کہا اگر بلوا ہو گا تو ہم بھی تلوار لیکر نکل پڑینگے اور فیصلہ اسکا تلوار سے

[illegible]

مقابلہ و مقابلہ نہیں - اور جب تمھاری زبان سے فضائل اہلبیت سنینگے تو اور بھی
ان لوگون کی رجوعات اُن سادات کی طرف بڑھ جائے گی - تاریخ الخلفا صفحہ ۲۵۸
جب معتضد باللہ خلیفہ کی یہ حالت تھی جسکی ذاتی شجاعت بہت سی لڑائیون مین ظاہر
ہو چکی تھی اور سب کے دل پر اُسکا رعب بیٹھا ہوا تھا اور تمام ممالک اسلامی مین
اُسکی حکومت مسلم تھی تو اور خلفا یا سلاطین کا کیا ذکر جنکی حکومت ایسی محدود تھی
کہ ایک شہر یا ایک ملک سے باہر نہ تھی اور خود اُس شہر مین ہزارون امیر و سردار
آمادہ بغاوت ہوا کرتے - اسکو جانے دیجیے مامون رشید کے احوال کو ملاحظہ
کیجیے جسکی خلافت کی شان و شوکت تشریح طلب نہین سب جانتے ہین اُسنے بھی ۲۱۱ھ
مین اس مضمون کا فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص معویہ کو بخیر و خوبی نہ یاد کرے پھر
۲۱۲ھ مین اسکا فرمان جاری کیا کہ لوگ اقرار کرین کہ جناب امیر افضل تھے ابوبکر
و عمر سے - تمام رعایا کے دل اس سے برگشتہ ہو گئے اور عام بغاوت کا سامان ہو گیا
آخر ۲۱۸ھ تک مامون کو سکوت کرنا پڑا تاریخ الخلفا صفحہ ۲۱۲

چونکہ یہ فرمان معتضد اور مامون رشید بتفصیل تمام کتاب مناظرہ احمدیہ
مین لکھ چکا ہون اسلیے یہان اُسکی تفصیل مناسب نہین - مگر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ
جب ایسے ایسے خلفا کو اسکی جرأت نہو سکی کہ ایک امر حق کو وہ ظاہر کرسکین بخوف
مخالفت عوام سب کو سکوت کرنا پڑا تو اور لوگ کس شمار و قطار مین ہین

یہ سب نتیجہ ہے اُسی کارروائی کا جسکے تجدد کا فخر عبد الملک کو حاصل
ہوا کہ اُسنے اپنے زمانہ خلافت مین اور مابعد اُسکے جانشینون اور ماتحتون نے
اُن خلافتون کی عظمت اسطرح عام مسلمانون کے دل مین راسخ کر دی کہ بمقابل
اسکے ہزار کوشش کی جاتی ہے مگر کارگر نہین ہوتی اور عام طور پر اہل اسلام نے
ان خلفا کو ہمسر رسول بلکہ افضل و بہتر اُنسے مان لیا ہے جو کسی طرح نہین نکلتا -
ع ہان مگر لطف خدا بیش نہد گامے چند -

یہ نہ سمجھیے گا کہ صرف انہین خلفائے عباسیہ کو ان دقتون کا سامنا کرنا پڑا

خلفائے بنی امیہ سے بھی جنسے اسکا ارادہ کیا یون ہی مجبور رہا۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیز کے حال مین لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ عبدالعزیز کا حال بیان کرتے ہین کہ وہ بھی منبر پر جناب امیرؑ پر لعنت کیا کرتا مگر اُسکی زبان اس موقع پر رک جایا کرتی۔ ایک روز عمر نے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ جب تم حضرت علیؑ کا ذکر کرتے ہو تو تمھاری زبان لکنت کرنے لگتی ہے۔ عبدالعزیز نے پوچھا کیا تم اس حالت کو سمجھ گئے ہو کہا ہان۔ عبدالعزیز نے کہا۔ اگر یہ لوگ جو ہمارے گرد ہین جانین اُن حالات کو جو ہمکو معلوم ہین تو یہ سب لوگ ہمکو چھوڑ کر اولاد علیؑ کے طرفدار ہو جائین۔

تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۶۲

اور جن مشکلون سے عمر بن عبدالعزیز نے اس بدعت کو موقوف کرایا سابقاً مرقوم ہو چکا کہ ایک یہودی کو سکھایا کہ جب سب کا مجمع ہو تو تم ہم سے کہو کہ اپنی بیٹی کا نکاح ہم سے کردو جبکہ کل حضار جلسہ برہم ہوئے تب یہودی نے بتعلیم عمر بن عبدالعزیز کہا اسمین کیا مضائقہ ہے کیونکہ خود تمھارے نبی نے اپنی بیٹی بیاہی تھی حضرت علیؑ سے جنپر تم لوگ لعنت کہتے ہو۔

اس جملہ کا جواب کسی سے نہو سکا تب عمر بن عبدالعزیز نے عام طور پر حکم نافذ کیا کہ اب کوئی منبر پر لعن علیؑ کا مرتکب نہو۔

غرض یہ کل امور اُسی کے نتائج سے ہین جو خلافت کی عظمت عام طور پر دلون مین راسخ کر دی گئی کہ اب اُسکے مقابلہ مین ہزار آیت پیش کیجاے یا حدیث مگر کوئی اُسکو سنتا ہے نہ مانتا ہے جیسا کہ بت پرستی کا جو خیال عام دلون مین جم گیا انبیا و اوصیا ہزار کوشش کرتے ہین مگر اُس القاے شیطانی کے مقابلہ مین کسی کی بات سماعت نہین ہوتی اگرچہ اسلام کی ابتدا اور فتوحات کی کثرت اُن خلفا کے عہد مین بجاے خود ثبوت عظمت خلفا کے لئے کافی تھی کہ جو ملک فتح ہوتا یا جو اسلام لاتا وہ خلفائے وقت پر بھی ایمان لاتا اور اُنکو ایک رکن اسلام قبول کرتا۔ مگر جناب سید الشہدا علیہ التحیہ والثنا کی جانکاہ شہادت

ایسی اندھا دھند ظلمت مین مبتلا تھے کہ اگر اُسی حالت مین ہم باقی رہتے تو بجز قعر جہنم کہین ٹھکانا نہ تھا۔ خاندان بنی امیہ کا ظلم عام طور پر مانا جانے لگا اُسکے ساتھ خلفائے ثلثہ کی طاقتون پر بھی روشنی پڑنے لگی کل واقعات ماقبل کی تصدیق ہونے لگی یہانتک کہ حسن بصری نے عام طور پر قبول کیا کہ اس امت کی خرابی کے دو شخص ذمہ دار ہین ایک عمرو عاص جسنے بروز صفین معویہ کو صلاح دی کہ قرآن نیزون پر بلند کیا جائے جس سے مسئلہ تحکیم نے رواج پایا جو قیامت تک مٹنے والا نہین۔ دوسرے مغیرہ بن شعبہ صحابی جو منجانب معویہ عامل کوفہ تھا معویہ نے معزولی کا حکم دیا۔ تب مغیرہ نے یہ چال کی کہ معویہ سے جاکر کہا ہم اسکی فکر کر رہے تھے کہ بعد تیرے یزید خلیفہ مقرر ہو۔ معویہ نے اس صلہ مین اُسکو پھر بحال کیا۔ اور مغیرہ نے اپنے دوستون سے کہا کہ معویہ کو مین نے ایسے جال مین پھانسا ہے کہ قیامت تک اُس سے نہ نکل سکیگا تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۰

اور معویہ نے تو اور بھی فراخ حوصلگی سے کام لیا کہ صاف صاف کہدیا تمام فتنہ و فساد کی جڑ حضرت عمر ہین جنہون نے کسیکو اپنا خلیفہ خاص نہ بنایا ورنہ اگر یہ بھی مثل ابوبکر کسیکو خلیفہ کر جاتے تو کوئی خرابی نہوتی۔ عقد الفرید

یہ سب اقرار اور انسب امور کا اظہار مسلمانون کو بعد شہادت سید الشہدا معلوم ہوا ہے اور اشاعت ان کی ہونے لگی جس سے عام طور پر خیالات نے پلٹا کھایا اور اسکا سامان ہونے لگا کہ یہ خلافتین ٹوٹ جائین اور انکی حقیت عام طور پر دلون سے نکل جائین جسکی روک تھام بروقت عبد الملک نے شروع کی اور اسکے ہر ہر ماتحت افسرون نے اور جانشینون نے اسکی حفاظت شروع کی جس سے پھر سابق خیالات عود کر آئے اور حقیت و عظمت خلفا عام دلونمین جم گئی۔

حکام و خلفانے تو اسطرح تعظیم خلافت کا سکہ دلون پر جمانا شروع کیا۔ اُدھر مقدس علمانے اپنی کتابون اور زبردست تالیفون مین اسکے مدارج بڑھانے لگے کہ کوئی خلافت کو اعظم منازل کہتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تمامی مصالح دین و دنیا خلافت سے متعلق ہین چنانچہ امام فخر رازی نہایۃ العقول مین لکھتے ہین [illegible]

[illegible]

الشارع انسانا علی دین امة ودنیاهم فلا شك فی کون
تلك المنزلة اعظم المنازل - یعنی سب سے عظیم حضر انسان کے نزدیک
دین اور سب آدمیون سے اعظم شارع (رسول اللہ) ہین پس جب انھون نے
کسی شخص کو اپنی امت کے دین ودنیا پر اپنا نائب بنایا تو بیشک یہ منزلت اسکی
سب منزلتون سے عظیم ہوگی - پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہین وجمیع مصالح
الدین والدنیا کان متعلقا بہ - یعنی کل مصلحتین دین ودنیا کی اُس سے
(خلافت سے) متعلق ہین -

علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ مین لکھتے ہین اعلم انا قدمنا الکلام
فی الامامة ومشروعیتها لما فیها من المصلحة وان حقیقتها النظر
فی مصالح الامة لدینهم ودنیاهم فهو ولیهم والامین علیهم
ینظر لهم ذلك فی حیوته -

خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ ہمنے امامت کو اور اُسکی مشروعیت کو سابق مین بیان
کیا بہ نظر اُن مصالح کے جو اس خلافت مین ہین اور حقیقت اُسکی ہے نظر کرنا امامت
کے مصالح دینی ودنیوی مین تو وہ خلفا ولی ہین امت کے اور اُنکے امین ہین کہ
نظر کرتے ہین اُنکے مصالح مین تا حیات اپنے اور بعد اپنی وفات کے قائم کر جائین
ایسے شخص کو جو اُنکے امور کا متولی ہو جیسا کہ خود وہ متولی تھا اور اُسپر بھی
ایسا ہی وثوق کرین جیسا کہ اُسپر وثوق کرتے - چنانچہ مشروعیت اسکی معلوم ہوئی
باجماع امت اسکے جواز وانعقاد پر - کیونکہ ابوبکر نے تمامی صحابہ کے سامنے عمر کو خلیفہ
کیا اور سب نے اسکو جائز سمجھا اور واجب کیا اپنی نفس پر اُنکی اطاعت - اسی
طرح جب عمر نے شوریٰ مقرر کیا تو بعض نے بعض کے حوالہ کیا یہانتک کہ آخر مین عبدالرحمن
بن عوف کے سپرد اختیار کیا - اُسنے بھی خوب اجتہاد کیا اور تمام مسلمانون سے
مناظرہ کیا تو دیکھا کہ وہ سب متفق ہین عثمان پر اور علی پر - فاثر عثمان

بالبیعة علی ذلک لموافقة ایاه علی لزوم الاقتداء بالشیخین فی کل ما یعن دون اجتهاده - پس اختیار کیا عثمان کو کیونکہ اُسنے موافقت کی عبد الرحمان کی اس بارے مین کہ اقتدا کرینگے شیخین کی ہر امر مین اور صرف اپنے اجتہاد پر نہ عمل کرینگے (اور حضرت علی نے نہ قبول کیا) پس خلافت عثمان منعقد ہوئی اور اُسکی اطاعت کو لوگون نے واجب کیا حالانکہ کل صحابہ حاضر تھے اور کسی نے انکار نہ کیا - تو اس سے معلوم ہوا کہ سب کے سب متفق تھے اس عہد کی صحت پر اور اسکی مشروعیت سے واقف تھے - اور اجماع حجت ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا - اور امام کبھی متہم نہین ہو سکتا اس بارے مین اگرچہ اپنے باپ کو ولیعہد بنائے یا بیٹے کو کیونکہ وہ اس بارے مین امین ہے اپنی حیات مین - تو بعد ممات کیونکر وہ ایسے مواخذہ کو اپنے سر لے جائیگا - اگرچہ اسمین خلاف کیا ہے بعض لوگون نے کہ باپ بیٹے کے معاملہ مین متہم ہو سکتا ہے اور بعض لوگ صرف دربارہ اولاد متہم کرتے ہین نہ دربارہ والد - کیونکہ خلیفہ ہر طرح ایسی تہمتون سے مبرا ہے خاصکر جب کوئی امر داعی اور باعث اسکا بھی ہو مثل کسی مصلحت کے یا وقوع مفسدہ کے کہ اسوقت بالکل تہمت برطرف ہو جائے گی جیسا کہ عہد معویہ مین واقع ہوا کہ معویہ نے یزید اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا - اگرچہ خود معاویہ کا فعل اُسکے لئے حجت ہے اس باب مین باوصف اتفاق اور لوگون کے -

اور معویہ نے اس وجہ سے یزید کو دوسرون پر ترجیح دی کہ اس مین اجتماع ناس کی مصلحت تھی کیونکہ بنی امیہ نے جو اُس وقت صاحب شوکت وقوت تھے وہ سوائے یزید کے دوسرے پر راضی نہ تھے اسکے سوا اہل حل وعقد اور دوسرے لوگ اس مین شریک تھے - اسلئے معویہ نے یزید کو ترجیح دیا اُن لوگون پر جن کے بارے مین یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وہ بھی اسکے قابل ہین - اور مفضول کو فاضل پر اس لئے قبول کیا کہ اجتماع واتفاق حاصل ہو کہ شارع کے نزدیک بھی اہم الاشیاء ہے - اور سوا اسکے دوسرا احتمال ہو نہین سکتا کیونکہ معویہ کی عدالت اور صحابیت

کا ساکت ہونا اسکی دلیل ہے کہ کسی طرح کا شک وشبہہ اسمین نہ تھا۔ کیونکہ وہ لوگ ایسے نہ تھے جو امر حق مین سستی کرتے اور نہ معویہ ایسا تھا کہ قبول حق سے اُسکی عزت مانع ہوتی۔ کیونکہ سبکا درجہ ایسے ایسے احتمالات سے رفیع و اعلی اور عدالت اُن کی اس سے مانع ہے۔ رہا عبداللہ بن عمر کا فرار کرنا یہ محمول ہے اُسکے تورع واحتیاط پر کہ ایسے امور مین داخل ہون جو مباح ہو یا محظور۔ اب رہ گئے مخالفت مین ابن الزبیر۔ پس ایک آدمی کی مخالفت سے راے جمہور مین نہین خلل پڑ سکتا۔ اور ایسا ہی ہوتا گیا اُن خلفا کے عہد مین بھی جو بعد معویہ خلیفہ ہوئے کہ سب جویائے حق تھے اور اُسکے عامل مثل عبدالملک وسلیمان کے بنی امیہ سے اور سفاح ومنصور ومہدی ورشید بنی العباس سے صفحہ ۱۰۲

اب ان عبارتون سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان خلفانے کس کس طرح ان خلافتون کی تعظیم وتوقیر کو ذہنون مین مسلمانون کے راسخ کیا کہ ہر ہر خلیفہ کے تمامی افعال کو حق اور مطابق شرع بنا دیا کوئی شخص ان مین سے اس قابل نہین کہ کسی امر مین اُن کی مخالفت کی جائے یہانتک کہ معویہ نے جو یزید پلید کو خلیفہ بنایا تو کسی خواہش نفسانی سے نہین بلکہ محض بغرض اصلاح امت کہ اسلامی اتفاق قائم وباقی رہے۔ تو اب کون مسلمان ہے جسکا دل اس عظمت وجبروتی خلیفہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ اور کسکی مجال ہے جو ان کے کسی فعل کو ناجائز قرار دے۔ اگر شراب نوش فرمائیں تو حق کیا اپنی مان بہنون کے ساتھ زنا کیا تو فعل حق ہی بھائی کے ساتھ لواطہ کیا تو جائز فعل ہوا یہی وجہ ہے کہ آیتین دیکھتے ہین اور آنکھ چراتے ہین حدیثین دیکھتے ہین مگر انکار کرتے ہین کیونکہ قلوب ان کے تو ابتداے فطرت سے اسی کے خوگر ہو رہے ہین کہ ہر وقت ان خلفا کی مدح وثنا سے تر زبان رہین۔ پھر اب کسی واقعہ کو سنکر کیونکر قبول کر لین۔

ابن خلدون کی تحریر آجکل جس قدر عجیب ہے وہ محتاج بیان نہین گویا

مصنف ہے اور کون سا مولف جو اُس سے سند نہین لاتا۔

کیون؟ اسیوجہ سے کہ وہ اُن سب اسرار پر پردہ ڈالتا ہے اور جتنے امور مشہورہ ومتواترہین بزور قلم وزبان درازی سب سے انکار کرتا ہے۔ چنانچہ اسی تحریر مین آپنے ملاحظہ کیا کہ یزید کو کس درجہ پر پہنچادیا۔ اور معویہ کو کیسا رتبہ عالی عنایت کیا۔ مخالفون مین ابن عمر کو ایک زاہد خشک بنادیا کہ صرف احتیاط کی وجہ سے بیعت یزید سے دستکش رہے اور ابن الزبیر کو نادر کہہ کر علحدہ کیا۔ اور امام حسینؑ تو اس لائق بھی نہین کہ مخالفون کی فہرست مین داخل کئے جائین۔ کیونکہ اس وقت اہل حل وعقد تو صرف بنی امیہ تھے۔ جیسا کہ پہلے خلافت مین اہل حل وعقد کا حلقہ منحصر تھا عمر وابو عبیدہ مین۔ اب فرمائے کس ذریعہ سے ان خلفا کی عظمت دلون سے زائل ہو۔ حدیث ہے تو ان کی مدح سرائی مین فقہ کی کتاب ہے تو ان کی ثنا وصفت مین یا انکے احکام مین۔ تواریخ ہین تو اسکے ہیرو یہی حضرات خلفا۔ غرض جو تدبیر ہے وہ ایسی کہ خلفا کی عظمت دلون سے جانے نپائے اور سرمو انکی تعظیم مین فرق نہ آئے ورنہ سب طلسم ٹوٹ جائینگے۔

پہلے علامہ سیوطی کا رسالہ **اساس فی مناقب بنی العباس** ملاحظہ فرمائے جس مین چالیس حدیثین انکی جمع کی ہین خلفائے بنی عباس کی مدح وثنا مین کہ بہت سی حدیثون مین تو نام بنام مدح سرائی کی گئی ہے پھر انکا رسالہ انافہ فی رتبۃ الخلافہ ملاحظہ ہو پھر لآلی مصنوعہ اور مستدرک بھی۔ یہ سب کتابین تو حدیث کی ہین بعدہ تاریخ الخلفا اور مختصر تاریخ بغداد ملاحظہ ہو جس مین بنی امیہ وبنی عباس دونون قسم کی مدح سرائی کی گئی ہے پھر قاضی القضاۃ امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ کی کتاب الخراج ملاحظہ ہو جو بحکم ہارون رشید تصنیف ہوئی کہ کس عنوان سے اُسکی مدح سرائی کی گئی ہے۔

ایک طرف تو یہ مدح سرائی ہوئی ہے دوسری طرف انھین کے بھائی بندانکی

قلعی کھولتے ہین کہ یہ سب مدح وثنا صرف بغرض نفع دنیوی ہے کہ کسی طرح چار پیسے ہاتھ
آئین۔ چنانچہ شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری براالیقینی اپنی کتاب رد مطاعن
ابو حنیفہ مین لکھتے ہین ثم لا یستحیون ویظھرون فی وجوہ اتباعہ
من الامراء والقضاۃ والولاۃ من الاطراء ما یزید علی مدح الصدیق
وعمر الفاروق ھذہ طریقتھم وسیرتھم فلیتامل العاقل فیھا حتی
یعلم دیانتھم وامانتھم وعقلھم۔ یعنی شافعی لوگ ابو حنیفہ کو تو شدت
عداوت وقلت درایہ سے وصف کرتے ہین اور پھر ابو حنیفہ کے پیرؤن کے سامنے خواہ
قاضی ہو یا امیر یا والی ایسی مدح وثنا کرتے ہین کہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق کی مدح وثنا
سے بھی بڑھا دیتے ہین۔ یہ طریقہ اُنکا ہے اور یہ سیرت اُن کی۔ چاہئے کہ عاقل اسمین
غور کرے تاکہ امانت دیانت اور عقل اُنکی معلوم ہو۔

پس جب قاضیون اور امیرون کی اس طرح مدح وثنا کی جاتی ہے تو خلفا کی مدح
وثنا کا کیا حال ہوگا اور اسکا اثر عوام کے دلون پر کیا پڑتا ہوگا۔

یہ سب تو کیا گیا خلفا وحکام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا علما وفقہا ومحدثین ومورخین
نے اپنے اپنے طور پر نمک حلالی دکھائی تو درجہ نبوت بلکہ اُسکے مافوق پہنچا دیے گئے۔ مگر
چونکہ ظلم وجور انکا عام تھا ہر شخص پر مثل بدیہی کے یہ امور روشن تھے جسکو خود وہ علما
بھی جانتے تھے کہ کہان تک ہم چھپا سکتے ہین اور کہان تک پردہ ڈال سکتے ہین لہذا
اسکی فکر شروع کی کہ اگر اور کسی امر پر ہم پردہ نہین ڈال سکتے تو لاؤ ایسی ترکیب کرین
کہ یہ سب مظالم مخفی ہو جائین۔ چنانچہ اسی غرض سے حدیث خیر الناس قرنی ثم الذین
یلونھم ثم الذین یلونھم بنائی گئی کہ تمام جہان سے بہتر وہ لوگ ہین جو ہمارے
زمانہ مین ہون پھر اُس زمانہ کے لوگ جو اسکے بعد اوین پھر اسکے بعد والے۔ اور قرن کی
تعیین ۱۲۰ سال مقرر کی (استیعاب صفحہ) جس سے ۲۲۰ھ تک تو وہ زمانہ ٹھہرا
کہ کسیکو اُسپر اعتراض ہی نہ ہو سکے۔ کیونکہ یہ حدیث کچھ معمولی نہین ہے بلکہ۔ حضرت
عمر بن خطاب۔ عمران بن حصین۔ نعمان بن بشیر۔ بریدہ اسلمی

... ابوہریرہ راوی ہین جسکے بعد پھر کسی مسلمان کو اسکی
جرات نہین ہوسکتی کہ اُس زمانہ کے فعل پر اعتراض کرسکے یا کسیکو اُس زمانہ کے اشخاص
سے ظالم کہہ سکے چہ جائیکہ کافر کہے یا فاسق۔

اس حدیث سے اور کسیکو نفع پہنچے یا نہ پہونچے مگر بنی امیہ والا زمانہ یقینی طور پر نفع مین رہتا
ہے خصوصاً عبدالملک و ولید و سلیمان بن عبدالملک وغیرہ کی خلافت کا زمانہ تو اس
طرح ہر عیب و نقص سے پاک و صاف ہوجاتا ہے کہ کسیکو عذر ہی نہین ہوسکتا کیونکہ
یہ سب زمانہ وجود صحابہ کا ہے بہت سے صحابی رسول[1] موجود تھے جس سے وہ خیرالقرون
کا زمانہ یقینی ٹھہرتا ہے اب خود ان لوگون نے جو اس زمانہ کی تشریح کی ہے اُسکو
بھی دیکھ لیجے بعض سے وہ سب پھندے اس حدیث موضوع کے ٹوٹ جاتے ہین تاریخ
کامل مین ہے کہ ایک روز حجاج کے ظلم کا تذکرہ ہوا عمر بن عبدالعزیز کے سامنے تو عمر بن
عبدالعزیز نے کہا۔ حجاج ملک عراق مین ہے۔ اور قرہ مصر مین اور عثمان مدینہ مین
اور خالد مکہ مین۔ خداوندا دنیا بھر گئی ہے ظلم و جور سے لوگون کو امان دے اس
بلا سے صفحہ ۲۲۲ جلد ۴۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ زمانہ جو خیرالقرون کہلاتا ہے کسقدر ظلم و جور سے
مملو تھا۔ تو کیا معاذاللہ رسول اللہ صلعم نے غلط خبر دی تھی کہ اسی زمانہ کو حضرت نے
خیرالقرون فرمایا؟

حاشا وکلا کہ حضرت کی کوئی خبر غلط ہو! یا آپ خلاف واقع ایسی حدیث ارشاد
فرمائین! یہ سب طرفداران خلفا کی طباعی اور خوشامدانہ ترکیب ہے جو اُن خلفا
کے اخفائے جرم کیلئے ایسی ایسی حدیثین بناتے ہین اور روح رسول اللہ کو ایذا
دیتے ہین۔ اس حجاج کی تعریف عمر بن عبدالعزیز نے خوب کی ہے کہتے ہین کہ اگر دنیا
کی تمام امتین اپنے اپنے خبیثون کو جمع کرین اور ہم اُنکے مقابلہ مین صرف حجاج کو لائین

[1] سب سے آخر مین جس صحابی نے انتقال کیا وہ ابوطفیل عامر بن واثلہ ہین جنہون نے
سنہ ۱۰۰ھ مین بمقام مکہ معظمہ انتقال کیا تاریخ کامل صفحہ ۲ جلد ۵

تو بھی ہم سب پر غلبہ پائینگے۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے خطبہ مین فرمایا۔ خدایا مین نے ان لوگون (اہل کوفہ) کو امانت دار بنایا مگر انہون نے خیانت کی۔ مین نے انکو نصیحت کی مگر ان لوگون نے ہمسے دغا و فریب کیا۔ خدایا تو مسلط کر انپر غلام ثقیف کو جو حکم کرے انکی جان و مال مین بحکم جاہلیۃ۔ اور ایک شخص سے حضرت نے فرمایا تو اُسوقت تک نہ مریگا جب تک جوان ثقفی نہ تم لوگون پر مسلط ہو جس سے بروز قیامت کہا جائیگا کہ تو ذمہ دار ہوجا ایک گوشہ کا گوشہائے جہنم سے بیس برس کم وبیش یہ حکومت کریگا اور کوئی گناہ نہ چھوڑیگا۔ یہانتک کہ اگر ایک معصیت بھی ایسی رہجائیگی کہ وہ کسی حجرہ مقفل مین بند ہو اور یہ نہ کرسکتا ہو تو اُسکا دروازہ توڑدیگا اور اُسکا مرتکب ہوگا۔ یہ اپنے تابعدارونکے ذریعہ سے اُن لوگون کو قتل کریگا جو اسکی نافرمانی کرے۔

خود حجاج نے منبر پر کہا کہ اگر مین تم لوگونکو حکم دون کہ اس دروازہ سے نکلو اور تملوگ دوسرے درسے باہر جاؤ تو تمھارا خون ہمپر حلال ہے۔ اور اگر کوئی شخص بقراءت عبداللہ بن مسعود قرآن کی تلاوت کرے تو مین بے تامل اُسکو قتل کرونگا۔ اور اُس آیہ کو قرآن سے چھیل ڈالون گا اگرچہ چھیلنے کو خنزیر (سور) کی ہڈی ہی کیون نہ ملجائے۔ سلہ

حجاج کے مقتولین کا جب شمار کیا گیا جو لوگ بلا کسی لڑائی وغیرہ کے مارے گئے تو اُنکی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار آئی۔ اگر وزیر یزید بن معٰویہ کے بیٹے خالد نے حجاج کو دیکھکر کہا یہ عمرو عاص ہے حجاج یہ سنکر پلٹ آیا اور کہا واللہ مین ہر گز

سلہ شاید یہی قول حجاج اسکا ماخذ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث نبوی کی نسبت فرمایا کہ اسکو خنزیر کی دم سے چھیل ڈالو چنانچہ ابوعلی یحیی مختصر تاریخ خطیب مین لکھتے ہین وسالتہ یوماً اخو عن مسئلۃ فاجاب فیہا فقیل لہ انہ یروی عن النبیؐ فیہ کذا وکذا فقال حاش هذا بذنب خنزیر یعنی ابواسحق فزاری کا بیان ہے کہ مینے ابوحنیفہ سے ایک مسئلہ پوچھا اُنہون نے جواب دیا تو کسی نے کہا حضرت کی حدیث تو اسطرح ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا اسکو خنزیر کی دم سے چھیل ڈالو۔

... ہین ہو نا کہ ابن عاص کا بیٹا کہلاؤن بلکہ مین اشیلح لقیف اور
عقائل قریش کی نسل سے ہون جسنے اپنی تلوار سے لاکھ آدمیون کو قتل کیا جو
سب گواہی دیتے تھے اسکی کہ تیرا باپ (یزید) شراب پیتا تھا اور کفر کو اپنے دل مین
چھپائے رکھتا تھا تاریخ کامل صفحہ ۲۲۳ جلد ۴

ان حالات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ زمانہ کیسا پر آشوب تھا کہ لوگ صرف
اس جرم پر قتل کر دئے جاتے کہ اس در سے باہر نکلو اور وہ دوسرے در سے
باہر آتے۔ پھر ایسے زمانہ کو خیر القرون کا خطاب کیونکر مل سکتا ہے۔

اسی روایت سے آپکو اسکا پتہ بھی ملگیا ہوگا کہ اقرار کفر یزید سے کیون چشم پوشی کی
جاتی ہے کیونکہ ایک لاکھ آدمی اسیوجہ سے قتل کئے گئے کہ وہ سب شرب خمر اور کفر
یزید پر گواہی دیتے۔ تو پھر کسکی مجال ہو سکتی ہے جو اُسکے کفر کا نام لے اور جب اقرار
کفر یزید پر یہ سزا ہوتی تو دیگر خلفا کے اقرار کفر پر کیا کچھ نہ عذاب ہوتا تہا۔ کیونکہ بقول
اسکافی تلاوت قرآن سے بقرات ابن مسعود کسی طرح کی خرابی اصول سلطنت
مین نہین متصور تھی مگر صرف اس خیال پر اسکی ممانعت کی گئی اور قتل کی سزا
تجویز ہوئی کہ بمقابلہ حضرت عثمان۔ ابن مسعود کا بھی نام لیا جائیگا کہ انھون نے
بھی قرآن کو ترتیب دیا تھا۔ تو جب صرف اس خیال سے اُسکی تلاوت ممنوع قرار
پائی تو ایسے امور کیونکر رواج پا سکتے جس سے ان خلفا کی حقیقت خلافت مین رخنہ
پڑتا۔

درحقیقت جس قسم کا احسان حضرت عثمان کا قبول کیا جاتا ہے کہ انھون نے قرآن
کو مرتب کیا اُس سے کم حجاج کا احسان نہین ہے جسنے اور سب قرأتون کو منسوخ
کر کے صرف اس قراءۃ عثمانی کو رائج کیا یہی سبب ہے کہ بالخصوص اسکی بڑی تصریح
کر دی گئی کہ اہل سنۃ حجاج کے کفر کا بھی اقرار نہین کرتے دیکھو شرح فقہ اکبر ملا
علی قاری۔ حجاج ملعون ۲۵ رمضان کو واصل جہنم ہوا۔

یہ بحث تعظیم خلافت چونکہ بہت طولانی ہو گئی حالانکہ ایک شمہ بھی اسکا ...

ابھی تک نہ لکھ سکے اور شاید عمر ہماری تمام ہو جائے اور یہ بحث ختم نہ ہو لہذا خلفای مروان
وغیرہ کے ایمان و اسلام کو امام شعبی کے اس بیان پر ختم کرتے ہین جو امام شعبی سے اور
عبد الملک کے وزیر سے گفتگو ہوئی۔ پس اسی تقریر سے معلوم ہو جائیگا کہ اسلاف اہلسنت
ان لوگون کے بارے مین کیا فیصلہ کر چکے ہین۔ مگر یہ لوگ صرف اس غرض سے کہ اگر
وہ حالات ظاہر ہون تو کل خلفا کی پردہ دری ہوتی ہے سبکو چھپاتے ہین اور
ان لوگون کو مسلمان اور مومن بیان کرتے ہین۔ علامہ شہاب الدین دولت
آبادی جو بہ لقب ملک العلما اہل السنہ کے یہان ملقب ہین اور فاضل رشید الدین
خان انکو عظمای اہلسنۃ سے لکھتے ہین اپنی کتاب ھدایۃ السعدا مین
لکھتے ہین جو کتبخانہ جناب ناصر الملۃ و الدین ادام اللہ برکاتہ مین بمقام لکھنؤ موجود
ہے اور فقیر مولف نے بچشم خود اسکو دیکھا ہے۔ اصل عبارت انکی حسب ذیل ہے
در خزانہ جلالی میگوید نقلست از غرر السیر امام ثعلبی روزے وزیر عبد الملک مروان
کہ از بادشاہان بزرگ و شرف مروانیان بود از امام شعبی کہ از اجلاء تابعین بود
پرسید کہ شما این مسئلہ کہ میان امت مشکل شدہ چرا حل نمیکنید کہ خلفای بنی امیہ
چنانچہ یزید و دیگران باوجود ایمان احکام شرع و تعظیم داشت مصطفے صلی اللہ
علیہ وسلم فرزندان و جگر گوشگان را اہانت میکنند و ایذا میرسانند و اہل بیت
رسول کہ در حرمت و بعضیت ایشان مصطفے کسے را خلاف نیست عداوت
جانی افتادہ چنانکہ بعضے را از ایشان زہر دادہ و بعضے را بہ تیغ کشانیدہ و بعضے
را اسیر گردانیدہ تعزیر میکنند و دوستان و ہواخواہان ایشان را می رنجانند ہر کہ
نام ایشان بہ دوستی میگیرد بہ بمی اندازند و بر منابر لعن بر اہل بیت میکنند مسلمان
میمانند یا نی بعضے از یاران مصطفے صلعم کہ امروز در صد حیات اند این مسئلہ
چرا حل نمیکنند۔ امام شعبی روی بوزیر عبد الملک کردہ در ان مجمع گفت کہ من
وجماعۃ تابعین دیگران و تحیر یم و دہم ایم کہ خلفای بنی امیہ را کہ معاویہ عبد الملک

ایشان اعیاد و جمعات و حج بر پای میدارند و ظاهر نماز میگذارند بدین جهت خلفای
بنی امیه را دشمن میگیریم و ایشانرا مسلمان ندانیم و از منافقان می شماریم و بر ایشان
لعنت فرستیم ایشان برای مصلحت روان شدن مملکت و صلاح دولت
احکام شرع بپای میدارند پس امام شعبی گفت که از نقل مصطفی صلعم پنجاه سال
برآمده چند نفر بیش معمور رانده اند و از آن تاریخ که در کربلا با حسین بن علی و دیگر فرزندانش
یزیدیان آنچنان حادثه کردند و زار زار کشتند و آنانکه از اهل بیت زنده مانده
بودند ایشان را بطریق اسیران و بندیان در دمشق آوردند یاران پیغامبر صلی الله
علیه وسلم که زنده بودند چون این واقعه شنیدند از آن تاریخ باز روی خود هیچ
مسلمانی ننمودند و ترک جمعه و جماعت و اعیاد کردند و بعضی درون خانه منزوی
گشتند و بعضی ترک خانه و زن و فرزندان کرده در کوه های دور دست رفتند
و در مصیبت اهل بیت مشغول شدند و ترک مخالطه و سخن گفتن با مردمان دادند
منکه شعبی ام از بعضی ایشان پرسیدم که شما جمعه و اعیاد و حج چرا ترک دادید
و انزوا بالکلی اختیار کردید ایشان گفتند مارا روی این چنین امت که ظاهر کلمه گویند
و نماز گذارند و جگر گوشگان رسول را بکشتند و بواسطه دنیا کفر و نفاق خود
مستور دارند نتوانیم دید از گاه آدم الی یومنا هذا انچه ازین امت آمد از هیچ
امتی نیامده اگر امتان پیشین انبیا را کشتند اما بر دین ایشان مقر نماندند اما کسی
در جهان یاد ندارد قومی که خود را مسلمان خوانند بظاهر کلمه و عمل بر شریعت
جد ایشان کنند و جگر گوشگان پیغامبر را زار زار بکشند و سرها که در کنار مصطفی
بوده و برده شده آنرا بریده و بر نیزه بسته و دختران و اطفال ایشانرا
طریق بندیان بردند اگر محمد رسول الله رحمة للعالمین نبودی ازین حادثه هیچ یکی
از امت زنده نماندی و جمله مسخ و نسخ شدندی و چنان قهر منزل شدی که هیچ

یک زن اگر زنا کند ہمہ زنان شرمندہ گردند زیرا چہ اگر دانہ دیگ با نمک و بے
نمک پختہ و خام است بر تمام دیگ امتحان حکم کنند پس وزیر عبد الملک و معتبر آن
دیگر چون این قصہ از امام شعبی شنیدند اندیشہ کردند و دریافتند کہ متغلبان بنی امیہ
با وجود ایذا و جفا و قتل و سفک دم اہل بیت مصطفیٰ دعواے ایمان نفاق
ست و ہر کہ ایشان را دوست دارد و با ایشان پیوندد او گمراہ محض باشد پس وزیر
و حاضران مجلس از سر کلمہ بگفتند و مسلمان شدند و زیر دست از وزارت برداشت
و توبہ و انابت گرائید عزیز من یکے قیاس کن اگر چنین حادثہ کہ بر شاہ حسین رفت غلام
بر خوندکار زادہ و مرید بر پیر زادہ و شاگرد بر استاد زادہ کند با وجود دعوی شاگردی
و مریدی این دعوی او را نفاق باشد یا نی رحمہ اللہ من انصف انتہی۔ جس سے
بصراحت معلوم ہوا کہ یہ سب خلفا منافق تھے اور محض ظاہر داری کے خیال سے
احکام شریعت کے پابند تھے چاہے روزہ رکھین یا نماز پڑہین یا حضرت پر صلوۃ و
سلام بھیجین سب کچھ محض اسی خیال سے تھا کہ سلطنت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔
ورنہ یہ سب ایسے کافر اور منافق تھے کہ صحابہ رسول نے آمد و رفت انسے ترک
کر دی تھی نہ جماعت مین انکے شریک ہوتے نہ عید مین نہ جمعہ مین۔ پس وای بر حال
اس زمانہ کے مسلمانون کے جو ان سب کی دوستداری و طرفداری کو عین ایمان
اور ترقی اسلام کا ذریعہ سمجھتے ہین۔ سچ کہا امام شعبی نے کہ واقعہ کربلا نے اس قسم
کے تمام مسلمانون کا منہ کالا کر دیا جس سے اگر وہ غیرت دار ہوتے تو اسلام کا دعوی
نہ کرتے۔ مگر غیرت ہوتی تو یہ افعال ہی کیون انسے سرزد ہوتے۔ تعجب تو اسپر ہے
کہ اس زمانہ کے مسلمانون نے یا صحابہ نے یا تابعین نے فرزند رسول کو قتل کیا
تو دنیا اور دولت دنیا سے مالا مال ہوئے۔ گو وہ چند روزہ ہی کیون نہو۔ مگر
اس زمانہ کے مسلمانون کو کیا ملتا ہے اور کیا ملیگا جو اسی عقیدہ پر آجتک جمے ہوے
ہین اور تمام عالم کو گمراہ کر رہے ہین بجز اسکے کہ عیدین کے بعد نمازیون سے دو چار

روپیہ ہاتھ آجاتا ہے یا پیری مریدی سے بے محنت پیٹ پل جاتا ہے۔ مگر کیا محنت و مزدوری کرکے وہ اپنی شکم پری نہیں کر سکتے کیونکہ عاقبت تو کسی طرح درست نہیں ہو سکتی —

بہرحال اصلی وجہ یہی ہے کہ چونکہ عبدالملک وغیرہ خلفائے مروانی نے اور ان کے ماتحتوں نے اس خلافت کا مرتبہ ایسا عظیم کر دیا ہے اور تمام مسلمانوں پر اسکا سکہ جما دیا ہے لہذا سب دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں مگر کچھ کہہ نہیں سکتے بالکل فراموشی کا عالم ہے۔

ہدایۃ السعداء کا یہ مضمون بھی نہایت ہی دلچسپ ہے۔ در دستور میگوید امام شعبی را پرسیدند که یزیدیان اہل قبلہ اند و درود بر مصطفیٰ میگویند و می آرند که از بنی امیہ کسے شنید موئے محاسن مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شخصے می آرد آن مروانی چند گروہ پابرہنہ پیادہ رفتہ آن صندوق کہ دران شعر مبارک بود بر سر خود نہادہ در شہر در آمد ہفت روز طبل زد و شادی نمود حکم ایمان ایشان چیست گفت مردے کفش مصطفیٰ بر سر گرفتہ و کفش از مصحف ساختہ و سم خر عیسیٰ علیہ السلام در زر و جواہر کردہ در گردن بندد و مادر عیسیٰ را بزنا نسبت کند ہرچہ حکم این مرد ست ہمان حکم آن مروانی ست پیش مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم مردمان بنماز می آمدند بتان در بغل میداشتند این چنین نماز نماز نیست وما کان صلوتھم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ انتہی —

غور تو کرو مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ انہیں حکم ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا مگر عمل ہے اسکے خلاف۔ کہتے ہیں شرک نہ کرو بدعت سے بچو مگر ہزاروں بدعتیں خود کرتے ہیں اور ہزاروں قسم کا شرک دلوں میں مخفی رکھتے ہیں اور دوسروں کو مشرک و بدعتی بناتے ہیں انسے کسنے کہا کہ تم ابوحنیفہ کو امام سمجھو۔ انسے کون کہہ گیا کہ بخاری کی کل حدیثیں صحیح ہیں جو آنکھ بند کرکے انکی تقلید کرتے ہیں۔ نہیں انکے بھی مقلد نہیں ہیں بلکہ جو انکے غلط معنی بناتے ہیں اور مطلب بیان کرتے ہیں اُسی پر انکا ایمان ہے۔ شفاعت رسول کے منکر ہیں۔ اور

اسلام کے مدعی - رسول اللہ کو خطا کار سمجھتے ہین - اور دعوی ہے اسلام کا - قرآن
جلاتے ہین - اور دعوے ہے اہل قرآن ہون - اہل بیت طاہرین کا تو خاتمہ ہی کر چکے
اگر رسول اللہ صلعم کے نام پر فدا ہین - ہزارون گھر ہین اسی بنیاد پر قائم ہین کہ موے مبارک
ہے جس سے حلواے بے دود مزے مزے کی مٹھائیان کہانے مین آتی ہین - اور دعوے
ہے اسلام کا - یزید نے اگر جناب امام حسین ع کو شہید کیا - تو انکے ہاتھون خود رسول اللہ
کا خون ہو رہا ہے اور اسلام پر ایسا دعوی ہے کہ وہ کسی طرح انکے قبضہ سے نہین نکل سکتا

اُس زمانہ مین تو بغلون مین ہاتھون مین بت ہوتا تہا اسوجہ سے ہاتھ باندھکر نماز پڑہی
جاتی اب دل انکے مجسم بت ہین مگر وہ تقلید ہاتھ باندھنے کی نہین چھوٹتی - بہر حال یہ جو
کچھ کرشمہ آپ دیکھ رہے ہین وہ زمانہ سابق کا بقیہ ہے کہ موے مبارک کی تو یہ تعظیم ہوئی
اور خود پارہ جگر رسول کے ساتھ وہ سلوک ہوا - اب ایک دوسرا لطیفہ سنئے اُسی
کتاب ہدایۃ السعدا مین ہے - در رسالہ عبہری گوید بعد نقل علی ولی رض معاویہ ہر سال
بزیارت مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم می آمد حسن و حسین تا روضہ مبارک استقبال میکردند
بعد از زیارت معاویہ ایشانرا اسپان تبرک سوار کردے و غاشیہ بدوش
گرفتے پیش اسپ ایشان پیادہ می شد و تا خانہ رسانیدے خلق در مدینہ گفتے این ہمہ
فیلسوفیست با پدر ایشان علی ولی حرب کرد و آخر ایشانرا تعظیم می نماید تا ملک قرار گیرد
انتہے - اس روایت سے تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ ان دنیاداروں نے صرف سلطنت
وحکومت کے بقا کے لئے کیا کیا ترکیبین کین اور انہین سب ڈھکوسلون اور فیلسوفیون
پر کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایمان دار تھے اہل بیت طاہرین سے محبت رکھتے تھے - اب
یہان ناظرین کے پیش نظر وہ سب واقعات خود موجود ہونگے - جو اسی معویہ نے
کس طرح کی جنگ جناب امیر سے کی اور جناب امام حسن ع کو باوصف حصول خلافت
بھی زندہ رہنے نہ دیا آخر زہر دیکر شہید کیا - مگر یہ نہ سمجھئے گا کہ حضرت معویہ ہی اس ترکیب
کے موجد ہین - بلکہ انکے اصلی مربی حضرت خلیفہ ثانی اسکے موجد ہین چنانچہ مولوی حیدر علی
صاحب منتہی الکلام مین ناقل ہین کہ جب حضرت شہربانو کا عقد جناب امام حسین ع سے

[illegible] کی حضرت کی عاقبت پر داری کی اور زمین رو زنان اپنے بندی کا
حکم مدینہ مین دیا اور نہایت درجہ اسپر خوشی ظاہر کی۔ مولوی صاحب کا مطلب
اس قصہ سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور جناب امیرؑ مین عداوت نہ تھی بلکہ اسدرجہ کی
محبت تھی مگر خلق مدینہ انکی نسبت بھی وہی کہتی ہوگی جو امیر شام کے حق مین کہتی۔
"کہ این ہمہ فیلسوف نیست" کیونکہ وہ سب واقعات غصب فدک اور گھر جلانے کیلئے
آگ لکڑیونکا لیجانا اور جناب سیدہ کا وفات پانا بسبب اسقاط حضرت محسن کل
صحابہ کو یاد تھا بہرحال ان حالات اور افعال کے ساتھ اگر ان خلفا کے ایمان میں
کسیکو کلام ہو تو خدا ہی اُسکے حال پر رحم کرے اور ہم کیا کہین۔

سکہ درہم و دینار

اب چونکہ ہم اس بحث کو خلافت عبدالملک کی ختم کیا چاہتے ہین لہذا انہین خلفائے
مروانی کے ساتھ مورخین کامل الایمان کی ایمانداری بھی دیکھ لیجئے کہ قریب قریب تمامی
مورخون نے خلافت عبدالملک مین اس واقعہ کو لکھا ہے کہ درہم و دینار کا سکہ اسکے
عہد مین جاری ہوا۔ مگر صرف عداوت اہل بیت طاہرین کی وجہ سے ان ایماندار مورخون
نے اصلی واقعہ کو مخفی کر دیا اور کسی نے نہ لکھا

تاریخ کبیر طبری مطبوعہ جدیدہ ہالینڈ۔ تاریخ کامل علامہ ابن اثیر۔ تاریخ ابن خلدون
اخبار الدول کرمانی۔ مروج الذہب مسعودی وغیرہ وقدیم و مستند و مفصل تواریخ
کو دیکھ جاؤ مگر کہین تمکو اسکی اصلیت نہ معلوم ہوگی بجز اسکے کہ عہد خلافت عبدالملک
مین اسلامی سکہ درہم و دینار کا جاری ہوا اور کوئی حال نہین ملتا۔ حالانکہ یہ اُن
عظیم واقعات سے ہے جس سے اسلامی دنیا ایسے تزلزل مین پڑی تھی کہ کبھی اس
قسم کے کسی معرکہ سے اسلام کو دوچار ہونا نہ پڑا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ پر برملا گالیان
رائج کرنیکی دھمکی دیجاتی تھی جسکو اہل اسلام و غیر اسلام سب ہی قبول کرتے کیونکہ
اسوقت تمامی اسلامی ممالک مین رومی سکہ رائج تھا۔ کوئی اسلامی سکہ نہ تھا۔

قیصر روم بقسم لکھتا ہے اگر تمنے میری درخواست نہ مانی تو تمامی سکہ جات پر مین سب وشتم رسول (یعنی گالیان رسول اللہ) کندہ کراونگا جو اطراف عالم مین شایع ہوگا اور اسکا الزام مسلمانون کے خلیفہ عبدالملک کے سر رہیگا مین بری الذمہ ہون۔ یہ ایسا جانگداز واقعہ تھا کہ تمامی اہل اسلام سے کسی کے پاس اسکا جواب نہ تھا جبھی خود وزیر اعظم نے عام مجمع مین پکار کر کہدیا کہ بجز خاندان رسالت کے یہ عقدہ اور کسی سے نہین حل ہو سکتا علیک بالباقر من اھل البیت الرسالۃ مین اس واقعہ عظیمہ کی تشریح کتاب حیوۃ الحیوان علامہ دمیری سے نقل کرتا ہون جنہون نے پوری وضاحت سے بیان کیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷ جلد اول مطبوعہ مصر۔

درہم و دینار کا سکہ اسلامی بزمان حکومت عبدالملک جاری ہوا۔ نقش دینار بزبان رومی تھا اور نقش درہم بزبان فارسی۔ وجہ اسکی کتاب محاسن ومساوی مین امام ابراہیم بن محمد بیہقی نے یہ لکھی ہے کہ وہ امام کسائی بیان کرتے ہین کہ مین ایک روز خلیفہ عباسی ہارون رشید کی خدمت مین حاضر ہوا وہ اپنے ایوان خلافت مین بیٹھے تھے اور سامنے اُنکے بہت سا مال پڑا ہوا تھا جسکو وہ خدام وارکان سلطنت مین تقسیم کر رہے تھے۔ ہارون رشید کے ہاتھ مین ایک چمکیلا درہم تھا جسکی کتابت چمک رہی تھی اور بار بار بنظر غور و تامل دیکھ رہے تھے۔ گویا کوئی خاص بات اسکی باعث تھی۔

ہارون رشید کی عادت تھی کہ اکثر مجھسے (امام کسائی) ادھر اودھر کی حکایتین بیان کیا کرتے۔ پوچھا کہ جانتے ہو کسنے سب سے پہلے اس سکہ کو طلا و نقرہ مین جاری کیا۔ (امام کسائی) عبدالملک بن مروان نے اسکو جاری کیا ہے۔

ہارون رشید۔ اسکا سبب کیا ہوا کیون اسکی ایجاد ہوئی۔

کسائی۔ مجھے تو اور کچھ نہین معلوم صرف اسقدر جانتا ہون کہ عبدالملک نے یہ سکہ جاری کیا

ہارون رشید۔ یہ فعل خالی از علت نہین اسکی ایک وجہ ہے جسکو مین بیان کرتا ہون

اور اہل مصر چونکہ اکثر نصرانی تھے قیصر روم کے مذہب پر اسلئے (طرا) مارک ان سب
کاغذون کا اس عنوان سے ہوتا ؎ ابن - اب - روح " عبد الملک کی خلافت تک یہی
مارک رومی جاری رہا - چونکہ یہ مارک زبان رومی مین تھا اور طغرا مین اسلئے کسیکو خبر
نہوئی نہ کسی نے اسکی تفتیش کی - برابر یہی کاغذ مروج رہا -
عبد الملک کو ایکدفعہ کچھ شبہ ہوا ایک کاغذ دیکھکر مترجم سے کہا اسکا عربی مین ترجمہ کرو -
اُسنے بیان کیا کہ اقانیم ثلثہ اب - ابن - روح کے نام کا مارک بنا گیا ہے اسپر عبد الملک نے
کہا یہ تو اسلامی قواعد کے بالکل خلاف ہے کہ اس قسم کا کاغذ مملکت اسلامی مین
جاری ہو - حالانکہ یہ کاغذ ممالک بعیدہ مین جاتے ہین موقوف ہونا چاہئے - یہ مارک
عیسائیون کا صرف کاغذ ہی پر نہین ہوتا تھا بلکہ ظروف وغیرہ بھی جو مصر مین بنتے یا پردے
وغیرہ بنائے جاتے یا کسی قسم کا کپڑہ وہان تیار ہوتا اُن سب پر یہی مارک رہتا اور
وہی تمام ممالک اسلامی مین رواج پاتا کیونکہ یہ کل صنعتین رومیون سے متعلق تھین
لہذا عبد الملک نے اپنے بھائی عبد العزیز بن مروان کے نام جو مصر کا منجانب
عبد الملک گورنر تھا اس مضمون کا حکمنامہ بھیجا کہ اس عیسائی مارک کو موقوف
کرے - کاغذ یا پردہ یا اور جو کپڑہ وغیرہ وہان تیار ہو ان سب سے یہ طغرا موقوف
کردیا جائے اور اس حکم کی منادی کردو کہ جو اسکی مخالفت کریگا وہ مستحق تعزیر ہوگا اور
کاغذ کے کارخانہ دارون کو ہدایت کیجائے کہ وہ اس مضمون کا نشان تیار کرین -
اشہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو چنانچہ یہ نشان اسوقت سے آجتک تمامی ممالک
اسلامی مین جاری ہے اس مضمون کے فرمان شاہی تمام ممالک مقبوضہ مین جاری ہوے
ایجو کاغذ رومی نشان کے ملک مین جاری ہین اُن سب کو منسوخ کرکے نئے نشان
کے کاغذ کو رواج دین - اور جو مخالفت کریگا وہ مستوجب تعزیر ہوگا جب اس
نئے مارک کے کاغذون نے رواج پایا جسپر کلمہ توحید ثبت تھا - تو اہل روم کو بھی اس
واقعہ سے اطلاع ہوئی اور رفتہ رفتہ یہ خبر قیصر روم کو بھی پہنچی جسکے سنتے وہ بہت

جتنے خلفا گذرے ہین ان سبنے اسی رومی نشان کو جائز رکھا تھا نہ کسی نے کچھ اعتراض کیا نہ تبدیلی کا قصد کیا۔ یہانتک کہ تمھاری خلافت کا زمانہ آیا۔ یا اسکا اقرار کرو کہ تم برسر خطا ہو اور خلفاء ماسبق برسر صواب تھے یا وہ سب خاطی تھے اور تم برسر صواب ہو۔ ان دونون باتون سے ایک بات کا اقرار کرنا تپر لازم ہوگا۔ دیکھو مین تمہاری شان کے مطابق تحف وہدایا روانہ کرتا ہون جسکے بارے مین مجھے امید ہے کہ تم قبول کروگے اور میری یہ حاجت برلاؤگے کہ قدیم مارک کے اجرا کی اجازت دوگے۔ مین آپکا شکر گذار ہونگا،، عبد الملک نے سفیر کو مع ہدایا واپس کیا اور خط کا کچھ جواب نہ لکھا۔ تاکہ معلوم ہو یہ عرض قابل قبول نہین قیصر نے دوبارہ سفیر روانہ کیا اور تحفہ کی مقدار کو المضاعف (دونا) کیا اور اس مضمون کا خط لکھا کہ معلوم ہوتا ہے تمنے میرے ہدیہ کو کم مقدار سمجھا لہذا المضاعف کرکے اسی مطلب کا خواستگار ہون یہ عبد الملک نے اس دفعہ بھی کچھ جواب نہ دیا اور سفیر کو معہ تحائف واپس کیا۔ تب تیسری دفعہ قیصر نے یہ تہدید آمیز خط لکھا۔ کہ تمنے میرے خط کا کچھ جواب نہ دیا اور نہ میرا ہدیہ قبول کیا نہ میری حاجت برآری کی۔ پہلے تو مجھے گمان تھا کہ تمنے مقدار ہدیہ کو کم تصور کیا ہے لہذا دوبارہ اسکی افزایش کی۔ اور پھر سہ بارہ بھی مینے اسکی مقدار بڑھائی لیکن اب معلوم ہوا کہ تم میری توہین چاہتے ہو نہ جواب خط دیتے ہو نہ میرے ہدایا کو قبول کرتے ہو۔ اب مین مسیح کی قسم کھاتا ہون کہ اگر تمنے رومی مارک کے رواج کا حکم نہ دیا اور اپنے اس نئے نشان توحید کو نہ بند کیا تو مین بھی سکہ درہم و دینار کے بارہ مین حکم جاری کرونگا کہ تمہارے رسول اللہ پر گالیان کھلے لفظون مین نقش کئے جائین جو تمھارے تمامی ملک مین رواج پائیگا۔ کیونکہ تمکو خوب معلوم ہے کہ اسلامی ملک مین سکہ نہین ہے جو نقش ہمارے ملک مین سکون پر ہوتا ہے۔ وہی سکہ تمہاری ملک مین جاری رہتا ہے۔ اس خط کو پڑھکر اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالو اور میرا ہدیہ قبول کرکے بدستور سابق قدیم مارک کے رواج کا حکم دو جسمین ہماری اور آپکی محبت سابقہ بحال اور قائم و برقرار رہے۔

قیصر روم کا خط جسوقت پہنچا۔ عبدالملک پر اسنے ایسا گہرا اثر ڈالا کہ دنیا اُسکی نگاہون مین تاریک ہوگئی کوئی بات نہین بنتی۔ سوچتا ہے کہ مین کیسا شامتی پیدا ہوا جسکی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علی العموم کا لیان رواج پائینگی۔ اس عیسائی بادشاہ نے اگر اپنا قول پورا کیا تو ہمیشہ کو یہ الزام مجھپر رہجائیگا جسکا کوئی دفیعہ نہین۔ کیونکہ تمامی ممالک اسلامی کے معاملات انہین درہم و دینار سے ہوتے ہین جو ملک روم مین ڈھلتے ہین۔ اور ہم کوئی جواب اسکا نہین رکھتے۔

عبدالملک کے اس تردد و انتشار نے یہانتک ترقی کی کہ جتنے علما فضلا و صحابہ و تابعین اہل اسلام سے وہان موجود تھے سب کو جمع کیا اور اس بارے مین کمیٹی کی کہ کونسی تدبیر اختیار کی جائے جو یہ بلا دفع ہو اور پھر اپنی بات بھی رہ جائے ؟

یہ معاملہ ایسا تھا کہ معمولی عقل والے انسان اسکو طے کرلیتے اور جنکے دماغ کی فطرت ہی ایسے امور کیلئے نہوئی تھی وہ حل کردیتے۔ سب خاموش رہے کچھ جواب نہ دیسکے تب وزیر اعظم روح بن زنباع نہایت آزادی اور جرأت سے کہا کہ تو خوب جانتا ہے اس شخص کو جسکی بدولت اس مخمصہ سے نجات پاسکتا ہے مگر عمداً اسکو ترک کرتا ہے" عبدالملک۔ وائے ہو تجھپر وہ کون شخص ہے۔

(روح بن زنباع) **تجھے لازم ہے کہ رجوع کرے حضرت امام محمد باقرؑ کی طرف جو اہل بیت نبی سے ہین کہ صرف انھین سے یہ معما حل ہوسکتا ہے۔**

(عبدالملک) سچ کہا تونے مگر میری راے انکے بارے مین متزلزل ہے" (اس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے جانتا تھا مگر متامل تھا) اسکے بعد گورنر مدینہ کے نام خط لکھا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو بہ تعظیم و احترام میرے پاس روانہ کرو اور اُنکے زاد راہ و اخراجات کیلئے ضروری سامان فراہم کرو۔ اور روانگی مین سختی نہ کرنا بملاطفت و نرمی روانہ کرنا کہ جسکو چاہین اپنے ہمراہ لائین۔ عبدالملک نے یہ خط مدینہ روانہ کیا اور سفیر قیصر روم کو اسوقت تک اپنا مہمان رکھا کہ حضرت تشریف لائے جب جناب امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لائے تو عبدالملک نے یہ سارا ماجرا عرض کیا امام علیہ السلام نے فرمایا یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس مین تو اسقدر پریشان ہو کیونکہ اوّلاً خود خداوند عالم محافظ ہے جو قیصر روم کے ارادہ کو کبھی اس بارے مین کامیاب

نہونے دیگا کہ رسول اللہ پر سب وشتم جاری ہونے پائے! ثانیاً تو مجبور بھی نہیں ہی بخوبی تدبیر اسکی کر سکتا ہیں

(عبد الملک) مین کیا کر سکتا ہون؟ (امام علیہ السلام) تو اسیوقت کاریگرون کو بلوا کر درہم و

دینار کا اسلامی سکہ ڈھلوا سکتا ہی کہ ایک طرف کلمۂ توحید ثبت کرلے اور دوسری طرف اسم مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسکے حلقہ مین نام شہر اور سنہ ضرب ثبت کراؤ کہ یہی اسلامی سکہ رواج پائے

اسکے بعد امام علیہ السلام نے اوزان اسکے بتلائے کہ ۳ سکے درہم کے اسوقت جاری ہین ایک بغلی

جو ۱۰ مثقال کے دس ہوتے ہین - دوسرا سمری خفاف جو ۶ مثقال کے دس ہوتے ہین - اور تیسرا ۵ مثقال

دس - یہ کل ۲۱ مثقال ہوی - اسکو ۳ پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم ۷ مثقال ہوا اسی سات مثقال کے

دس درہم بنوائے - اور اسی ۷ مثقال کے قیمت کے سونے کا دینار بنایا جسکا خوردہ دس درہم ہو -

سکہ درہم کا نقش چونکہ فارسی مین تہا اسلئے فارسی ہی مین اسکا نقش رہنے دیا اور دینار کا سکہ رومی

حرفون مین - کیونکہ اسی انداز کے سکہ کی چلنساری تھی -

اور ڈھالنے کا سانچہ کانچ کا بنوایا کہ زیادتی ونقصان سے محفوظ رہے - امام علیہ السلام نے یہ سب تعلیم دیکر

ارشاد فرمایا کہ اس اسلامی سکہ کو تمامی بلاد اسلامیہ مین جاری کردے اور اس مضمون کے فرمان کا اعلان کر کہ ہر

شخص اس نئے سکہ کو استعمال کرے اور بصورت خلاف ورزی وہ مستحق سزا ہوگا کہ اس ذریعہ سے

رومی سکہ کا استعمال ہی موقوف ہوجائیگا اور یہی اسلامی سکہ ہر جگہ رواج پائیگا -

عبد الملک نے جناب امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اسلامی سکہ بنوایا اور ہر جگہ اس مضمون کا

فرمان بہیجدیا کہ جو اس سکہ کے خلاف دوسرے سکہ کو مصرف مین لائیگا وہ واجب القتل ہوگا -

تب سفیر قیصر روم کو اجازت رخصت دی اور وہی جواب جو امام علیہ السلام نے فرمایا تہا اوس سفیر

سے کہا کہ جاکر قیصر روم سے کہدینا کہ جس بات کی تونے دھمکی دی ہے اسکو گرڈالے کہ خدا کبھی نہ اسکو چلنے

دیگا - مینے تیرے سکہ کو اپنے ممالک مقبوضہ مین باطل کردیا ہے اور اس مضمون کا فرمان جاری کیا ہے

کہ جو شخص سکہ رومی کو یا رومی مارک کے اشیاء کو استعمال مین لائیگا وہ واجب القتل ہوگا

قیصر کے پاس جب یہ جواب پہنچا تو وہ دم بخود ہوکر خاموش ہوگیا - لوگون نے اس سے کہا کہ

جو دھمکی تونے بادشاہ عرب کو دی تھی (دشنام دہی رسول اللہ کی) اب کیون نہین اسکا اجرا کرتا ہی

تو قیصر نے جواب دیا جس وقت مینے دھمکی دی تہی اُسوقت مین اسپر قادر تہا اب تو مجبور ہون

کیونکہ اہل اسلام اس سکہ سے لین دین نہ کرینگے تو پھر اس قسم کے سکہ سے کیا نفع ہوگا۔
امام علیہ السلام نے جسکی خبر دی تھی کہ قیصر اس امر کی اشاعت پر قادر نہین ہوگا اسکی تصدیق بخوبی ظاہر ہوئی۔ یہ حکایت بیان کرکے ہارون رشید نے وہ درہم جو ہاتھ مین لئے تھا پھینکدیا

ناظرین! اسی ایک جزئی واقعہ سے ان خلفا اور ان باایمان مورخون کی طبیعت کا انداز سمجھ سکتے ہین کہ کسطرح بیجا خوشامد مین اصلی اور صحیح واقعات کو چھپا جاتے ہین اور غلط اور جھوٹے واقعات مشہور کرتے ہین۔ حالانکہ ان خلفا کی وہ عظمت ان دلون مین نہین ہے جو ماسبق خلفا کی ہے تو وہان کیا کچھ نہ اخفاے واقعات و اظہار خرافات سے کام کیا ہوگا۔ اگر حیات مستعار نے کچھ اور وفا کی اور موقع ملا تو اب تفصیلی نظر ان حالات پر کی جائیگی اور ان لوگونکے پھندون کی حقیقت دکھائی جائیگی۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ تصحیح تاریخ کی جلد اول تمام ہوئی حالانکہ حق یہ ہے کہ کچھ نہین لکھا گیا اور مجھ ناچیز سے کچھ نہ ہوسکا تاہم سلسلہ وار کل خلفاے مروانی کا تذکرہ گیا اور ہر زمانہ کی کچھ کچھ حالت دکھائی گئی اور فضل خدا سے امید ہے کہ دوسری
مین از زمانہ یزید بن معویہ تا حضرت خلیفہ اول ایسی شرح و بسط سے کل حالات د
جائین کہ پھر کسیکو کسی تاریخ کی ضرورت نہ باقی رہے اور مورخون کی ایمان دار
ایسا اعتماد بہم پہنچے کہ سوڈا اور کل اخبار والے بلکہ چانڈو خانے والے بھی شرمگین ہو
وان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ عا
توکلت والیہ انیب واٰخر دعونا ان الحمد للہ
رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین
والہ الطاہرین وانا العبد المذنب

علی اظہر بن المولے
المؤتمن السید حسن
اعلی اللہ مقامہ

اور

ارشاد

شخص

رومی

ع

فرما

تو

سے کہا

دیگا

کہ جو شخ

فر

جو

اتو

فہرست کتب موجودہ دفتر اصلاح

اگرچہ دفتر اصلاح کی کتابونکی فہرست اس مختصر کاغذ مین نہین آسکتی مگر بعض کتابونکی نسبت اجمالاً عرض ہے۔

مناظرہ امجدیہ حصہ اول اسمین صرف معویہ بن ابوسفیان کے اسلام یا نفاق کی مفصل بحث ہے جسمین قرآن حدیث رسول اللہ۔ احادیث آئمہ اطہار منقولہ کتب اہلسنت۔ اقوال حضرت عائشہ وصحابہ وتابعین وتبع تابعین وخلفاء اہلسنت و آئمہ مجتہدین سے لعنت کا منقول ہونا کتب اہلسنت سے بہ نشان صفحہ ومطبع مرقوم ہے۔ اور آخر مین ایک مختصر سوانح عمری بھی ہے قیمت ۱۲/ حصہ دوم زیر طبع عہ

دفع الوثوق عقد حضرت ام کلثومؑ کا ابطال۔ روایات شیعہ وسنی کی پوری تحقیق۔ قیمت ۱۰/

جواب شرر حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا ناول جو شرر نے لکھا تھا اوسکا محققانہ جواب عہ

مقدمہ نہج البلاغہ جسمین خطبات نہج البلاغہ کا جناب امیرؑ سے منقول ہونا اور جناب سید رضی علیہ الرحمۃ کی کتب مخالفین سے نہایت شرح وبسط سے ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲/

رسالۃ الوضو جو دو ڈھائی سو مفت علمای اہلحدیث کو دیا گیا دوبارہ چھپکر طیار ہے جسمین قرآن واحادیث اہلسنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعون کا وضو مطابق حکم خدا ورسول ہے۔ ۸/

الجمرہ جسمین کلوخ لینا بدعت ثابت کیا گیا ہے مع ایک رسالہ مولوی مبارک علیصاحب اہلحدیث ۲/

البسملہ جسمین ہر نماز مین ہر سورہ کیساتھہ بسم اللہ کا باآواز بلند پڑھنا کتب مخالفین سے ثابت کیا گیا ہے قیمت ۲/

تنقید بخاری حصہ اول جسمین صحیح بخاری کی اصل عبارت شروع سے لکھی گئی ہے۔ پھر ترجمہ پھر شرح اور ہر حدیث کی اصل حالت دکھائی گئی ہے۔ قیمت - ۶/

تنقید بخاری حصہ ثانیہ ہنوز ناتمام ہے اور اصلاح جلد ۱۲ مین شایع کیجائیگی قیمت عہ

تاریخ الأذان حصہ اول جسمین ہر ہر خلیفہ کا تغیر اذان مین نہایت توضیح سے دکھایا گیا ہے ۸/

اصلاح جلد ا لغایت ۱۱ عـــــہ مگر بعض جلدین ناقص ہین۔

الشمس جلد ا لغایت ۴ کامل صہ

ارسال الیدین - ہاتھہ کھول کر نماز پڑھنے والا رسالہ جو بالکل نیا رسالہ ہے۔ قیمت